فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 19

وَقَالَ الَّذِينَ

سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

قُرۡاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا" (پارہ 19)

نام مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : جنوری 2009ء

طبع دوم : مارچ 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi

Alnoor international

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے لے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟''(27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''
انہوں نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''
آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قرانا عجبا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾

''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی'' (21)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی'' کافروں کی سرکشی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ ''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے'' یعنی جو لوگ جنت اور مغفرت کی امید نہیں رکھتے اور وہ کفار مکہ ہیں۔

(2) ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے'' (i) اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو رسول بنا کر کیوں بھیجا ہے فرشتے کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔ (ii) اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ رسول کے ساتھ فرشتے بھی نازل ہوتے جو رسول کی تصدیق کرتے۔ (3) یعنی فرشتے آتے تو وہ آپ کی رسالت کی گواہی دیتے۔

(4) ﴿اَوْ نَرٰى رَبَّنَا﴾ ''یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے'' یعنی اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھتے۔ اپنی آنکھوں سے رب کو دیکھنے کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ ویسے تو ہمیں یقین نہیں آتا لیکن رب آ کر ہمیں بتاتا کہ یہ میرا رسول ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے تو ہم مان جاتے۔

(i) آخرت کا انکار کرنے والے اپنے تئیں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے تھے۔

(ii) یہ لوگ اپنے نفس کو بڑی چیز سمجھتے تھے اتنا بڑا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے سامنے ظاہر دیکھنا چاہتے تھے تاکہ پھر وہ اس کی تصدیق کرسکیں۔

(5) ایسا مطالبہ وہی کرسکتا ہے (i) جو اللہ تعالیٰ کے مقام اور مرتبے سے ناواقف ہو۔ (ii) جو سرکش اور جاہل ہو۔ (iii) جو گستاخ ہو۔ (iv) جو تکبر کرنے والا ہو۔

(6) ﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے'' یعنی انہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور ایمان سے

منہ موڑ لیا۔

(7) انہوں نے تکبر کی وجہ سے حق سے منہ موڑا، ان کے دلوں میں کفر اور عناد تھا اور وہ اس پر اعتقاد رکھتے تھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنۡ فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ اِلَّا کِبۡرٌ مَّا ہُمۡ بِبَالِغِیۡہِ﴾ ''ان کے دلوں میں صرف ایک بڑائی ہے جس کو وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں۔'' (المومن:56)

(8) ﴿وَعَتَوۡ عُتُوًّا کَبِیۡرًا﴾ ''اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی'' ابن عباس نے کہا کہ انہوں نے کفر میں شدت اختیار کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ عَتَتۡ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہَا وَرُسُلِہٖ فَحَاسَبۡنٰہَا حِسَابًا شَدِیۡدًا وَّعَذَّبۡنٰہَا عَذَابًا نُّکۡرًا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے انہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔'' (الطلاق:8)

﴿یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ وَیَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا﴾

''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے مجرموں کے لیے اُس دن کوئی خوش خبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے (کاش! ان کے اور ہمارے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو'' (22)

سوال 1: ﴿یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ وَیَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے مجرموں کے لیے اُس دن کوئی خوش خبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے (کاش! ان کے اور ہمارے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے'' اس دن سے مراد موت کا دن جب فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

(2) ﴿لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾ ''مجرموں کے لیے اُس دن کوئی خوش خبری نہیں ہوگی'' فرشتے کافروں کے پاس جب سکرات موت کے وقت آتے ہیں اور انہیں جہنم کی آگ اور اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب کی خبر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: اے خبیث جسم کی خبیث روح آگ کی طرف، کھولتے پانی کی طرف اور گرم سائے کی طرف نکل آ۔ روح بھاگتی ہے اور فرشتے مارتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ قَالَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ وَلَمۡ یُوۡحَ اِلَیۡہِ شَیۡءٌ وَّمَنۡ قَالَ سَاُنۡزِلُ مِثۡلَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ ؕ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوۡۤا اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡہُوۡنِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَکُنۡتُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہٖ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی

ویساہی اُتاروں گا، اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:93)

(3)﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو۔'' (الانفال:50) (4) اس دن کافروں کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہوگی۔

(5) اس کے برخلاف اس دن فرشتے مومنوں کو خوشخبری دینے کے لیے آئیں گے۔﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾﴾ ''یقینا جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (فصلت:30,32)

﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾

''اور ہم اُن کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اُسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے'' (23)

سوال 1:﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم اُن کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اُسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے'' مشرکوں کے عمل غارت ہو جائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ﴾ ''اور ہم اُن کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا'' قیامت کے دن سب انسانوں سے ان کے اچھے اور برے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ ان کے وہ کام جن کو نیکی کے کام سمجھتے ہوئے انہوں نے مشقت اٹھائی۔

(2)﴿فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''تو ہم اُسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے'' قیامت والے دن کافروں کے اعمال بے حیثیت ذرّوں کی مانند کر دیے جائیں گے۔ ان کے اعمال غارت ہو جائیں گے کیونکہ اعمال کی قبولیت کی دونوں شرائط نہیں ہوں گی نہ تو ان کے اعمال اللہ تعالیٰ

کی رضا کے لیے ہوں گے کیونکہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں دوسرے سنت رسول ﷺ کی مطابقت نہیں ہوگی۔اس لیے انہیں اجر سے محروم کردیا جائے گا اور انہیں سزا دی جائے گی۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اوران لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال کی طرح ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے، پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:264)

(4)﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اُس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔'' (ابراہیم:18)

(5)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ اور اس کی ملاقات کے ساتھ کفر کیا، تو اُن کے سارے اعمال ضائع ہوگئے، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔'' (الکہف 105)

﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾

''جنت والے اُس دن بہترین ٹھکانے میں اور بہت اچھی آرام گاہ میں ہوں گے'' (24)

سوال:﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ ''جنت والے اُس دن بہترین ٹھکانے میں اور بہت اچھی آرام گاہ میں ہوں گے'' اہل جنت کی قیام گاہیں کمال نفیس اور دیدہ زیب ہوں گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا﴾ ''جنت والے اُس دن بہترین ٹھکانے میں ہوں گے'' اہل جنت جو رب ایمان پر ایمان لائے، جنہوں نے دنیا میں ایسے نیک اعمال کیے جو رب کو پسند آئے ان کی قیام گاہیں کمال نفیس اور دیدہ زیب ہوں گی۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہوسکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر 20) اہل جنت کامیاب ٹھہریں گے۔

(2)﴿وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ ''اور بہت اچھی آرام گاہ میں'' قیامت کا دن اہل ایمان کے لیے مختصر ہوگا اور ان سے آسان حساب کتاب ہو

گا۔قیلولے کے وقت تک یہ لوگ فارغ ہو جائیں گے اور جنت میں یہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ آرام کر رہے ہوں گے۔

(3)صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائے گا ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا اس سے حساب لیا جائے گا تو اس کی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی پس اسے جہنم کے داخلے کا حکم ملے گا، پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی جب اس سے حساب لیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ اے اللہ میرے پاس دنیا میں تھا ہی کیا جس کا حساب لیا جائے گا؟ اللہ فرمائے گا۔یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو۔اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔پھر کچھ عرصے کے بعد دونوں کو بلایا جائے گا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہو گیا ہوگا۔اس سے پوچھا جائے گا کہو کس حال میں ہو یہ کہے گا نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں ہوں۔پھر جنتی کو بلایا جائے گا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔اس سے پوچھا جائے گا کہو کیسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا الحمد اللہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں ہوں۔اللہ فرمائے گا جاؤ اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔(ابن کثیر:6/4)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ (۵۵) هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِــٴُـوْنَ (۵۶)﴾ ''یقیناً آج اہلِ جنت اپنے شغل میں خوش ہیں۔وہ اور اُن کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے گھنے سایوں میں ہوں گے۔'' (یٰسین:55،56)

﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾

''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے،لگا تار نازل کیا جانا'' (25)

سوال:﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے،لگا تار نازل کیا جانا'' قیامت کے دن ہونے والے ہولناک حادثات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ﴾''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا'' قیامت کے دن کائناتی حادثات ہوں گے۔کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔تمام ستارے باہم ٹکرا جائیں گے۔ہر چیز کے باہمی رابطے ٹوٹ جائیں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۱) وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (۲) وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (۳) وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۴) وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (۵) وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' (التکویر:1،6)

(2)﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۱) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (۲) وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (۳) وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (۴)﴾''جب آسمان

پھٹ جائے گا۔اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔'' (الانفطار:1,4)

(3)﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا (۱۹) وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (۲۰)﴾ ''اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے دروازے ہو جائے گا۔اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب ہو جائیں گے۔'' (النبا:19،20)

(4)﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہو جائے گا۔'' (الرحمٰن:37)

(5)﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً (۱۰) اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (۱۱) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۱۲) فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (۱۴) فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱۵)﴾ ''پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا۔بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا۔تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔ چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا،ایک بار پھونکنا۔اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے،ایک ہی بار ٹکرا دینا۔تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔'' (الحاقۃ:10,15)

(6)﴿وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ ''فرشتے نازل کیے جائیں گے،لگا تار نازل کیا جانا'' قیامت کے دن آسمانوں سے لگا تار فرشتے اتارے جائیں گے جو میدان حشر میں انسانوں کو گھیر لیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ انسانوں کے فیصلے کرنے کے لیے جلوہ افروز ہوں گے۔

(7)ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا۔تمام جانور چوپائے درندے پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی پھر آسمان اول پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے بھی آئیں گے جو زمین کی اور آسمان اول کی تمام مخلوق کی گنتی سے بھی زیادہ ہوں گے۔پھر تیسرا آسمان شق ہوگا اس کے فرشتے بھی دونوں آسمانوں کے فرشتے مل کر زمین کی مخلوق سے بھی زیادہ ہوں گے سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے۔پھر اسی طرح چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں پھر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں تشریف لائے گا اس کے اردگرد بزرگ تر پاک فرشتے ہوں گے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہونگے ان پر سینگوں جیسے نشان ہونگے،وہ اللہ کے عرش کے نیچے اللہ کی تسبیح وتہلیل وتقدیس بیان کریں گے،ان کے تلوے سے لے کر ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا اور ٹخنے سے گھٹنے تک کا بھی اتنا ہی ۔اور گھٹنے سے ناف تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔اور ناف سے گردن تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔اور گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔(ابن کثیر:4/7)

(8)﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ''اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آ جائیں گے۔'' (الفجر:22)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔'' (البقرہ:210)

﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾

''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا'' (26)

سوال 1: ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ ''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا'' قیامت کے دن حقیقی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ ''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی'' قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا اور بادل سایہ فگن ہو جائیں گے۔ فرشتے حشر کے میدان میں اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ ساری مخلوق جمع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے لیے فرشتوں کے درمیان جلوہ افروز ہوں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت حق ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ڬ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (١٦) اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (١٧)﴾ ''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (غافر:16،17)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن اللہ ساری زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ پھر فرمائے گا ''انا الملك، این ملوك الارض'' آج حکومت صرف میری ہے، دنیا کے بادشاہ آج کہاں ہیں؟ (بخاری:4812)

(3) ﴿وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ ''اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا'' کافروں کے لئے حشر کا دن بہت بھاری ہوگا۔ شرمندگی، ندامت، حسرت، پچھتاوے اور دہشت یہ سب کچھ کافر کا سرمایہ بن جائے رب العزت نے فرمایا: ﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (٩) عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (١٠)﴾ ''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا۔ کافروں پر آسان نہ ہوگا'' (المدثر:9،10)

(4) ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' (المعارج:4) کہ پچاس

ہزار سال کا دن تو بہت لمبا ہوگا فرمایا: اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ مومن کے لیے بہت ہی ہلکا ہوگا۔ اس کو تو ایک فرض نماز کے وقت سے بھی زیادہ ہلکا معلوم ہوگا۔" (مسند احمد)

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾

"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا!" (27)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾ "اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا!" قیامت کے دن رسول ﷺ کے راستے سے ہٹنے والوں کی سخت پشیمانی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ﴾ "اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا" قیامت کے دن وہ لوگ سخت پشیمان ہوں گے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا راستہ اختیار نہ کیا یا اس راستے سے ہٹ گئے اور اپنے اوپر ظلم کیا۔

(2) اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا۔ ہاتھوں کے چبانے سے غم کی شدت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ظالم کو ناقابلِ برداشت غم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم کے غم واندوہ کو مجسم حرکت کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

(3) ﴿يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾ "وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا!" حشر کے میدان میں انسان کو یہ سمجھ آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی نجات کا سبب ہے، کامیابی کا ذریعہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا﴾ "جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: "اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!" (الاحزاب: 66)

(4) اس دن تمنائیں بدل جائیں گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾ "وہ کہے گا: "اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔" (الفجر: 24)

(5) ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ﴾ "جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔" (الحجر: 2)

(6) حشر کے میدان میں حاصل ہونے والا شعور کام نہیں آئے گا کیونکہ امتحان کی مدت اور عمل کی مہلت ختم ہو چکی ہوگی۔

(i) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شعور دیا ہے کہ رسول کے راستے پر چلے بغیر آخرت میں کامیابی ممکن نہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ رسول ﷺ کے طریقے یعنی دین کو سمجھ کر لوگوں کو دین کی دعوت دیئے بغیر دین کو سکھائے بغیر، دین پر

عمل پیرا ہوئے بغیر، دین کے قانون کو رائج کئے بغیر آخرت کی کامیابی ممکن نہیں۔

﴿یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا﴾

”ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا“ (28)

سوال1: ﴿یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا﴾ ”ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا“ حشر کے میدان میں دوستیاں کیسے باعث حسرت بن جائیں گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) انسان کی دوستی، اس کی صحبت اس پر اثر انداز ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: المرء علیٰ دینِ خلیله آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ (2) انسان کی سوچ، اس کی فکر، اس کے اعمال پر دوستیوں کی چھاپ ہوتی ہے۔

(3) انسان ان لوگوں کے اثرات قبول کرتا ہے جن کے ساتھ دوستی کا تعلق ہوتا ہے۔

(4) انسان دوستوں کے طریقے پر ہی چلتا ہے۔ جب انسان دوستوں کے طریقے پر چلتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے حشر کے میدان میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑنے والے حسرت میں مبتلا ہو جائیں گے اور غم کی شدت سے یہ چیخ نکلے گی۔ کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

سوال2: دوستی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: (1) انسان دوستی کے اثرات قبول کرتا ہے اس لیے اسلام نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اچھی اور بری دوستی کی مثال دی۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نیک اور برے دوست کی مثال مشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے (جس کے پاس مشک ہے اور تم اسکی محبت میں ہو) وہ اس میں سے یا تمہیں کچھ تحفہ کے طور پر دے گا یا تم اس سے خرید سکو گے یا (کم از کم) تم اسکی عمدہ خوشبو سے تو محظوظ ہو ہی سکو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے (بھٹی کی آگ سے) جلا دے گا یا تمہیں اس کے پاس سے ایک ناگوار بدبودار دھواں پہنچے گا۔“ (بخاری:5334)

(2) (i) اسلام اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں سے دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے دعائے قنوت میں اس کا تذکرہ چلتا ہے۔ ﴿وَ نَتۡرُكُ مَنۡ یَّفۡجُرُكَ﴾ اور ہم چھوڑ دیں گے جو آپ کی نافرمانی کرے گا۔

(ii) اسلام دوستی کے اثرات کو فقط دنیا تک محدود نہیں سمجھتا۔ اس کے اثرات انسان کی ہمیشہ کی زندگی یعنی آخرت پر پڑتے ہیں۔ اسی لیے حشر کے میدان میں ظالم انسان کی حسرت ناک اور دل دوز چیخوں کی صورت بری دوستیوں کے انجام کو دکھایا ہے۔ تاکہ لوگ اپنی دوستیوں کے بارے میں درست فیصلے کریں۔

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔'' (ابوداؤد:4833)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ شخص جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے، اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے، اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔ (مسلم، داؤد)

﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾

''بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آچکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے'' (29)

سوال 1: ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آچکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے'' قیامت کے دن انسان بری دوستیوں کی حقیقت کو کیسے سمجھ جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آچکی تھی'' یعنی میرے دوستوں نے مجھے قرآن سے نفرت دلائی۔ ان ظالموں نے مجھے قرآن سے بہکایا جب کہ وہ میرے پاس آچکا تھا۔

(2) برے دوست برائی کا ذکر کرتے ہیں۔ جب انسان کی سرگرمیاں ایک طرف ہو جاتی ہیں تو دوسری طرح کی سرگرمیاں اس کے لیے اتنی اہمیت کی حامل نہیں رہ جاتیں۔ برے دوست فقط یہ کام کرتے ہیں کہ انسان کو بری یا بے کار سرگرمیوں سے نکلنے نہیں دیتے۔ اس وجہ سے کارآمد سرگرمی خواہ وہ قرآن مجید کے علم کے حصول کی ہو یا عمومی نصیحت کی، اس طرف توجہ نہیں کرنے دیتے۔

(3) ﴿وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ ''اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے'' شیطان انسان کے لیے برائی کو مزین کرتا ہے اور جس برائی کو کرنے کا انسان سوچ بھی نہیں سکتا شیطان وہ برائی انسان سے کروا لیتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (الحشر:16)

(5) شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ انسان کو سیدھے راستے سے ہٹا دے اور اسے ذلیل و خوار کر دے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا

كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔'' (ابراہیم:22)

(7) انسان کو دوستی کے بارے میں محتاط ہونا چاہیے دوست اسے بنائے جس کی دوستی میں سعادت ہو۔

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾

''اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' (30)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ''اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' قیامت کے دن نبی ﷺ امت کی جو شکایت کریں گے کہ انہوں نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔ آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ﴾ ''اور رسول کہے گا'' قیامت کے دن نبی ﷺ اپنے ان امتیوں کی شکایت کریں گے جنہوں نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔ (2) ﴿يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي﴾ ''اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے'' رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے اے میرے رب! تو نے مجھے جن لوگوں کی طرف بھیجا تھا اس قوم نے کیا کیا۔ (3) ﴿اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ''اس قرآن کو چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' انہوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا جس کا پڑھنا، جس پر عمل کرنا ان پر واجب تھا۔

سوال 2: قرآن کو چھورنے کے کیا مظاہر ہیں؟

جواب: قرآن مجید کو چھوڑنے کے بہت سے مظاہر ہیں۔

(1) قرآن مجید کے بارے میں ناحق بات کرنا۔

قرآن مجید کے بارے میں ناحق بات کرنا اور یہ کافروں کا کام ہے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ناحق کہنے سے مراد یہ ہے کہ اسے سحر یا شعر قرار دینا۔ (قرطبی 21/13)

(2) قرآن حکیم سے اعراض کرنا اور اس کے سننے میں خلل ڈالنا۔

قرآن کو چھوڑ دینے میں قرآن سے اعراض کرنا اور اس کے سننے میں خلل ڈالنا بھی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ ''اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ۔'' (فصلت:26)

(3) قرآن حکیم کی تلاوت کو چھوڑ دینا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ﴿الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ﴾ کہ جس کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ نہ ہو وہ اجڑے ہوئے گھر کی مانند ہے۔'' (ترمذی:2913)

(4) قرآن کو حفظ کرنے کے بعد بھول جانا۔

رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (١٢٤) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (١٢٥) قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (١٢٦)﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔'' (طٰہٰ:124،126)

(5) قرآن مجید پر عمل کرنا چھوڑ دینا۔

اس کی دلیل انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے ﴿اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَهٗ قَادَهٗ اِلَى النَّارِ﴾ قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (پڑھنے والوں کے حق میں) جھگڑا کرے گا اور اپنی بات منوائے گا جس نے قرآن مجید کو اپنا پیشوا اور رہبر بنایا اسے جنت کی طرف لے جائے گا اور جس نے اسے پیٹھ پیچھے ڈال دیا اسے جہنم میں لے جائے گا۔ (الاتقان فی علوم القرآن:152/2)

(6) قرآن مجید پر تدبر اور اس کو سمجھنا چھوڑ دینا۔

رب العزت نے قرآن مجید اس لیے نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں۔﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تا کہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں۔'' (ص:29)

سوال 3: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قوم کے بارے میں شکوے سے کیا حقیقت سامنے آتی ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قوم کے بارے میں شکوے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ

(1) وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق نہیں رہیں گے۔ (2) ان پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم کبھی نہیں ہو سکے گی۔

(3)ان کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی گواہی ہو جائے گی۔جس کے خلاف رسول اللہ ﷺ گواہی دے دیں گے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی آگ کا، ہمیشہ کے عذاب کا فیصلہ ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے حشر کے میدان کی گواہی کو اس مقصد کے لئے سامنے رکھا ہے تا کہ لوگ قرآن حکیم کی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا ارادہ کر لیں۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا﴾

''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے اور آپ کا رب ہی ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے'' (31)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا﴾''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے اور آپ کا رب ہی ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے۔جو لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں۔

(2) جیسا کہ ابو جہل محمد ﷺ کا دشمن تھا، قارون موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا رب العزت نے فرمایا:﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ﴾''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔'' (الانعام:112)

(3)﴿وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا﴾''اور آپ کا رب ہی ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے'' آپ کا رب دشمنوں کے، مقابلے میں آپ کی مدد کے لیے کافی ہے وہ آپ سے تکلیف دہ معاملات کو دور کر دے گا۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے کافی سمجھیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔

(4) جس طرح کافر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہدایت دے کر ان کی مدد فرماتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے ھادی اور مددگا ہونے کا تذکرہ کیا گیا۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾

''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تا کہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا'' (32)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ ''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تا کہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا'' کافروں کے اعتراض کی وضاحت کریں کہ قرآن یکبارگی کیوں نہیں نازل ہوا؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا'' قرآن مجید کے ایک بار نازل ہونے سے مراد تورات، انجیل اور زبور وغیرہ کی طرح ایک ہی بار میں نازل ہونا ہے۔ (2) کافروں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ باقی الہامی کتابوں کی طرح قرآن ایک ہی بار کیوں نازل نہیں ہوا۔

(3) ﴿كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تا کہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں' رب العزت نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ قرآن اس مصلحت کے تحت یکبارگی نازل نہیں کیا گیا تا کہ ایمان والوں کے دل مضبوط ہو جائیں۔ جیسا کہ فرمایا!

﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ ''اور ہم نے اس قرآن مجید کو جدا جدا کر کے نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے نازل کیا، بتدریج نازل کرنا۔'' (بنی اسرائیل:106)

(4) وقفے وقفے سے نازل کرنے کے اثرات بارش کی طرح ہیں مثلاً بارش جب بھی برستی ہے، موسم خوش گوار ہو جاتا ہے، حالات میں تبدیلی آتی ہے۔ وحی بھی جتنی بار نازل ہوتی ہے ماحول میں واضح تبدیلی آتی ہے۔ اگر ایک ہی بار بارش نازل کر دی جائے تو وہ فوائد نہیں ہوتے جو بار بار بارش نازل کرنے سے پہنچتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی بار نازل ہونے والی وحی کے مقابلے میں وہ وحی زیادہ خوشگوار اثرات لے کر آتی ہے جو وقت اور حالات کی ضروریات کے مطابق ہو۔

(5) ﴿وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا'' یعنی ہم نے قرآن مجید کو آہستہ آہستہ تدریج کے ساتھ نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں اور اس طرح عمل کرنے میں بھی سہولت ہوگی، سمجھنے میں بھی خوب مدد ملے گی۔ اس طرح ایمان مضبوط ہوتا جائے گا۔

﴿وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا﴾

''اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا﴾ ''اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ﴾ ''اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے'' مثل سے مراد کٹ حجتی اور شبہ ہے یعنی یہ جو بھی اعتراض کریں۔

(2) ﴿اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا﴾ ''مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں'' ہم انہیں اس کا صحیح صحیح جواب دیں جو بے حد روشن واضح اور ان کے اعتراض سے زیادہ زوردار صاف اور کھلا ہوا ہوگا۔ یہ رسول اللہ ﷺ میں یا قرآن میں جو کمی بتائیں گے اس کا جواب سیدنا جبرائیل علیہ السلام لے کر آپ ﷺ پر اتریں گے۔ (مختصر ابن کثیر: 1366/2)

(3) اس آیت میں بتدریج نزول وحی کے مقصد کو واضح کیا گیا کہ جو مثال بھی لوگ آپ کے پاس لائیں اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ آپ کو بتا دیں گے اس طرح سے انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾

''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین

اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' (34)

سوال 1: ﴿اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ ''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' کافروں کا برا حشر ہوگا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ﴾ ''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے'' قیامت کے دن میدان حشر میں کافروں کے برے حشر کے بارے میں رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ ان کو جمع کیے جانے کا منظر دہشت ناک ہوگا۔ عذاب کے فرشتے کافروں کو منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ رہے ہوں گے۔ جس میں بدترین عذاب ہوگا۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب نے پوچھا! اے اللہ کے نبی ﷺ ! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس نے اسے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے اس پر قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو چہرے کے بل چلا دے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا یقیناً ہمارے رب کی عزت کی قسم! یونہی ہوگا۔ (بخاری: 4760)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ لائے جائیں گے ایک پیادہ قسم اور ایک سوار اور ایک اپنے مونہوں پر، کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اپنے مونہوں پر کیسے چلیں گے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے پیروں پر چلایا ہے منہ پر بھی چلا سکتا ہے آگاہ رہو کہ وہ لوگ اپنے منہ ہی سے ہر بلندی اور کانٹے سے بچ کر چلیں گے۔ (ترمذی: 3142)

(4) ﴿اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا﴾ ''وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین'' یعنی ان لوگوں کی جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اہل جنت کے مقابلے میں انتہائی بری ہوگی۔ (5) ﴿وَّاَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾ ''اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' یہ لوگ بہت زیادہ گمراہ راستے والے ہیں۔ (6) اہل ایمان کو راہ راست پر چلایا جاتا ہے۔ انہیں آخرت میں جنت کے باغوں میں پہنچایا جائے گا۔

رکوع نمبر 2

﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِيۡرًا﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا'' (35)

سوال: ﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِيۡرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' رب العزت نے انبیا کو جھٹلانے والوں کو ڈرانے کے لیے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو لوگ خوب جانتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر مخالفت چھوڑ دیں۔ اس کا آغاز سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے سے کیا کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی۔

(2) ﴿وَجَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِيۡرًا﴾ ''اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لیے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر اور مشیر بنایا۔

(3) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت وزارت کے منافی نہیں ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام دونوں ایک ہی دور میں نبی تھے اور وہ ایک دوسرے کے مددگار تھے۔ (الاساس: 3865/7)

﴿فَقُلۡنَا اذۡهَبَاۤ اِلَى الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرۡنٰهُمۡ تَدۡمِيۡرًا﴾

’’ پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، بری طرح تباہ و برباد کرنا ‘‘ (36)

سوال: ﴿فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ’’پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ’’پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا‘‘ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو آیات جھٹلانے والوں کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں سچائی کی دعوت دیں تاکہ جو خیر کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں وہ بھلائی کی دعوت کو قبول کر لیں اور جو بھلائی کی دعوت کو نہ پسند کرتے ہوں برائی سے محبت کرنے والے ہوں انہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (١٧) فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (١٨) وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (١٩) فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى (٢٠) فَكَذَّبَ وَعَصٰى (٢١) ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى (٢٢)﴾ ’’فرعون کے پاس جاؤ! یقیناوہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو اور میں تمہارے ربّ کی طرف تمہاری رہنمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟‘‘ چنانچہ موسیٰ نے اُس کو بڑی نشانی دکھائی۔ تو اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔‘‘ (النازعات: 17,21)

(3) ﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (٤٢) اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (٤٣) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (٤٤) قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى (٤٥) قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى (٤٦)﴾ ’’تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ یقیناوہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔ دونوں نے کہا: ’’اے ہمارے ربّ! یقیناً ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا یہ کہ وہ سرکشی کرے گا۔‘‘ فرمایا: ’’ڈرو مت! یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ میں سُنتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں‘‘۔ (سورۃ طٰہٰ: 42,46)

(4) ﴿فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا﴾ ’’تو ہم نے انہیں تباہ برباد کر دیا، بری طرح تباہ و برباد کرنا‘‘ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو دریائے نیل میں ڈبو دیا۔

(5) ہلاکت کی وجہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا تھا۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا﴾ ’’کیا وہ زمین میں چلتے نہیں کہ وہ دیکھیں ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے۔‘‘ (محمد: 10)

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔
اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' (37)

سوال: ﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' قوم نوح علیہ السلام کو رب العزت نے غرق کر کے انہیں لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی بنا دیا۔ ظالموں کے لیے اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب تیار ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ﴾ ''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا'' قوم نوح علیہ السلام نے بھی جب اللہ رب العزت کے نبی کو جھٹلایا تو انہیں غرق کر دیا گیا۔

(2) ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً﴾ ''اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا'' قوم نوح کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر کے جھٹلانے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا کہ آئندہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلائیں گے اس کے عذاب کی گرفت میں آ جائیں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (11) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (12)﴾ ''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کرا دیا۔ تاکہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔'' (الحاقۃ: 11,12)

(4) ﴿وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' رب العزت نے قوم نوح علیہ السلام کے عذاب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بعد میں آنے والے ظالموں کو ڈرایا ہے کہ دیکھو دردناک عذاب تیار ہے۔ چاہو تو بچنے کی تیاری کر لو اور چاہو تو جلنے کی کر لو۔

﴿وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا﴾

''اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا'' (38)

سوال: ﴿وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا﴾ ''اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان

بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا'' قوم عاد، قوم ثمود اور کنویں والوں کو بھی عذاب سے ہلاک کر دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَا وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ﴾''اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے''اصحاب الرس سے مراد کنویں والے ہیں۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مطابق اس سے مراد اصحاب الاخدود ہیں جن کا تذکرہ سورۃ البروج میں ملتا ہے۔

(2)ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آزربائی جان کے ایک کنویں کے پاس ان کی بستی تھی۔عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انہیں کنوئیں والی اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سیاہ فام سب سے اول جنت میں جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن ان بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی کو ایک کنویں میں ویران میدان میں ڈال دیا اور اس منہ پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھ دی کہ یہ وہیں مر جائیں۔(ابن کثیر:11/4)

(3)﴿وَقُرُوۡنًۢا بَيۡنَ ذٰلِكَ كَثِيۡرًا﴾''اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا''(i)قرن سے مراد ایک نبی کی امت ہے۔(ii)ایک نسل ایک قرن ہے۔اس کے جانے کے بعد دوسری نسل کے لوگ دوسری قرن ہیں۔

(4)قوم عاد، قوم ثمود، کنویں والے اور نسل در نسل لوگ انبیا کو جھٹلاتے رہے اور اللہ تعالی کے عذاب میں گرفتار ہوتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لوٹ جانے کو باعث عبرت بنا دیا۔

﴿وَكُلًّا ضَرَبۡنَا لَهُ الۡاَمۡثَالَ‌ ۖ وَكُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِيۡرًا﴾

''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا''(39)

سوال:﴿وَكُلًّا ضَرَبۡنَا لَهُ الۡاَمۡثَالَ‌ ۖ وَكُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِيۡرًا﴾''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔اور ہر ایک کو ہم نے بالکل برباد کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكُلًّا ضَرَبۡنَا لَهُ الۡاَمۡثَالَ﴾''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں''اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم کے سامنے دلائل رکھے اور ان پر حجت قائم کی۔

(2)﴿وَكُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِيۡرًا﴾''اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا''اللہ تعالیٰ نے قوموں پر رسول بھیج کر واضح دلائل کے ذریعے سے حجت قائم کر کے تباہ و برباد کر دیا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ‌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا﴾

''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا؟ اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔'' (بنی اسرائیل:17)

﴿وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾

''اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے کی امید ہی نہیں رکھتے'' (40)

سوال: ﴿وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے کی امید ہی نہیں رکھتے'' قوم لوط زندگی بعد موت پر یقین نہیں رکھتی تھی رب العزت نے انہیں بدترین بارش برسا کر برباد کر دیا۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی'' القریہ سے مراد یہاں قوم لوط کی بستیاں ہیں مثلاً سدوم اور عموریہ وغیرہ ہیں۔ اہل مکہ شام اور فلسطین کے راستے میں ان بستیوں کو دیکھتے تھے۔ (2) ﴿مَطَرَ السَّوْءِ﴾ اس سے مراد کھنگر پتھروں کی بارش ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش پس بڑی بری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی۔'' (الشعراء:173)

(4) ﴿اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا﴾ ''تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟'' یہاں نہ دیکھنے سے مراد تباہ شدہ بستیوں کو دیکھنے کے باوجود ان سے عبرت نہ پکڑنا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (۱۳۷) وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۳۸)﴾ ''اور یقیناً تم ان پر سے صبح کو گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں۔'' (الصفت:137،138)

(5) ﴿بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ ''بلکہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے کی امید ہی نہیں رکھتے'' مر کر جی اٹھنے کی امید کے ختم ہونے کا اندازہ انسان کے رویے سے ہوتا ہے۔ جو انسان دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتا وہ عبرت نہیں پکڑتا۔

(6) اگر وہ عذاب رسیدہ بستیوں کو دیکھتے تو عبرت پکڑتے کہ رسولوں کو جھٹلانے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت سے انہیں تباہی کے گھاٹ اترنا پڑا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1368)

﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾

''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنالیتے ہیں۔کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے''(41)

سوال:﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنالیتے ہیں۔کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے'' کافر رسول اللہ ﷺ کا مذاق کیسے اڑاتے تھے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا﴾''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنالیتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ بتوں کے اختیارات تسلیم نہیں کرتے تھے جب آپ ﷺ اسی کی دعوت دوسروں کو دیتے تھے تو لوگ آپ کا مذاق اڑاتے تھے جیسے سورۃ الانبیاء آیت 36 میں فرمایا:﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾''کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔'' یہ لوگ کہتے تھے یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(2) رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ کفر کرنے والے تکبر سے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

(3)﴿اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾''کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے''؟یعنی معاذ اللہ نبی ﷺ کو حقیر جانتے ہوئے وہ کہتے تھے کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کو رسالت کا منصب عطا کیا گیا۔رب العزت نے دوسرے مقام پر اس کے بارے میں فرمایا:﴿وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناوہ انہیں ضرور راہ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناوہ سیدھے راستے پر ہیں'' (الزخرف:37)

(4) رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾''اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقینا بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا،توان میں سے۔جن لوگوں نے مذاق اڑایا،ان کو اسی عذاب نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' (الانعام:10)

﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾

''بے شک قریب تھا کہ وہ ہمیں ہمارے معبودوں ہی سے بہکا دیتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے اور جلد ہی وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون سب سے زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے''(42)

سوال:﴿اِنۡ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا لَوۡ لَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَيۡهَا ؕ وَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ حِيۡنَ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ مَنۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾ ''بے شک قریب تھا کہ وہ ہمیں ہمارے معبودوں ہی سے بہکا دیتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے اور جلد ہی وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون سب سے زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنۡ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا لَوۡ لَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَيۡهَا﴾ ''بے شک قریب تھا کہ وہ ہمیں ہمارے معبودوں ہی سے بہکا دیتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے''مشرک یہ کہتے تھے کہ اگر ہم اپنے باپ دادا کے طور طریقوں پر جمے نہ رہتے اگر ہم اپنے بتوں کی عبادت پر مستقل مزاجی نہ دکھاتے تو اس پیغمبر نے تو ہمیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔مشرکوں کے اپنے دین پر قائم رہنے کی وجہ تعصب تھا وہ دلیل کے ساتھ شرک کو اختیار کرنے والے نہیں تھے۔

(2)﴿وَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ حِيۡنَ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ مَنۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾ ''اور جلد ہی وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون سب سے زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے''مشرکین کو ایک اللہ کے ماننے والے گمراہ نظر آتے تھے جبکہ شرک اصل گمراہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذابوں کو یاد دلا کر شعور کو بیدار کیا ہے کہ جب عذابوں کو دیکھو گے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ گمراہ کون تھا اور سیدھے راستے پر کون۔ہر در پر سجدہ کرنے والے یا ایک اللہ کے آگے جھک جانے والے۔

﴿اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا﴾

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے'' (43)

سوال:﴿اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے'' (i) خواہش نفس کو خدا بنانے سے مراد یہ ہے کہ دل کو کوئی بات اچھی لگی اب اسی کو اپنے لیے راہنما بنا لیا یعنی دل کی مرضی پوری کرنے لگ گئے۔

(ii) ایک انسان جب دل کی مرضی پوری کرتا ہے تو رب کی مرضی چھوڑتا ہے، کسی کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہی اس کو خدا بنانا ہے۔جو انسان اپنے نفس کی رضا چاہتے ہیں وہ اپنے نفس کو خدا بنا لیتے ہیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آسمان کے نیچے جتنے معبود پوجے جاتے ہیں ان میں سب سے برا معبود وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے۔ (ابو اُمامہ، طبرانی)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى

بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے لیے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔'' (الجاثیہ:23)

(4) (i) انسان کے لیے جب برائی برائی نہیں رہتی تو انسان کے لیے اس برائی کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(ii) انسان کے لیے جب برائی خوبصورت اور مزین ہو جائے تو انسان کو برائی عزیز ہو جاتی ہے۔

(5) ﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''تو کیا پھر وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔'' (فاطر:8)

(6) جو شخص اپنی خواہش نفس کو خدا بنا لیتا ہے وہ اپنی پسند اور اپنی ضد کا قیدی بن جاتا ہے اسے کوئی دلیل کوئی سنجیدہ بات اس قابل نہیں لگتی کہ وہ اسے توجہ سے سنے۔ (i) اللہ تعالیٰ نے انتہائی محبت سے گہرے تعلق کا اظہار کیا ہے کہ کیا تم نے دیکھا ہے کیا تم نے کبھی غور کیا ہے ایسے شخص کی حالت پر جس کے سامنے دلائل پیش کئے جائیں لیکن اس کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ۔

(ii) کیا خواہش نفس کو معبود بنانے والے کے تم ذمہ دار ہو سکتے ہو۔ انسان کو اس بات پر یقین آ جاتا ہے کہ ایسے شخص کو کوئی سمجھا نہیں سکتا کوئی اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔

(iii) جب انسان کا ذہن یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ سنتے سمجھتے ہیں یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

(7) ﴿اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا﴾ ''تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے؟'' یعنی آپ ﷺ ان کے لیے محض ڈرانے والے ہیں۔'' آپ ﷺ کو ان پر نگران مقرر نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ﴾ ''اور تم اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو'' (ق:45) (8) ﴿لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ﴾ ''آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں'' (الغاشیہ:22)

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾

''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' (44)

سوال: ﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ ''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' شرک کرنے والے جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ﴾ ''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں''یعنی ان کی گمراہی نے تو ان کی عقل اور ان کی سماعت کو ہی بے کار کر دیا ہے۔اب وہ سنتے سمجھتے نہیں ہیں۔

(2)﴿اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾ ''وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' (i) جانور سوچ کر کام نہیں کرتے۔اگر انسان بھی سوچ کر کام نہ کرے دلیل قبول نہ کرے تو وہ جانور کی سطح پر آ جاتا ہے۔

(ii) جانور جبلت کے مطابق کام کرتے ہیں فطری طور پر جو ان کی ضرورت ہوتی ہے اس کو پورا کرنے کے لیے یا جس کام کو ان کا دل چاہے اگر انسان بھی من چاہے کام کرے نفس کی خواہش کے مطابق چلے دلیل کی کوئی بات نہ سنے تو انسان بھی جانوروں کی سطح پر آ جاتا ہے۔

(iii) جانوروں پر دلیل کارگر نہیں ہوتی اس لیے کہ جانور کانوں میں پڑنے والی آواز کو نہیں سمجھتے اگر انسان بھی کانوں میں پڑنے والی دلیل کی باتوں کو توجہ سے نہ سنے نہ سمجھے تو اس پر بھی دلیل کارگر نہیں ہوتی اس طرح وہ بھی جانوروں کے level پر آ جاتا ہے۔

(3) انسان اپنے مقصد زندگی کو نہیں پہچانتا لیکن جانور سمجھتے ہیں انہیں کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا۔جانور فطری طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے وجود کا مقصد کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمجھانے کے لیے رسول بھیجے لیکن ان کی یاددہانی کے باوجود لوگ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، گمراہ ہوتے ہیں اور جانوروں سے بدتر ہو جاتے ہیں۔

(4)﴿وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ۖ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۡ وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۡ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے۔اُن کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں۔اور اُن کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔یہی لوگ غافل ہیں۔'' (الاعراف:179)

رکوع نمبر:3

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا﴾

''کیا آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اُس نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اور اگر وہ چاہتا تو اُسے ضرور ساکن بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو اُس پر دلیل بنایا'' (45)

سوال:1﴿اَلَمۡ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا﴾ ''کیا آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اُس نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اُسے ضرور ساکن بنا دیتا پھر ہم نے

سورج کو اُس پر دلیل بنایا'' اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت کی دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾ ''کیا آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اُس نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اللہ رب العزت نے اپنی وسیع قدرت کی جانب توجہ مبذول فرمائی ہے کہ آپ نے اپنی دنیا میں رب کی قدرت اور رحمت کا مشاہدہ نہیں کیا کہ وہ کس طرح اپنے بندوں پر سائے کو پھیلا دیتا ہے اور یہ وقت صبح صادق سے سورج کے نکلنے تک کا ہوتا ہے۔

(2) سائے کا وجود حقیقی نہیں ہے۔ سایہ سورج کی روشنی کی وجہ سے بنتا ہے جب کوئی چیز سورج کی روشنی کے درمیان اس طرح آجاتی ہے کہ روشنی اُس کے آر پار نہیں گزر سکتی تو اُس چیز کا سایہ بنتا ہے۔(3) پاک ہے وہ رب جس نے متضاد چیزیں بنائیں۔

(4)﴿وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا﴾ ''اور اگر وہ چاہتا تو اُسے ضرور ساکن بنا دیتا'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو سایہ کبھی فنا نہ ہوتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کردے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو'' (القصص:71)

(5) سائے کے ٹھہرا دینے سے مراد ہمیشہ کے لیے سایہ رکھنا ہے یعنی دھوپ سائے کو ختم نہ کرتی جیسا کہ دھوپ کے ساتھ سایہ سکڑتا اور سمٹتا ہے۔

(6)(i) سائے کا تصور انسان کو پرسکون لگتا ہے۔ انسان کو یوں لگتا ہے کہ سایہ رب کی رحمت ہے جس کی چھاؤں میں ٹھنڈک ہے۔

(ii) سائے کی وجہ سے انسان کو رب کی قدرت مجسم طور پر محسوس ہوتی ہے۔ سایہ جب طویل ہوتا ہے تو انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے طویل کر رہا ہے پھر جب سائے ختم ہوتے ہیں تو انسانی شعور اُس نرمی کو محسوس کرتا ہے جس میں سایوں کو آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ سائے جب اپنی طوالت کی آخری حد کو پہنچتے ہیں تو یہ سورج کے ڈوبنے کے ساتھ ہی ڈوب جاتے ہیں۔ سایہ زمین کی سورج کے گرد حرکت سے بنتا ہے اگر زمین ایک جگہ رُک جائے تو سایہ بھی رُک جاتا۔

(7)﴿ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا﴾ ''پھر ہم نے سورج کو اُس پر دلیل بنایا'' سورج کی روشنی کو اللہ تعالیٰ نے سائے پر دلیل بنایا ہے۔ سائے کی شکل وصورت کو سورج کی شعاعیں روشنی اور حرارت سے معین کرتی ہیں۔

(i) سائے پر سورج کی روشنی کے دلیل ہونے سے مراد یہ ہے کہ سایہ سورج کی روشنی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دھوپ ہو تو سائے کا پتہ چلتا ہے۔

(ii) اگر سورج نہ ہوتا تو سائے کا بھی پتہ نہ ہوتا۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا﴾

''پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا، آہستہ آہستہ سمیٹنا'' (46)

سوال:1:﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا﴾ ’’پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا، آہستہ آہستہ سمیٹنا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا﴾ ’’پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا، آہستہ آہستہ سمیٹنا‘‘ جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے تو سایہ آہستہ آہستہ سکڑتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ختم ہوجاتا ہے۔ مخلوق پر سائے اور دھوپ کا یکے بعد دیگرے واقع ہونا جس کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اسی سے لیل ونہار ترتیب پاتے ہیں اور ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہیں پھر مختلف موسم ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور اس سبب سے مخلوق کے بہت سے مصالح حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت وعظمت کا مالک ہے وہ اپنے بندوں سے کمال رحمت وعنایت سے پیش آتا ہے۔ وہ اکیلا ہی معبود محمود، محبت اور تعظیم کا مستحق اور ذوالجلال والاکرام ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1873,1872)(2) یعنی رب العزت سائے کو یا سورج کو آہستہ آہستہ اپنی جانب سمیٹ لیتے ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾

’’اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ پوش اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے‘‘ (47)

سوال:1:﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾ ’’اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ پوش اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ ’’اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ پوش بنایا‘‘ (i) رات کو لباس بنانے سے مراد ہر چیز کا رات کے پردے میں چھپ جانا ہے۔

(ii) جیسے لباس انسان کو ڈھانپ لیتا ہے ایسے ہی رات اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے۔ یوں رات لباس بن جاتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ہی رات کو پردے والی بنایا وہ کس طرح کائنات کے وجود پر پردہ ڈالتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ ’’قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے!‘‘ (الیل:1)

(3)﴿وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾ ’’اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا‘‘ اللہ تعالیٰ ہی نے نیند کو آرام کا باعث بنایا ہے کہ وہ جسم کے سکون کے لیے حرکت بند کردیتی ہے انسان محنت مشقت سے تھک جاتا ہے جس سے اعضاء سست پڑ جاتے ہیں وہ بستر پر لیٹتا ہے تو اسے سکون ملتا ہے اعضاء آرام کرتے ہیں تو روح اور بدن دونوں سکون پاتے ہیں۔

(4) رات طاری ہو تو سکون ہوتا ہے ہر چیز کی حرکت سست ہوتے ہوتے رُک جاتی ہے رات ہو تو انسان، حیوان اور پرندے تک سو جاتے

ہیں۔(5) سبات کے معنی کاٹنے کے ہوتے ہیں جیسے موت زندگی کو کاٹ دیتی ہے ایسے ہی نیند انسان کے جسم کے عمل کاٹ دیتی ہے۔

(i) موت میں زندگی کو سکون مل جاتا ہے۔ زندگی کی حرکت ختم ہو جاتی ہے۔(ii) اسی طرح نیند میں انسان جاگنے کی طرح نہیں ہوتا نیند میں اس دُنیا کے ساتھ انسان کا وہ احساس قائم نہیں رہتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نیند کو سکون کی موت قرار دیا۔

(iii) سبات کے معنی کچھ لوگوں نے پھسلنے کو بھی کہے ہیں نیند میں انسان دراز ہو جاتا ہے اس لیے بھی اُسے سبات کہا گیا ہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے، یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (الزمر:42)

(7)﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اُٹھا دیتا ہے تا کہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:60)

(8)﴿ وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴾ ''اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا'' مرنے کے بعد اُٹھنے کو نُشُوْرًا کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دن کو نُشُوْرًا کہا ہے کیونکہ رات میں جو سکون ہوتا ہے اس کو دن کی روشنی اور سورج کی حرکت بدل دیتی ہے۔ دن نکلتا ہے تو انسان اپنی نیند سے جو موت جیسی ہے اُس سے بیدار ہو جاتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے رات کے بعد دن کے آنے میں باطل کے بعد حق کے آنے کی بشارت دی ہے۔

(10) رسول اللہ ﷺ بیدار ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے:﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴾ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اسی کی طرف اکٹھے ہونا ہے۔'' (بخاری)

(i) اس دُعا سے رسول اللہ ﷺ کی شعوری پختگی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ ﷺ نیند کو موت جیسا اور بیداری کو جی اُٹھنے جیسا سمجھتے تھے۔

(ii) اس دُعا سے رسول اللہ ﷺ نے ہر صبح کے وقت کو شعوری بیداری کی غذا کا وقت بتانا سکھایا ہے۔

(11) رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو'' (القصص:73)

﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾

''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا'' (48)

سوال:1﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا'' اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے غلبے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور عظیم غلبے کے بارے میں فرمایا کہ کیسے وہ بارش سے پہلے ہوائیں بھیجتا ہے جو اس کی رحمت یعنی بارش کی خوشخبری لاتی ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ وَ تَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تا کہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔'' (الحج:5)

(3)﴿فَانْظُرْ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ۚ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھو کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ یقیناً وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔ (الروم:50)

(4) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے۔ ہوائیں بادلوں کو کھینچ لاتی ہیں۔ بارش کے آنے سے پہلے خوشی دیتی ہیں تا کہ بندے خوش ہو جائیں اور پہلے سے بارش کے لیے تیار ہو جائیں۔

(5) ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔'' طَهُوْرًا کہتے ہیں جس چیز سے پاکیزگی حاصل کرتے ہیں جیسے پانی خود بھی پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہاں اگر اس کا رنگ یا بو یا ذائقہ بدل جائے تو ایسا پانی ناپاک ہے (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) (7) پانی بندوں کو گندگی اور میل کچیل سے پاک کرتا ہے۔

﴿لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا﴾

''تا کہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا'' (49)

سوال:1 ﴿لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا﴾ ''تا کہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا'' مردہ علاقے کیسے زندہ ہوتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ ''تا کہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں'' مردہ زمین اس خشک زمین کو کہتے ہیں جو مدتوں پانی کا، بارش کا انتظار کرتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش برساتے ہیں تو مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ م بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔'' (الشوریٰ:28)

(2) ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)

(3) عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان کے پانی کے ہر قطرے سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لولو اور موتی پیدا ہوں یعنی (فی البر وفی البحر) زمین گیہوں اور سمندر میں موتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال کے کم وبیش بارش کا نہیں لیکن اللہ جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیرے۔ (ابن کثیر:15/4.14)

(4) (i) بارش سے زمین کے سرسبز ہونے سے اللہ تعالیٰ نے دلوں کی زندگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(ii) جیسے بارش کام کرتی ہے ایسے ہی آسمان سے نازل ہونے والی وحی دلوں کی سرزمین کو زندہ کرنے کا کام کرتی ہے۔

(5)﴿وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا﴾ ''اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا۔'' یعنی ہم تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو اس پانی سے سیراب کرتے ہیں۔ کیا وہ ہستی، جس نے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں، ان کو متنوع امور پر مامور کیا، جس نے آسمان سے پاک اور بابرکت پانی برسایا، جس میں بندوں اور ان کے جانوروں کا رزق ہے، اس بات کی مستحق نہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے؟ (تفسیر سعدی:1874/2)

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اُن کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں، پھر بھی اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہیں مانا'' (50)

سوال:1﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اُن کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں، پھر بھی اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہیں مانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اُن کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں'' اللہ تعالیٰ بارش کو طرح طرح سے برساتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں ایک بوند بھی نہیں برساتے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (٢٩) وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (٣٠)﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔ اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' (الفرقان:29,30)

(2)(i) ہم بارش کو پھیر پھیر کر برساتے ہیں کبھی ایک علاقے میں کبھی دوسرے میں کبھی شہر کی ایک جگہ بارش ہوتی ہے تو دوسری جگہ نہیں ہوتی۔

(ii) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے یہ اس کی قدرت ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اُس کے ہر کام میں لوگوں کے لے سبق ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ طرح طرح سے بارش برسانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(3)﴿فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''پھر بھی اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہیں مانا'' (i) اکثر لوگ ناشکری کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ (ii) اکثر لوگ قرآن مجید کی نعمت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ (iii) اکثر لوگ بارش کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سمجھنے کی بجائے ستاروں کی گردش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عقیدے کو کفر قرار دیا ہے۔ (iv) اکثر لوگ قرآن حکیم کے دلوں کو گداز کر دینے والے مضامین

سے بھی یوں ہی گزر جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں سبق حاصل نہیں کرتے۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات کا ذکر فرمایا جن کا عینی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور بندوں کی طرف انہیں پھیر دیا تا کہ بندے اپنے رب کو پہچان لیں، اس کا شکر ادا کریں اور اس کو یاد رکھیں مگر اس کے باوجود، اکثر لوگوں نے فساد اخلاق اور فساد طبائع کی بنا پر کفر اور ناشکری ہی کا رویہ اختیار کیا۔ اکثر لوگوں نے فساد اخلاق اور فساد طبائع کی بنا پر کفر اور ناشکری ہی کا رویہ اختیار کیا۔ (تفسیر سعدی: 1874/2)

(5) ''زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حدیبیہ میں رات کی بارش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟'' صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ فرمایا کہ اس نے کہا ''میرے بندوں نے صبح کی، کچھ تو مومن تھے اور کچھ کافر تھے جس نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا، اور جس نے کہا فلاں فلاں تارے سے بارش ہوئی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا''۔ (بخاری: 846)

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾

''اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے'' (51)

سوال: 1:﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مشیت کے نفوذ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتا، یعنی ہر بستی میں ایسا رسول بھیج دیتا جو ان کو گناہوں کے انجام سے ڈراتا۔ پس اس کی مشیت اس سے قاصر نہ تھی مگر اے محمد! (ﷺ) آپ اور اپنے بندوں پر اس کی حکمت اور رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس نے آپ کو سرخ وسیاہ، عربی وعجمی اور انس وجن تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (تفسیر سعدی: 1784/2)

(2) ایک بستی میں ایک خبردار کرنے والا آتا تو! (i) اس کی وجہ سے ذمہ داریاں بٹ جائیں، مشقتیں کم ہو جائیں۔

(ii) اس کی وجہ سے انسانیت ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

(3) (i) اللہ تعالیٰ نے سارے جہان والوں کے لیے ایک ہی خبردار کرنے والا اس لیے بھیجا تا کہ ساری انسانیت پر ایک رسالت جمع ہو جائے اور لوگ مختلف رسولوں کی باتوں کی وجہ سے باہمی اختلاف کا شکار نہ ہو جائیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رسول کو جہان والوں کے لیے خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا تا کہ نبوت کے بارے میں آئندہ جو جھوٹے دعوے

ہونے والے تھے اس کا ایک ہی بار فیصلہ کر دیا جائے تا کہ حق اور تسبیح کی طرف ہدایت دینے والے کے بارے میں کوئی شک باقی نہ رہ جائے۔﴿قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵۸)﴾ ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (الاعراف:158)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ کو پانچ چیزیں ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملیں۔ ایک تو یہ کہ ہر پیغمبر خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور میں سرخ اور سیاہ ہر شخص کی طرف بھیجا گیا (سرد ملکوں کے لوگ سرخ ہیں اور گرم ملکوں کے لوگ سیاہ تو مطلب یہ ہے کہ میری نبوت عام ہے، کسی ملک سے خاص نہیں) اور مجھے غنیمت (جہاد کی لوٹ کا مال) حلال ہوا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ اور میرے لیے ساری زمین پاک اور پاک کرنے والی کی گئی۔ پھر جس شخص کو جہاں نماز کا وقت آجائے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور مجھے مدد دی گئی رعب سے جو ایک مہینہ کے فاصلہ سے پڑتا ہے (یعنی میری دھاک ایک مہینے کی راہ سے پڑ جاتی ہے) اور مجھے شفاعت عطا ہوئی ہے۔ (مسلم:1163)

﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾

''چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد'' (52)

سوال:1:﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ ''چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کافروں کی بات مان کر اس خیر کو نہ چھوڑیں جس کے لیے آپ ﷺ کو بھیجا گیا اور جس کو دے کر آپ ﷺ کو بھیجا گیا۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے لیے پوری کوشش کریں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ڐ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جن

تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔'' (الانعام:19) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اُس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور تاکہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کردیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔'' (الانعام:92)

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے۔'' (الاحزاب:48)

(3) ﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ ''اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو۔'' (الدھر:24)

(4) ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکھف:28)

(5) ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا ہو، ذلیل وحقیر ہو۔'' (القلم:10)

(6) ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ ''اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد'' یہ حکم مکی دور کا ہے جب کہ ابھی جہاد بالسیف کا حکم نہیں ملا تھا۔ اس کا مطلب ہے۔ (i) قرآن مجید کے احکامات کو کھول کھول کر بیان کریں۔ (ii) قرآن مجید میں جن کاموں پر وعیدیں سنائی گئی ہیں اور جن میں اچھے اعمال پر خوش خبریاں سنائی گئی ہیں دونوں کو واضح کریں۔ (iii) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے، ان کی نشرو اشاعت کے لیے، جہاد کریں۔ (iv) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کے انتظامات کے لیے جہاد کریں۔ (v) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے جہاد کریں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۱۰) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔'' (الصف:10,12)

﴿وَهُوَ الَّذِیۡ مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیۡنَهُمَا بَرۡزَخًا وَّحِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے دوسمندروں کوملا دیا یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کردی'' (53)

سوال:1:﴿وَهُوَ الَّذِیۡ مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیۡنَهُمَا بَرۡزَخًا وَّحِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے دوسمندروں کوملا دیا یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کردی'' پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَهُوَ الَّذِیۡ مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ﴾ ''اور وہی ہے جس نے دوسمندروں کوملا دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے دوسمندروں کو اس طرح ملا رکھا ہے کہ کھارا پانی، میٹھے پانی کو خراب نہیں کرتا۔ (2) اللہ تعالیٰ ہی نے میٹھا اور کھارا پانی پیدا فرمایا ہے۔ پانی اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہے۔
(3)﴿هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ﴾ ''یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے'' (i)فُرَاتٌ کے لغوی معنی ہیں توڑ ڈالنا، کاٹ ڈالنا۔ (ii)فُرَاتٌ میٹھے پانی کو کہتے ہیں کیونکہ وہ پیاس کو کاٹ دیتا ہے یعنی پیاس کو ختم کر دیتا ہے۔ میٹھا پانی نہروں، چشموں اور کنوؤں میں ہوتا ہے۔ یہ پانی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آبادیوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ سمندروں کے اندر بھی میٹھے پانیوں کے چشمے پائے جاتے ہیں۔
(4) کھارا پانی سمندروں میں ہوتا ہے۔ جو مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ زمین کے تین چوتھائی حصے پر یہی سمندر پائے جاتے ہیں۔
(5)(i)سمندروں کا پانی کھارا ہوتا ہے اس میں بڑی حکمت ہے کہ یہ میٹھا نہیں۔ اگر یہ میٹھا پانی ہوتا تو زیادہ دیر تک ٹھہرے رہنے کی وجہ سے خراب ہو جاتا۔ (ii) کھارے پانی کا نہ ذائقہ بدلتا ہے نہ رنگ نہ بو۔ (iii) اگر ساکن سمندروں کا پانی میٹھا ہوتا تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی جس کی وجہ سے زمین پر زندگی ممکن نہ رہتی۔ (iv) سمندروں کے کھارے پانی میں ہزاروں برس سے جانور مرتے ہیں ان ہی میں گل سڑ جاتے ہیں لیکن نمکیات کی وافر مقدار کی وجہ سے ان میں بدبو پیدا نہیں ہوتی۔
(6)﴿وَجَعَلَ بَیۡنَهُمَا بَرۡزَخًا﴾ ''اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کردی'' میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ایک حجاب رکھ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں مل نہیں سکتے۔
(7)﴿وَّحِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا﴾ ''اور مضبوط آڑ کردی'' یعنی میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ یَلۡتَقِیٰنِ (۱۹) بَیۡنَهُمَا بَرۡزَخٌ لَّا یَبۡغِیٰنِ (۲۰) فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (۲۱)﴾ ''دوسمندروں کو اُس نے ملا دیا،

جو ایسے باہم مل جاتے ہیں۔ کہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الرحمن:19,21)

(8)﴿اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيۡنَ الۡبَحۡرَيۡنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا؟ اور اس کے درمیان دریا بنائے اور اُس کے لیے پہاڑ بنائے اور دوسمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (النمل:61)

﴿وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهۡرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيۡرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اسے نسب والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا رب ہمیشہ سے پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (54)

سوال:1 ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهۡرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيۡرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اسے نسب والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا رب ہمیشہ سے پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' قدرتوں والے رب نے انسان کو پانی سے پیدا کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے کے کمزور قطروں سے پیدا کیا جو کہ پانی ہے، ہر مخلوق کی بنیاد پانی ہے۔ (2) اللہ رب العزت نے نطفے سے پورا انسان بنایا۔

(3) جب انسان دنیا میں آتا ہے تو بچہ ہوتا ہے اور کسی کی بیٹی یا بیٹا کہلاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى﴾ ''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔'' (القیامہ:39) یعنی ہر انسان کے نسب کا سلسلہ چلتا ہے

(4)﴿نَسَبًا وَّصِهۡرًا﴾ ''پھر اسے نسب والا اور سسرال والا بنایا'' جب انسان کا بچہ بالغ ہوتا ہے شادی کے بعد سسرالی رشتے قائم ہوجاتے ہیں۔ یوں رب العزت نے نسب اور سسرال کا سلسلہ چلایا۔

(5) نسب سے مراد وہ رشتہ داریاں ہیں جو ماں باپ کی طرف سے ہوں۔ ﴿صِهۡرًا﴾ سے مراد وہ رشتہ داری ہے جو شوہر کے لیے بیوی کی طرف سے اور بیوی کے لیے شوہر کی طرف سے ہو۔ اس سے مراد سسرالی رشتہ داریاں ہیں۔

(6)﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيۡرًا﴾ ''اور آپ کا رب ہمیشہ سے پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' رب العزت کی وسیع قدرت ہے انسان کی پیدائش اس کے نسب اور سسرال کا سلسلہ اس کی قدرت کی نشانی ہے۔

(7) اور اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی عبادت حق ہے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت باطل ہے۔ (سعدی:1875/2)

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو اُنہیں نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور کافر اپنے رب ہی کے خلاف مددگار بنا ہوا ہے'' (55)

سوال: ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو اُنہیں نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور کافر اپنے رب ہی کے خلاف مددگار بنا ہوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے ماسوا جس کی عبادت کی جاتی ہے بے دلیل ہوتی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو اُنہیں نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت سے کراہت دلانے کے لیے شعور دلایا ہے کہ دیکھو تم ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ماسوا جس کی عبادت کی جاتی ہے بے دلیل کی جاتی ہے۔ اپنی رائے اور خواہش سے پیغمبروں اور انسانوں سے نفع کی امید لگائی جاتی ہے۔ نقصان سے بچنے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ان کی خاطر جنگ کرتے ہیں اور ایمان والوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔

(3) ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ ''اور کافر اپنے رب ہی کے خلاف مددگار بنا ہوا ہے۔'' یعنی کافر اپنے رب سے منہ موڑتا ہے۔ اپنے پیدا کرنے والے کا دشمن بن جاتا ہے۔ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے اپنے رب کے خلاف اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا معاون و مددگار بن جاتا ہے۔ حلانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے ہر نعمت سے نوازا ہے لیکن وہ جہالت سے دشمنی پر قائم رہتے ہیں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''اور ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' (56)

سوال: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا'' رب العزت نے رسول ﷺ کو نیک اعمال پر اطاعت کرنے والوں کے لیے خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' نافرمانوں کو برے اعمال سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(2) نبی کا کام پہنچا دینا ہے منوانا نہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

﴿بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ:67)

(3) عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے ''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' تو نبی ﷺ کے متعلق یہی اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی فرمایا تھا اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اوران پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے آپ میرے بندے ہیں اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے اور نہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عربی) کو سیدھا نہ کرلیں یعنی جب تک وہ ان سے لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرالیں پس اس کلمہ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔ (بخاری:4838)

﴿قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے'' (57)

سوال: ﴿قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں میں تم سے دعوت و تبلیغ کے کام کے لیے کوئی اجر نہیں مانگتا میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔ (2) ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے'' یعنی سوائے اس شخص کے جو اپنے رب کا راستہ اختیار کرنا چاہے۔ اور جو روشنی میں لے کر آیا ہوں۔ اس کی روشنی میں اس راستے پر چل پڑے۔

(3) ﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾ ''تم میں سے اُس کے لیے جو چاہے کہ وہ سیدھا چلے۔'' (التکویر:28)

(4) دعوت دینے والے کا اجر تو یہی ہے کہ لوگ رب کا راستہ اختیار کرلیں۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا﴾

''اور آپ اُس زندہ پر بھروسہ کریں جسے موت نہیں آئے گی اور آپ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی

پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' (58)

سوال: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا﴾ ''اور آپ اُس زندہ پر بھروسہ کریں جسے موت نہیں آئے گی اور آپ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ ''اور آپ اُس زندہ پر بھروسہ کریں جسے موت نہیں آئے گی'' یعنی اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں جو ہمیشہ سے زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ''وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (الحدید:3)

(3) انسان کو بھروسہ اُسی پر کرنا چاہیے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو جس کو کبھی موت نہیں آئی۔

(4) ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر پھر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔'' (سورۃ المائدۃ:23)

(5) ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔'' (ہود:123)

(6) ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ﴾ ''اور آپ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں'' اللہ تعالیٰ نے دعوت کے لیے صبر کرنے اور مدد مانگنے کے لیے تسبیح کا حکم دیا ہے کہ گھبراؤ تو اسی کی طرف دوڑو وہ کائنات کا منتظم ہے۔

(7) ﴿وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا﴾ ''اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار رہنے کے لیے کافی ہے۔ وہ گناہ کا حساب لے گا اور عذاب دے گا۔ نہ آپ کے ذمے ہدایت کی ذمہ داری ہے نہ اعمال کی حفاظت یہ معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

(8) دعوت دینے والا جب اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچاتا ہے تو اسے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مخالفت پر ردِّ عمل پیدا ہوتا ہے اس لیے اس ردِ عمل سے لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے کہ دیکھو رب نے دیکھ لیا، وہ جانتا ہے وہ حساب لے لے گا اس لیے آپ کام کی طرف توجہ کریں بندوں کے گناہوں سے خبردار رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا﴾

''جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر بلند ہوا، وسیع رحمت والا ہے سو آپ اس کے

بارے میں کسی پوری خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں" (59)

سوال: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا﴾ "جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر بلند ہوا، وسیع رحمت والا ہے سو آپ اس کے بارے میں کسی پوری خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ "جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا" اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہر چیز کا خالق ہے، وہ بادشاہ ہے، ساری کائنات پر غلبہ اور اقتدار رکھنے والا ہے اس نے چھ دن میں سات آسمان اور سات زمینیں پیدا فرما دیں۔ (2) چھ دنوں میں سے پہلا اتوار اور چھٹا جمعہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:1033)

(3) ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ "پھر عرش پر بلند ہوا" یعنی ان سارے کاموں کے بعد وہ عرش پر مستوی ہوا جو ساری مخلوقات کے لیے چھت ہے، وسیع اور انتہا درجے کا حسن رکھنے والا ہے۔

(4) ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ "وسیع رحمت والا ہے" جس کی رحمت نے سارے جہان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

(5) جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی سب سے زیادہ وسیع صفت کے ساتھ مخلوقات میں سے سب سے زیادہ وسیع مخلوق پر مستوی ہوا۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، وہ ان کے تمام ظاہر و باطن کی اطلاع رکھتا ہے، وہ عرش کے اوپر مستوی اور تمام مخلوق سے جدا ہے۔ (تفسیر سعدی:1877/2)

(6) ﴿فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا﴾ "کسی پوری خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں" اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی خبر رکھنے والے ہی سے پوچھنا چاہیے۔

(7) اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم والوں سے معلومات حاصل کرو۔ رب العزت کے بارے میں محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی علم والا نہیں۔

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟ کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ اور اس بات نے اُن کے بدکنے میں اور اضافہ کیا" (60)

سوال: ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟ کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ اور اس بات نے اُن کے بدکنے میں اور اضافہ کیا" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ﴾ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمن کو سجدہ کرو" یعنی جب وسیع رحمت والے کے لیے

سجدے کا حکم دیا جائے گا کہ اس نے نعمتوں سے نوازا ہے، مصیبتوں کو دور کیا ہے۔

(2)﴿قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ﴾ ''تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟'' انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم تو رحمٰن کو نہیں جانتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم نام الرحمٰن سے بدکتے تھے۔ تسلیم نہیں کرتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معاہدہ لکھتے وقت بسم اللہ لکھنے کا حکم دیا تو مشرکوں نے کہا ہم رحمن، رحیم کو نہیں جانتے پہلے کی طرح لکھو باسمک اللہ محمد ﷺ اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو۔ جس سے بھی تم پکارو سب اچھے نام اُسی کے ہیں۔'' (بنی اسرائیل:110)

(3)﴿اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا﴾ ''کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دیتے ہو؟'' یعنی کیا ہم آپ ﷺ کے حکم دینے سے رحمن کو سجدہ کرلیں۔

(4)﴿وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾ ''اور اس بات نے اُن کے بدکنے میں اور اضافہ کیا۔'' اس بات سے ان کی نفرت اور بے زاری میں اور اضافہ ہوا۔ (5)﴿نُفُوْرًا﴾ ''ان کے بدکنے میں'' نفورا سے مراد ایمان کے مقابلے میں تکبر کرنا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 271/12)

(6) نفرت میں اضافے کا سبب تو انسان کے اندر رہتا ہے۔ اندر تکبر ہو، سرکشی ہو یا تقلید، باہر سے کسی شخصیت کو ہی مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے جیسے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا کہ اس کو سجدہ کیسے کرسکتے ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔

رکوع نمبر:4

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾

''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' (61)

سوال: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر قدرت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس سوال کا کہ رحمن کیا ہوتا ہے جواب دیا ہے کہ رحمن تو وہ ہے جس کی تخلیق کے بارے میں تم سمجھنا چاہو تو عقل دنگ رہ جائے گی بس اتنا جان لو کہ بڑا بابرکت والا ہے۔ وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سورج اور چاند رکھا اور جس نے رات اور دن کو یکے بعد دیگر آنے والا بنایا۔ اس میں سبق ہے جو شکر گزار ہونا چاہے۔

(2)﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے'' بروج بُرُج کی جمع ہے اس

سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔ بڑا برکت والا، قدرتوں والا، عظمتوں والا ہے وہ جس نے سورج اور چاند کی منزلیں بنائیں۔ آسمان میں خوب صورت برج بنائے جیسے شہروں کی حفاظت کے برج اور قلعے ہوتے ہیں اسی طرح آسمان کی حفاظت کے لیے بڑے بڑے تارے ہیں جو شیاطین کے لیے شہاب ثاقب ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾ اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (الملک:5)

(4) ﴿وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا﴾ ''اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' یعنی سورج جس میں روشنی اور حرارت ہے چراغ کی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾ اور ہم نے ایک چمکتا ہوا گرم چراغ رکھ دیا۔ (النبا:13)

(5) ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً﴾ ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی بنایا ہے (یونس:5)

(6) ﴿وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' رب العزت نے جگمگاتا چاند بھی بنا دیا جس میں روشنی تو ہے حرات نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (15) وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (16)﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں۔ اور اُن میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔'' (نوح:15,16) (7) اس آیت میں شمس یعنی سورج کا تذکرہ کیا ہے جس کی روشنی سے زمین روشن ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے قمر رکھا ہے جس کی روشنی لطیف اور خوش گوار ہے۔ (8) اللہ تعالیٰ کی منظم تدبیر ہے جس میں ساری مخلوق کے لیے مصالح اور منافع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق عظیم ہے اس کے احسانات بے شمار ہیں وہ عظیم ہے، رحیم ہے، کریم ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے'' (62)

سوال: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا

بنایا" اللہ تعالیٰ نے دن رات کا نظام ایسا بنایا ہے کہ ایک جاتا ہے اور دوسرا آتا ہے اور اس نظام میں فرق نہیں آتا۔

(2)(i) رات اور دن کا یہ نظام آگے پیچھے نہ ہوتا تو زمین پر زندگی ممکن نہ ہوتی۔(ii) زمین اپنے محور کے گرد چوبیس گھنٹوں میں اپنا چکر پورا کرتی ہے۔اس کی رفتار ایک ہزار میل فی گھنٹہ ہے۔"سائنس دعوت ایمان دے رہی ہے" کا مصنف لکھتا ہے کہ اگر یہ گردش سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہوتو ہمارے رات اور دن میں دس گنا زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔اسی حالت میں جس حصے پر سورج چمک رہا ہوگا وہ سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گا اور رات کے وقت جو کچھ زمین پر ہوگا سب جم جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ "اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ پے در پے چلنے والے ہیں اور تمہارے لیے اس نے دن اور رات کو مسخر کیا۔" (ابراہیم:33)

(4) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔" (مسلم:6989)

(5)﴿لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ "ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے" اللہ تعالیٰ رات اور دن کو ہمارے مشاہدے کے لیے اس لیے پیش کیا ہے تا کہ ان پر غور وفکر کر کے انسان رب کی قدرت کو پہچان لے ان سے سبق لے اور شکر گزار بن جائے۔انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اللہ تعالیٰ کے اندازوں پر غور وفکر کر کے سبق لے سکتا ہے۔

(6)(i) غور وفکر کر کے سبق لینے والا یہ پالیتا ہے کہ زمین کی خلا میں صحت کے ساتھ گردش خالق کی قدرت کا اظہار ہے۔(ii) غور وفکر کرنے والا یہ پالیتا ہے کہ زمین انسانی مصلحتوں کے لیے سازگار بنائی گئی۔(iii) جو شخص غور وفکر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے شکر میں ڈوب جاتا ہے۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

"اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو" (63)

سوال 1:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ "اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں" رحمن کے بندوں کی چال ڈھال میں عاجزی ہوتی ہے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ﴾ "اور رحمن کے بندے" رحمن کا انکار کرنے والوں نے رحمان کو پہچاننے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ تم رحمان کو نہیں مانتے تو رحمن کے بندوں کو دیکھ لو وہ اپنے کردار سے پہچانے جاتے ہیں۔ان کی صفات اور ان کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے۔رحمن ایسے افراد پر مشتمل سوسائٹی وجود میں لانا چاہتا ہے۔

(2)﴿الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا﴾ ''جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں'' چال انسان کی پوری شخصیت کی نمائندگی کرتی ہے اس لیے چال کا تذکرہ سب سے پہلے کیا گیا ہے۔

(3) نرم چال وہ ہوتی ہے جس میں (i) نہ تو تکبر اور غرور ہوتا ہے۔(ii) نہ تکلف اور تصنع ہوتا ہے۔(iii) نہ سستی اور ڈھیلا پن ہوتا ہے۔

(iv) پُروقار چال کو نرم چال کہتے ہیں۔

(4) یعنی وہ حلم، سکینت، اور وقار سے چلتے ہیں۔ان کی چال میں تکبر نہیں ہوتا۔

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندے کے معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھادیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرمادیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6592)

(6) اللہ تعالیٰ نے چال میں تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔جیسا کہ فرمایا ﴿وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے''۔ (لقمان:18) اور فخر وغرور والی چال سے منع فرمایا ہے۔

(7)(i) رسول اللہ ﷺ جب چلتے تھے تو آپ ﷺ تمام لوگوں سے تیز چلتے تھے آپ ﷺ کی چال بہت خوبصورت اور سکون والی تھی۔

(ii) سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب چلتے تھے تو یوں لگتا تھا کہ آپ ﷺ کسی نشیبی جگہ اُتر رہے ہوں۔

(iii) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے چلتے تھے جس طرح کوئی شخص اُترتا ہے اور چڑھنے والے کی چال بھی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح اُترنے والی کی چال ہوتی ہے اور اس قسم کی چال وہ لوگ چلتے ہیں جو اولوالعزم، عالی ہمت اور بہادر ہوتے ہیں۔(زادالمعاد، ابن القیم) (iv) سیدنا ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوب صورت کوئی چیز نہیں دیکھی گویا سورج آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر چلتا ہے اور میں نے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے تیز رفتار نہیں دیکھا۔گویا آپ ﷺ کے لیے زمین کو لپیٹ دیا جاتا تھا۔ہم تو ہر معاملے میں پریشان ہوتے تھے لیکن آپ ﷺ کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آرہے تھے کہ نبی ﷺ نے پیچھے (اونٹ ہانکنے کے) سخت شور اور اونٹوں کی ماردھاڑ کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے ان کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''لوگو! آہستگی و وقار اپنے اوپر لازم کرلو، (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔'' (بخاری:1671)

(9) رحمن کے بندوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین اُتر آتا ہے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اُن کے دلوں میں اپنی ذات کی بڑائی کا احساس رہتا۔اُن کی ذات عبودیت اور بندگی کا نمونہ بن جاتی ہے۔یہی چیز اُن کے اُٹھنے، بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بھی جھلکتی ہے۔

سوال 2: ﴿وَّ اِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا﴾ ''اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو'' رحمن کے

بندے جاہلوں سے اعراض کے موقع پر سلامتی کی دعا دیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو'' (i) رحمن کے بندے جوابی ٹکراؤ سے رُکتے ہیں۔ (ii) رحمن کے بندے سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں۔ (iii) رحمن کے بندے اللہ تعالیٰ کے خوف سے لوگوں کے لیے ہدایت کی دُعا کرتے ہوئے الگ ہو جاتے ہیں۔

(2) (i) یہاں اس سے مراد منہ موڑنا اور بے فائدہ بحث کو چھوڑ دینا ہے۔ (ii) اس سے مراد جاہلوں سے نہ اُلجھنا ہے۔

(3) ﴿قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو'' یعنی وہ انہیں اس طریقے سے خطاب کرتے ہیں جس سے وہ گناہ اور جاہل کی جہالت کے مقابلہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ان کے حلم، برائی کے بدلے احسان، جاہل سے عفو و درگزر اور وفور عقل کی مدح ہے جس نے انہیں اس بلند مقام پر فائز کیا۔ (تفسیر سعدی: 1881/2)

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح اپنے والد کو سلامتی کی دعا دی تھی ﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ ''اُس نے کہا: '' آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا، یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے۔'' (مریم: 47) (5) اہل ایمان اپنے قیمتی وقت کو ایسے کاموں میں ضائع نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں مثلاً فحش گوئی بدکلامی وغیرہ۔

(6) سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی ﷺ اپنے گھر سے نکلے ہوں اور انہوں نے آسمان کی طرف رخ کر کے یہ نہ کہا ہو: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا میں گمراہ کروں، یا میں بہکاؤں یا بہکا یا جاؤں، یا میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، یا میں جہالت برتوں یا مجھ سے جہالت برتی جائے۔ (ابوداؤد: 5094)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے بد اخلاقی سے پیش آتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تُو واقعی ایسا ہے جیسا تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔'' (مسلم: 6525) (8) رحمن کے بندے جہالت سے باتیں کرنے والوں سے سلامتی کی بات کرتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾

''اور جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں'' (64)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ ''اور جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں''

رحمن کے بندوں کی راتیں عبادت میں گزرتی ہیں'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾''اور جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں'' (i)رحمن کے بندوں کی راتیں روشن ہوتی ہیں جب ساری مخلوق سوجاتی ہے تو وہ جاگتے ہیں۔(ii)رحمن کے بندوں کی راتیں سجدے اور قیام میں گذرتی ہیں۔(iii)رحمن کے بندوں کی توجہ رب کی جانب رہتی ہے۔(iv)رحمن کے بندوں کو میٹھی نیند سے زیادہ لذت قیام وسجود میں ملتی ہے۔(v)رحمن کے بندوں کی سوچ اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتی ہے۔(vi)رحمن کے بندے زمین پر رہنے کے باوجود عرش والے کے ساتھ لولگائے رکھتے ہیں۔

(2)﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾''ان کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں جو ہم نے ان کو رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''(السجدہ:16)

(3)﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے۔''(الذاریت:17)

(4)﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾''(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔''(الزمر:9)

(5)سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی ایک ایسی مجلس میں موجود تھا کہ جس میں آپ نے جنت کی بہت تعریف فرمائی یہاں تک کہ انتہا ہوگئی پھر آپ نے اپنے بیان کے آخر میں فرمایا کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا پھر آپ نے یہ آیات کریمہ پڑھی۔اُن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔وہ اپنے ربّ کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں۔اور اُس میں جو ہم نے انہیں رزق دیا وہ خرچ کرتے ہیں۔پھر کوئی شخص نہیں جانتا جو کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک اُن کے لیے چھپا کر رکھی گئی ہے۔اُن اعمال کے بدلے میں جو وہ کرتے ہیں۔(مسلم:7135)

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ڰ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾

''اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے''(65)

سوال:1:﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ڰ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾''اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے''رحمن کے بندے عذاب جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ﴾ ''اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے'' رحمن کے بندے اس لیے خوف کھاتے ہیں کہ کہیں اپنی کسی غلطی پر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں نہ آجائیں۔

(2) رحمن کے بندوں نے اگرچہ جہنم کو دیکھا نہیں لیکن قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ نے جہنم کی جو تصویر کشی کی ہے اس پر پختہ یقین کی وجہ سے خوف کھاتے ہیں اور اپنی عبادت کو کم سمجھتے ہیں اس لیے رب سے جہنم سے بچنے کی دُعائیں کرتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' (المومنون:60)

(4)﴿اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾ ''یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے'' یعنی جہنم کا عذاب جہنمیوں سے چپک جائے گا۔ جیسے قرض خواہ مقروض سے چپک جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1881/2) (5) جہنم کا عذاب دائمی ہلاکت والا ہے جو اپنے اندر آنے والے کو نہیں چھوڑے گا۔

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ سے تین مرتبہ جنت مانگے (اس کے حق میں) جنت کہتی ہے یا اللہ! اسے جنت میں داخل فرما اور جو شخص تین مرتبہ آگ سے پناہ مانگے (اس کے حق میں) آگ کہتی ہے'' یا اللہ! اسے آگ سے بچالے''۔ (ابن ماجہ:3502/2)

(7) اللہ تعالیٰ نے جہنم سے پناہ کی دعائیں سکھائی ہیں۔﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اور ان میں سے کوئی کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا''۔ (البقرہ:201)

(8)﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (١٩١) رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (١٩٢)﴾ ''وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔ اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اُس کو تو نے واقعی رُسوا کر دیا، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔'' (آل عمران:191,192)

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درج ذیل دعا قرآن مجید کی کسی سورت کی طرح سکھاتے تھے آپ ﷺ فرماتے کہو ''اے اللہ! ہم جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتے اور قبر کے عذاب سے بھی تیری پناہ طلب کرتے ہیں نیز مسیح دجال کے فتنے سے اور زندگی و موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں'' (نسائی:ابواب النوم)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے۔ ''اے اللہ! جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام کے رب! میں آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (نسائی:5092/3)

(11) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ کلمات پڑھتے ''یا اللہ! جس روز تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس روز مجھے اپنے عذاب سے بچائے رکھنا۔'' (ابوداؤد:4218/3)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہر مصیبت سے بچایا، مجھے رہنے کے لیے جگہ دی، مجھے کھلایا اور پلایا اور اس ذات کا شکر ہے جس نے مجھ پر احسان کیا تو خوب کیا، مجھے عطا فرما تو خوب عطا فرما، ہر حال میں اس کا شکر ہی شکر ہے۔ اے اللہ! ہر چیز کے پالنہار، ہر چیز کے مالک، ہر چیز کے الہ، میں آگ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔'' (ابوداؤد:4229/3)

(13) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو بستر سے غائب پایا اور ڈھونڈنے لگی۔ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے (پاؤں کے) تلوے پر پڑا جو کھڑے حالت میں تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے (اور سجدے کی حالت میں) یہ دعا مانگ رہے تھے ''اے اللہ! میں تیری رضا کے وسیلے سے تیرے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری بخشش کے وسیلے سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں (ہر معاملے میں) تجھ سے ہی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری حمد و ثنا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تیری تعریف ویسی ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی۔'' (مسلم، کتاب الصلاۃ)

﴿اِنَّهَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾

''بلاشبہ وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور اقامت کی جگہ ہے'' (66)

سوال: ﴿اِنَّهَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''بلاشبہ وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور اقامت کی جگہ ہے'' جہنم ہر اعتبار سے بدترین جگہ ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''بلاشبہ وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور اقامت کی جگہ ہے'' رحمن کے بندے جہنم کے بارے میں یہ یقین رکھتے کہ اس کا عذاب جان کو چمٹ جانے والا ہے یہ یقین اتنا پختہ ہے گویا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی یہ جہنم ہڑپ کر جائے گی اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواستیں کرتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ بچالے وہ بڑا برا مقام اور ٹھہرنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اس کا عذاب نہ چھوڑتا ہے، نہ کم ہوتا ہے، نہ ختم ہوتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيۡنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَحۡقَابًا﴾ ''یقینا جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانہ ہے۔ جس میں وہ عرصہ دراز تک پڑے رہنے والے ہیں۔'' (النباء:21,23)

(3) ﴿وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبۡقِىۡ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے۔ نہ وہ باقی

رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔'' (المدثر: 27,29)

(4) ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ (۸) وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (۹) يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ (۱۰) كَلَّا لَا وَزَرَ (۱۱)﴾ ''اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا۔ اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔'' (القیامۃ: 8,11) (5) ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى (۱۱) الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى (۱۲) ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى﴾ ''اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا۔ وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔'' (الاعلیٰ: 11,13)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری یہ 'دنیا کی' آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے جہنم کی آگ کی گرمی کا سترہواں حصہ ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''واللہ یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو یہی دنیا کی) آگ کافی تھی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' (مسلم، کتاب الجنۃ)

(7) سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج رات خواب دیکھا ہے جس میں دو شخص میرے پاس آئے اور دونوں نے کہا کہ یہ جو آگ بھڑکا رہا ہے جہنم کا داروغہ مالک ہے میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔'' (بخاری، کتاب بدء الخلق)

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز ایسے شخص کو لایا جائے گا جس کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہو گا دنیا میں اس نے بہت زیادہ عیش و عشرت کی ہوگی اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدام! کیا دنیا میں تو نے کوئی نعمت دیکھی، کبھی دنیا میں تمہارا ناز و نعم سے واسطہ پڑا؟'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب تیری قسم! کبھی نہیں!'' پھر ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا جو جنتی ہو گا لیکن دنیا میں بڑی تکلیف وہ زندگی بسر کی ہوگی اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کبھی دنیا میں تو نے کوئی تکلیف دیکھی یا رنج و غم سے تمہارا کوئی واسطہ پڑا؟'' وہ کہے گا ''اے میرے رب تیری قسم! کبھی نہیں۔ مجھے تو نہ کبھی رنج و غم سے واسطہ پڑا نہ کوئی دکھ یا تکلیف دیکھی''۔ (مسلم)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جہنم سے بھاگنے والے کسی شخص کو (آرام کی نیند) سوتے نہیں دیکھا نہ ہی جنت کے کسی خواہشمند کو (آرام کی نیند) سوتے دیکھا ہے۔'' (ترمذی: 2097/2)

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا﴾

''اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر رہتا'' (67)

سوال: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ ہیں تو نہ

فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا'' رحمن کے بندے بے جا خرچ نہیں کرتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں'' (i) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرنا۔(ii) اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ نہ کرنا۔

(iii) جن اُمور پر خرچ کرنا واجب ہے ان میں اعتدال کی حد سے نکل جانا اسراف ہے۔(iv) مباح اُمور میں حد اعتدال سے نکل جانا۔

(2) اسراف کی وجہ سے انسان ضرورت سے زیادہ مال خرچ کرتا ہے اس طرح دوسروں کی قوت خرید متاثر ہوتی ہے۔

(i) اسراف کی وجہ سے بنی نوع انسان کے وسائل غلط موقع پر خرچ ہوتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ اس سے لوگوں کی بھوک مٹانے، تعلیم، غذا اور گھر اور انسانوں کے دُکھ دور کیے جائیں جب کوئی انسان ذات پر خرچ کرتا ہے تو اس سے انسانیت کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(ii) اسراف کی وجہ سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔(iii) اسراف کی وجہ سے ناجائز دولت اکٹھی کرنے کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔

(3)﴿وَلَمْ يَقْتُرُوْا﴾ ''اور نہ کنجوسی کرتے ہیں'' کنجوسی دراصل مال کی محبت کی انتہا کا نام ہے نہ انسان خود فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نہ گھر والوں کو، نہ معاشرے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ انسان خود دُنیا سے چلا جاتا ہے اور کنجوسی کی داستانیں چھوڑ جاتا ہے۔

(4) کنجوسی کی وجہ سے لوگ اپنا مال خرچ نہیں کرتے جس کی وجہ سے لوگوں کے لیے مال سے نفع اُٹھانا ممکن نہیں رہتا یوں معاشرے میں کساد بازاری پیدا ہوتی ہے۔

(5)﴿وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ ''اور ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا'' رحمن کے بندے نہ بخل کرتے ہیں نہ حق داروں کا حق مارتے ہیں اور حسب ضرورت خرچ کرتے ہیں اور نہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ درمیانی راہ پر چلتے ہیں۔

(6) رحمن کے بندے جیسے ذمہ دارنہ طور پر کماتے ہیں اسی طرح ذمہ دارانہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔

(7) رحمن کے بندے اسراف اور کنجوسی کے درمیان حد اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔(7) رحمن کے بندے واجبات پر خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً زکوۃ، اور کفارہ وغیرہ (8) انسان دو طرح سے خرچ کرسکتا ہے یا اسراف کرسکتا ہے یا کنجوسی۔

(9) اسراف کی وجہ سے جان، مال اور معاشرے کی تباہی ہوتی ہے۔ کنجوسی میں ایک شخص اپنے مال سے خود بھی فائدہ نہیں اُٹھاتا اس لیے اسلام خرچ کرنے کے لیے انسان کو پابند کرتا ہے کہ وہ اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔

(9) نبی ﷺ نے فرمایا وہی شخص سمجھدار ہے جو کمائی میں میانہ روی اختیار کرے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ ط

﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے۔اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ۔اور وہ زنا نہیں کرتے۔اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' (68)

سوال 1:﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے'' رحمن کے بندے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے'' اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے۔اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ۔اور وہ زنا نہیں کرتے۔اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' رحمن کے بندے اللہ تعالیٰ کی ذات کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور اپنے انجام سے ڈرتے ہیں اس لیے اس وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

(2) یعنی وہ غیر اللہ سے حاجتیں مرادیں مانگ کر ان کی عبادتیں نہیں کرتے۔

سوال 2:﴿ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ ﴾ ''اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے'' رحمن کے بندے قتل نہیں کرتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ ﴾ ''اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے'' یعنی مسلمان اور معاہد کافروں کو قتل نہیں کرتے۔(2) کسی جان کو ناحق قتل کرنا کسی معاشرے کی بدامنی، بے سکونی اور بے اطمینانی کا باعث بنتا ہے اس لیے اسلام ایک جان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر جرم ٹھہراتا ہے۔

(3) حق کے ساتھ قتل کرنے کی تین صورتیں ہیں۔(i) اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا یعنی مرتد ہونا۔(ii) شادی شدہ ہو کر زنا کرنا۔(iii) کسی کو قتل کرنا۔

سوال 3:﴿ وَلَا يَزْنُوْنَ ﴾ ''اور وہ زنا نہیں کرتے'' رحمن کے بندے زنا نہیں کرتے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَا يَزْنُوْنَ ﴾ ''اور وہ زنا نہیں کرتے'' ایمان والوں پر زنا حرام ہے۔ایمان اور زنا کا کوئی تعلق نہیں۔

(2) مومن اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(3) اسلام مرد اور عورت کے جائز تعلق نکاح کو با مقصد بناتا ہے اس کے ذریعے فطری تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں۔انسان کو سکون بھی ملتا ہے اور نئی نسل کی پرورش، نگہداشت اور تربیت بھی ہوتی ہے۔زِنا کی وجہ سے ایک تو مقدس انسانی تعلق گری ہوئی غلیظ حیوانی زندگی کی طرح کا ہو جاتا ہے جس میں محض جسمانی تقاضے پورے ہوتے ہیں دوسری طرف آنے والی اولاد کی پرورش، نگہداشت اور تربیت کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی یوں زِنا انسانیت کش جرم ہے اس لیے اسلام اُسے گھناؤنا کبیرہ گناہ

قرار دیتا ہے۔

سوال4:﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ ''اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ ''اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' یعنی جو شرک قتل یا زنا کرے تو وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔(2)﴿اَثَامًا﴾ ''اثام سے یہاں عذاب مراد ہے۔

(3)عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اثام جہنم کی وادی ہے۔عکرمہ نے کہا کہ اس میں زنا کار جائیں گے۔(جامع البیان:45/19)

﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾

''قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دوگنا کردیا جائے گا اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلیل کیا ہوا رہے گا''(69)

سوال:﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ ''قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دوگنا کردیا جائے گا اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلیل کیا ہوا رہے گا'' قیامت کے دن عذاب بڑھتا ہی چلا جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دوگنا کردیا جائے گا'' قیامت کے دن عذاب دوگنا بھی ہوگا اور توہین آمیز بھی اس وجہ سے یہ زیادہ شدید اور تکلیف دہ بن جائے گا۔

(2)﴿وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ ''اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلیل کیا ہوا رہے گا'' اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کوئی ان تمام افعال کا ارتکاب کرتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اسی طرح شرک کا مرتکب بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔اسی طرح ان تینوں گناہوں میں سے ہر گناہ کے ارتکاب پر سخت عذاب کی وعید ہے۔کیونکہ یہ گناہ یا تو شرک ہے یا کبیرہ گناہ ہے۔رہا قاتل اور زنا کار کا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا تو قرآن اور سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔اس لیے کہ تمام اہل ایمان جہنم سے نکال لئے جائیں گے،کوئی مومن جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا خواہ اس نے کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کیوں نہ کئے ہوں۔اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ انہیں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں سب سے بڑے گناہ ہیں۔شرک فساد ادیان،قتل فساد ابدان اور زنا فساد عزت وناموس ہے۔(تفسیر سعدی:1882/2)

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''(70)

سوال:﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ ''مگر جس نے توبہ کی'' یعنی جس نے شرک وقتل زنا اور دوسرے گناہوں سے توبہ کرلی ،ان گناہوں پر نادم ہوا انہیں چھوڑ دیا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کرلیا۔

(2) خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے۔قتل کی سزا تب جہنم ہے جب قاتل نے توبہ نہ کی ہو اور بغیر توبہ کیے ہی فوت ہو گیا ہو کیونکہ مسلم کی کتاب التوبہ کی حدیث کے مطابق سو آدمیوں کے قاتل کی خالص توبہ کو اللہ نے قبول کرلیا تھا۔

(3) سیدنا ابو سعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،تم میں سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا،اس نے ننانوے قتل کیے۔پس اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کی بابت لوگوں سے پوچھا،تو اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتلایا گیا،اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا،نہیں۔اس نے اس پادری کو بھی قتل کر کے سو کی تعداد پوری کرلی،اس نے پھر پوچھا کہ مجھے سب سے بڑا عالم بتلاؤ؟ اسے ایک عالم کی نشاندہی کی گئی،اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے سو آدمی قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس عالم نے کہا،ہاں،کون ہے جو اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو؟ جا،فلاں زمین (علاقے میں چلا جا! بلاشبہ وہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں،تو بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ آنا،یہ برائی کی زمین ہے۔چنانچہ اس نے نیکیوں کی اس بستی کی طرف سفر شروع کردیا،ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا،کہ اسے موت آگئی (اس کی روح کو لینے کے لیے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے (دونوں ہی) آگئے اور ان کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا۔ملائکہ رحمت نے کہا،وہ تائب ہو کر آیا تھا اور دل کی پوری توجہ سے وہ رب کی طرف آنے والا ہے۔عذاب کے فرشتے بولے،اس نے کبھی بھلائی کا کام نہیں کیا (اس لیے وہ عذاب کا مستحق ہے،ان فرشتوں کے مابین یہ جھگڑا جاری تھا) پس ایک فرشتہ،آدمی کی شکل میں آیا،اسے انہوں نے اپنا حکم بنالیا،اس نے فیصلہ دیا،دونوں زمینوں کے مابین مسافت کو ناپو۔(یعنی جس علاقے سے وہ آیا تھا وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ اور یہاں سے نیکیوں کے علاقے کا فاصلہ،دونوں کی پیمائش کرو)۔ان دونوں میں سے وہ جس کے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا۔چنانچہ انہوں نے پیمائش کی تو انہوں نے اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ارادہ کیے جارہا تھا،پس اسے رحمت کے فرشتوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔(مسلم:7008)

(4)﴿وَاٰمَنَ﴾ ''اور ایمان لایا'' توبہ کے بعد اللہ رب العزت پر سچا اور صحیح ایمان لایا۔ وہ ایمان جو گناہ چھوڑے اور نیک اعمال کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ (5)﴿وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے'' یعنی نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی، رمضان کے روزے رکھے حج کیا اور ایسے کام کیے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جس سے اس کی رضا مطلوب ہے۔

(6)﴿فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا'' یعنی توبہ کرنے والوں کی برائیاں اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کی وجہ سے مٹا دے گا اور ان کے لیے ان کے نیک اعمال لکھے گا اور فرماں برداری کے وہ سارے کام بھی جو توبہ کرنے کے بعد کرے گا۔

(7)(i) اس سے ایک مراد تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا حال بدل دیتا ہے جیسے اسلام قبول کرنے سے پہلے انسان برائیاں کرتا ہے ایسے ہی اسلام قبول کر کے انسان نیکیاں کرتا ہے۔ (ii) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ انسان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جاتا ہے۔

(8) یعنی ان کے وہ افعال اور اقوال جو برائی کی راہ میں سرانجام پانے کے لئے تیار تھے، نیکیوں میں بدل جاتے ہیں، چنانچہ ان کا شرک ایمان میں بدل جاتا ہے۔ ان کی نافرمانی اطاعت میں، اور وہ برائیاں جن کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا، بدل جاتی ہیں۔ پھر ان کا وصف یہ بن جاتا ہے کہ جو بھی گناہ ان سے صادر ہوتا ہے تو وہ اس کے بعد توبہ کرتے اور انابت واطاعت کا راستہ اختیار کرتے ہیں، جس سے وہ گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جو اس شخص کے بارے میں ہے جس کے بعض گناہوں کا اللہ تعالیٰ محاسبہ کرے گا اور ان گناہوں کو اس کے سامنے شمار کرے گا پھر ہر برائی کو نیکی میں بدل دے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا ''اے میرے رب! میری تو بہت سی برائیاں تھیں جو مجھے یہاں دکھائی نہیں دیتیں۔'' واللہ اعلم (تفسیر سعدی:1883/2)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا اور سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والا ہوگا۔ یہ وہ آدمی ہوگا کہ قیامت کے دن اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے بڑے گناہ ایک طرف رکھ دیئے جائیں گے اس کو کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا؟ وہ اثبات میں جواب دے گا انکار کی اس کو طاقت نہ ہوگی اُسے اس بات کا بھی ڈر ہوگا کہ ابھی میرے بڑے گناہ بھی پیش کیے جائیں گے کہ اتنے میں اس سے کہا جائے گا تیرے لیے ہر بُرائی کے بدلے ایک نیکی ہے اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانی دیکھ کر وہ کہے گا ابھی تو میرے بہت سے اعمال ہیں کہ میں انہیں یہاں نہیں دیکھ رہا یہ بیان کرتے ہی رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ (مسلم، کتاب الایمان)

(10) مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال کا بھی

مجھے ثواب ملے گا؟ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔ (بخاری:2220)

(11) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم جہاں کہیں ہو اللہ سے ڈرو ہر برائی کو بھلائی کے ساتھ مٹا دو اور لوگوں کے ساتھ نیک خلقی کے ساتھ پیش آؤ۔'' (ترمذی:1987)

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں'' (ھود:114)

(13) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں پہلے جنگ میں شریک ہوجاؤں یا پہلے اسلام لاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور پھر جنگ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔ (بخاری:2808)

(13) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا ایک شخص (نام نامعلوم) نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے جو گناہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت کے زمانے میں کئے کیا ان کا مؤاخذہ ہم سے ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو شخص اسلام کی حالت میں نیک اعمال کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مؤاخذہ نہ ہوگا (اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا) اور جو شخص مسلمان ہوکر بھی برے کام کرتا رہا اس سے دونوں زمانوں کے گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا۔ (بخاری:6921)

(14) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ توبہ کرنے والے کے تمام بڑے بڑے گناہ بھی بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنی رحمت سے گناہ گاروں کو توبہ کی طرف بلاتا ہے، توبہ کی توفیق دیتا ہے اور توبہ قبول فرماتا ہے۔

﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾

''اور جس شخص نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو یقیناً وہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف، سچا رجوع کرنا'' (71)

سوال: ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ ''اور جس شخص نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو یقیناً وہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف، سچا رجوع کرنا'' ''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ تَابَ﴾ ''اور جس شخص نے توبہ کی'' یعنی جو گناہوں سے پلٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے سچے دل سے توبہ کرلے یعنی گناہوں پر نادم ہوکر پختہ عزم کرلے کہ اب گناہ نہیں کرے گا۔

(2) ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے'' یعنی توبہ کے بعد نیک عمل کرے۔

(3) ﴿فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ ''تو یقیناوہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف، سچا رجوع کرنا'' یعنی بندے کو معلوم ہونا چاہیے کہ توبہ کمال کا بلند ترین مقام ہے کیونکہ توبہ اس راستے کی طرف رجوع ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے میں بندے کی عین سعادت اور فلاح ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ توبہ میں اخلاص سے کام لے اور توبہ کو اغراض فاسدہ کے تمام شائبوں سے پاک رکھے۔اس سے مقصود دراصل بندوں کو تکمیل توبہ نیز بہترین اور جلیل القدر انداز سے اس کی اتباع کی ترغیب دینا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی طرف توجہ فرمائے اور، توبہ کی تکمیل کے مطابق، پورا پورا اجر عطا کرے۔(تفسیر سعدی:1883/2)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (التوبہ:104)

(5) ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (الزمر:53)

(6) ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جو کوئی برائی کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا پائے گا۔'' (النساء:110)

(7) ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓي اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَھُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر توبہ (کا حق) اُن لوگوں کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں۔ پھر یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، حکمت والا ہے۔ اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہتا ہے کہ یقیناً اب میں نے توبہ کی۔ اور نہیں ہے توبہ اُن لوگوں کے لیے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔'' (النساء:17,18)

(8) ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے گناہ نہیں ہوا'' (صحیح الجامع:3008)

(9) گناہ دراصل زندگی کا ایک عمل ہے، جو شخص گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اس کی زندگی نافرمانی سے تو خالی ہو جاتی ہے لیکن خلا رہ جاتا ہے اسلام اس خلا کو نیک اعمال سے پُر کرتا ہے۔ انسان گناہوں پر نادم ہو کر، گناہ چھوڑ کر، نیکیوں پر عمل پیرا ہو جائے تو یہ ثبوت ہے کہ انسان پلٹ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنے کا حق اسی طرح سے ادا ہو سکتا ہے کہ انسان نادم ہو، گناہ ترک کر دے اور نیک عمل کرے۔ یہ پوری طرح سے پلٹنا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾

''اور جولوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزرجاتے ہیں'' (72)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ ''اور جولوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزرجاتے ہیں'' رحمن کے بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ ''اور جولوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے۔(i) زُور سے مراد ہر جھوٹی بات ہے ہر باطل چیز جھوٹ ہے۔(ii) یعنی وہ ایسی مجلسوں میں نہیں جاتے اور نہ جھوٹی اور باطل گواہی دیتے ہیں۔(iii) یعنی جولوگ جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے (الزور) سے مراد حرام قول وفعل ہے۔پس وہ ان تمام مجالس سے اجتناب کرتے ہیں جو اقوال محرمہ یا افعال محرمہ پر مشتمل ہوتی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی آیات میں باطل انداز سے گفتگو میں مشغول ہونا اور جھگڑنا، غیبت، چغلی، سب وشتم، قذف واستہزا، حرام گانا بجانا، شراب پینا، ریشم کے بچھونے اور تصاویر وغیرہ۔جب وہ جھوٹ میں حاضر ہونے سے اجتناب کرتے ہیں تو جھوٹی بات کہنے اور جھوٹے فعل کے ارتکاب سے بدرجہ اولیٰ بچتے ہوں گے۔جھوٹی گواہی جھوٹی بات میں داخل ہے اور یہ بھی بدرجہ اولیٰ اس آیت کریمہ میں داخل ہے۔(تفسیر سعدی:1883,1884/2)

(4) نبی ﷺ نے فرمایا کہ بڑے سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور ماں باپ کو ستانا (ان کی نافرمانی کرنا) اور جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا۔تین بار یہی فرمایا یوں فرمایا اور جھوٹ بولنا برابر بار بار آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے آرزو کی کہ کاش آپ خاموش ہو رہتے۔(بخاری:6919)

سوال2:﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزرجاتے ہیں'' رحمن کے بندے لغویات سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) لغو سے مراد ہر وہ بات اور کام جس کا شرعاً کوئی فائدہ نہ ہو لغو ہے۔

(2)﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ﴾ ''اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں'' (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو، مثلاً بیوقوف لوگوں کا کلام۔

(3)﴿مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''تو شرافت سے گزرجاتے ہیں'' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان لغویات میں حاضر ہونا اور انہیں سننا، ان کا مقصد نہیں بلکہ اگر کسی لغویات کا کہیں سامنا ہو جاتا ہے تو نہایت باوقار طریقے سے اپنے آپ کو وہاں سے بچا لیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1883,1884/2)

(4)(i) اس سے مراد یہ ہے کہ رحمن کے بندے ایسی باتوں اور ایسے کاموں میں شامل نہیں ہوتے جو شرعاً بے فائدہ ہوں۔

(ii) رحمٰن کے بندے بے فائدہ باتوں، مجلسوں اور کاموں پر سے شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

(5) رب العزت نے اپنے بندوں کے طرز عمل کی وضاحت فرمائی ہے ﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾ ''اور جب انہوں نے بے ہودہ بات سُنی تو اس سے منہ موڑ لیا۔ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ تم پر سلام ہو۔ ہم جاہل نہیں بننا چاہتے۔'' (القصص:55)

(6) رحمٰن کے بندے اپنی اور معاشرے کی اصلاح میں مصروف رہتے ہیں اس لیے ان کے پاس شرعاً بے فائدہ کاموں کے لیے فرصت نہیں ہوتی۔ (7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ بے مقصد کام اور فضول بات ترک کر دے۔'' (ترمذی:2317) (8) رحمٰن کے بندے ایسی مجالس اور ایسے مقامات سے کریمانہ طور پر گزر جاتے ہیں جہاں بے فائدہ، لایعنی اور بے ہودہ مشاغل اور مصروفیات ہوں۔ (9) ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی تماشے کے پاس سے گزرے مگر ٹھہرے نہیں۔ رحمت عالم نے فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کریمانہ صبح و شام گزارتے ہیں (ابن ابی حاتم)

﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾

''جنہیں جب ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے'' (73)

سوال: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾ ''جنہیں جب ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے'' رحمٰن کے بندے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کانپ اٹھتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ﴾ ''جنہیں جب ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے'' یعنی جب رحمٰن کے بندوں کو قرآن کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:1037)

(2) یعنی وہ آیات جن سے راہنمائی لینے کا رب العزت نے حکم دیا ہے۔

(3) ﴿لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾ ''تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے'' یعنی وہ ان آیات سے سوچے سمجھے بغیر نہیں گزرتے۔ نہ وہ ان آیات سے روگردانی کرتے ہیں نہ بہرے بن کر گزرتے ہیں، نہ اپنے دل کی توجہ کسی اور جانب کرتے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

(5)﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔'' (السجدہ:15)

(6) رحمن کے بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور وہ اللہ کی آیات اور اس کے حکم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾

''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما

اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے'' (74)

سوال 1:﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ ''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔'' رحمن کے بندے اپنی بیویوں اور اولادوں کے رب کے راستے پر چلنے کی دعائیں کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ کہتے ہیں'' رحمن کے بندے اپنی بیویوں اور اولادوں کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے راستے پر چلا کر ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔

(2) اہل وعیال سے انسان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں: (i) جب اہل وعیال بھی اُسی طریقے پر ہوں جس پر انسان خود ہو۔

(ii) جب انسان اپنے اہل وعیال کے لیے بھلائی کا نمونہ اور قائد ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہوں۔

(iii) جب وہ بھلائی کے امام کی زندگی سے سبق لینے والے ہوں۔

(3) رحمن کے بندے عالی مرتبہ اور عالی ہمت ہوتے ہیں وہ اپنی اولادوں اور بیویوں کو اللہ تعالیٰ کا وفادار، اس کا اطاعت گزار اور اللہ کے بندوں کا خدمت گار بنا کر بندوں کی اصلاح کا کام کروانا چاہتے ہیں۔ جس کا نفع ان کی طرف اور ان کی بیویوں اور اولادوں کی طرف لوٹتا ہے۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (مسلم:4223)

(5)﴿وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ ''اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔'' (i) اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں بھلائی کا اتنا اچھا نمونہ بنادے کہ ہمارے گھر والے ہمارے پیروکار بن جائیں۔

(ii)اس سے مراد یہ ہے کہ اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی فرمان بردار ہو اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہوں۔

(6)﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے۔'' (سورہ السجدۃ:24 سعدی:1885/2.1884)

(7)متقین کا امام بننے کی یہ تمنا اپنی ذات کی بڑائی کے لیے نہیں ہے بھلائی میں آگے بڑھنے کا جذبہ ہے۔

سوال 2: اولاد کی اخلاقی اور روحانی تربیت والدین کی ذمہ داری ہے وضاحت کریں؟

جواب:(1)اولاد کے اخلاقی حقوق میں اہم چیز تربیت ہے۔ بقول سید سلمان ندوی رحمہ اللہ ظاہری اور جسمانی نشوونما کے بعد روحانی تربیت کا درجہ ہے۔ گویہ ایک اخلاقی حق ہے لیکن یہ آئینی حقوق سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سے وہ صحیح معنوں میں انسان بنے گا اور اسی سے وہ معاشرے کا مفید رکن سمجھا جائے گا۔ قرآن پاک میں کم ازکم ایک ارشاد تو ایسا ملتا ہے جو اسے قانونی حق بنا دیتا ہے یا فرض کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔

(2)﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ جس پر تندخو، زبردست فرشتے مقرر ہیں۔ جو کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور جو اُنہیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(3)﴿وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کردے۔ یقیناً میں نے تیری طرف رجوع کیا اور یقیناً میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔'' (سورۃ الاحقاف:15)

(4)ایوب بن موسی رضی اللہ عنہ سے منجانب اس کے باپ اور دادا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی باپ اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑھ کر اچھا عطیہ نہیں دیتا۔'' (ترمذی:17/2)

(5)ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں ساتھ رکھا تو اللہ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو سکے۔ اور جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کی اور انہیں سلیقہ سکھایا اور ان پر ترس کھایا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں بے نیاز کر دیا تو اللہ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر دو ہوں تو؟ فرمایا اور چاہے دو ہوں۔ یہاں تک کہ اگر ایک کا پوچھتے تو آپ ﷺ یہی جواب دیتے۔ (شرح السنۃ، باب رحم الخلق:44/13)

(6)بخاری کے باب العلم میں ہے اگر کوئی شخص مسجد میں ساری رات نوافل پڑھنے میں گزارے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ بچے کو اچھے آداب

سکھائے۔شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس کی حکمت عملی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''چونکہ بچوں کی زندگی میں استقلال نہیں ہوتا اس لیے وہ اپنے والدین کی نگرانی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ماں باپ کے دلوں میں بے پناہ شفقت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا تا کہ وہ تربیت اولاد کا کام خوشی سے انجام دیں اور ہر طرح ان کی نگران حال رہیں۔وہ ان کی تربیت ایسے طریقے پر کریں جس سے ان کی آئندہ زندگی سنور جائے اور وہ ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے جائز اور باعزت طریقے پر کمانا جان سکیں، زیور علم سے آراستہ ہوں۔والدین اپنی اولاد کے بزرگ ومحترم ہوتے ہیں اور محسن بھی۔اوران کی ظاہری ومعنوی تربیت میں انہوں نے وہ تکالیف برداشت کی ہیں جن کا اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے۔'' (حجۃ اللہ:391/12)

﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا﴾

''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالاخانے دیے جائیں گے اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام سے کیا جائے گا'' (75)

سوال 1:﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالاخانے دیے جائیں گے اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام سے کیا جائے گا:: جنت اخلاق والوں کے لیے ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالاخانے دیے جائیں گے'' جنت کی قیمت صبر ہے۔یہاں صبر سے مراد زندگی کے سیدھے راستے پر چلتے ہوئے خواہشات کی پھسلن سے خود کو بچانا، دھوکہ دینے والے مرغوبات نفس سے خود کو بچانا ہے۔

(2)(i)اس سے مراد بلند و بالا منزل ہے یعنی جنت کا خاص مقام۔(ii)اس سے مراد جنت کے بالاخانے ہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں امن پانے والے ہوں گے۔(سبا:37)

(4)یعنی انہیں ان کے صبر کے بدلے میں جنت کے بالاخانے عطا کیے جائیں گے۔

(5)﴿فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ ''پھر صبر کرو۔یقیناً آخری انجام اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنے والوں کے لیے ہے۔(ہود:49)

(6)﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ﴾''پھر صبر کرو جس طرح رسولوں میں سے عزم والوں نے صبر کیا۔اور اُن کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔'' (سورۃ الاحقاف:35)

(7)﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾''یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔'' (الزمر:10)

(8)﴿مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَآءً خَيْرًا وَّاَوسَعَ مِنَ الصَّبْرِ﴾ ''یعنی صبر کی توفیق جسے دی جائے سمجھ لو کہ اس سے بہتر اور عمدہ نعمت کسی کو نہیں ملی۔'' (صحیح بخاری)

(9)﴿وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا﴾ ''اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام سے کیا جائے گا'' یعنی فرشتے بھی انہیں سلام کریں گے۔ اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ وہ ہر آفت اور مصیبت سے سلامت رکھے جائیں گے۔

(10)﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ؕ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''اور فرشتے تمام دروازوں سے ان کے پاس آئیں گے۔ تم پر سلامتی ہو کیوں کہ تم نے صبر کیا۔ سو کتنا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔'' (الرعد:23,24)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾

''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بہت ہی اچھی اور ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ ہے'' (76)

سوال: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بہت ہی اچھی اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔'' رحمٰن کے بندے دائمی بالا خانوں میں رہیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' رحمٰن کے بندے دائمی بالا خانوں میں ہمیشہ رہیں گے، کبھی اکتائیں گے نہیں نہ ان کو موت آئے گی۔ اور نہ وہ کوئی اور مقام ڈھونڈیں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ ''اور جن لوگوں کو نیک بخت قرار دیا جائے گا تو وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں۔'' (ہود:108)

(3) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ان دونوں حضرات سے) روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ (اے جنت والوں) تمہارے لیے (یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ) تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔ تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ: آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔'' (مسلم:7157)

(4)﴿حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''بہت ہی اچھی اور ٹھہرنے کی جگہ ہے'' جنت نفیس پاکیزہ اور آرام دہ مقام ہے۔ اس کا نظارہ دل کش اور دل فریب ہوگا۔ اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(5)﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ

الْمِيْعَادَ﴾ ''لیکن جولوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی۔اُن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' (الزمر:20)

(6) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا آسمان اور زمین میں اور فردوس سب سے اوپر کا درجہ ہے کہ اس میں جنت کی چاروں نہریں بہتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پھر جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔(ترمذی:2531)

(7) سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہے۔(بخاری:3250)

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾

''آپ کہیں اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری بالکل بھی پرواہ نہ کرتا؟ سو یقیناً تم نے جھٹلا دیا تو جلدی ہی (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا'' (77)

سوال: ﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾ آپ کہیں اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری بالکل بھی پرواہ نہ کرتا؟ سو یقیناً تم نے جھٹلا دیا تو جلدی ہی (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا'' عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ﴾ ''آپ کہیں اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری بالکل بھی پرواہ نہ کرتا؟'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی وجہ سے ہے۔

(2) یعنی اگر تم نے دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ میں نہ پکارا ہوتا تو وہ تمہاری کبھی پروا نہ کرتا اور نہ تم سے محبت کرتا ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذریات:56)

(3) دُعا کا مطلب اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہے اس سے التجائیں کرنا ہے۔

(4) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے دعا ہی تو عبادت ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو۔ میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا۔ یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے''۔(ابوداؤد:1479)

(5) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا سے زیادہ بزرگ نہیں۔(ترمذی:3370)

(6) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر آتا ہے۔اس وقت جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے کون بلاتا ہے کہ میں اسے جواب دوں، مجھ سے کون مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں، مجھ سے کون مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ (بخاری:7494)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ قدردان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (النساء:142)

(8) ﴿فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾ ''سو یقیناً تم نے جھٹلا دیا تو جلدی ہی (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا۔'' رب سے کفر کر کے انسان کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ (9) یعنی اللہ کا عذاب تمہیں ایسے چپک جائے گا جیسے قرض لینے والا مقروض کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔

(10) ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ (۱۰۶) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (۱۰۷)﴾ ''پھر جو بدبخت ہیں تو وہ آگ میں ہوں گے اس میں ان کو آواز بھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا۔ جب تک آسمان وزمین قائم ہیں وہ اس میں رہیں گے مگر جو آپ کا رب چاہے، یقیناً آپ کا رب جو ارادہ کرتا ہے کر گزرنے والا ہے۔'' (ہود:107.106)

ایاتھا ۲۲۷ | ۲۶ سُوۡرَۃُ الشُّعَرَآءِ مَکِّیَّۃٌ ۴۷ | رکوعاتھا ۱۱

سوال 1: سورۃ الشعراء کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ الشعراء مکی سورت ہے۔ اس میں گیارہ رکوع اور 227 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 26 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 47 ہے۔

رکوع نمبر:5

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿طٰسٓمّٓ (۱)﴾

''طسم'' (1)

سوال:﴿طٰسٓمّٓ﴾ ''طسم'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿طٰسٓمّٓ﴾ ''طسم'' حروف مقطعات ہیں۔جن کے معانی کواللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں''(2)

سوال:﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' قرآن مجید کی آیات روشن اور واضح ہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' قرآن مجید کی آیات روشن اور واضح ہیں۔یہ حق اور باطل کوواضح کرتی ہیں۔ہدایت اور گمراہی کوواضح کرتی ہیں۔(2) قرآن مجید کے مضامین واضح ہیں۔

(3) قرآن مجید شریعت کے مقاصد کوواضح کرتا ہے۔

(4) قرآن مجید کی خبراور حکم واضح اور روشن ہے۔غوروفکر کرنے والے کے لیےاس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

(5) قرآن مجید عظیم کتاب ہےجس کی آیات کے ذریعے رسول اللہ ﷺ لوگوں کو برے اعمال کے برے انجام سے ڈراتے تھے۔

(6) قرآن مجید روشن اور واضح کتاب ہےجس کے احکامات مربوط ہیں۔جن میں زندگی کے ہر پہلو کے لیے راہ نمائی ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''یہ عربی قرآن ہےجس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ وہ بچ جائیں۔'' (الزمر:28)

(8)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہےجس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اوراس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔'' (الکھف:1)

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾

''شاید آپ خودکو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے''(3)

سوال:﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خودکو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے'' نبی ﷺ لوگوں کے ایمان لانے کی کیسی تڑپ رکھتے تھےآیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خودکو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے''

نبی ﷺ انسانوں کے لیے انتہائی شفیق اور ہمدرد تھے۔آپ ﷺ کو علم تھا کہ لوگ ہدایت نہیں پائیں گے، میری مخالفت کریں گے تو جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔اس لیے آپ ﷺ کو ان کی مخالفت کا بہت دکھ ہوتا تھا۔

(2) آپ ﷺ لوگوں کے ایمان لانے کی اتنی شدید حرص رکھتے تھے کہ ان کے ایمان نہ لانے کا سخت صدمہ ہوتا تھا۔جس کا اظہار اس آیت میں ملتا ہے کہ شاید ان کے غم میں آپ اپنی جان کھودیں گے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے ؟

(3) آپ ﷺ کو اپنی کوششوں کے نتیجہ خیز نہ ہونے کا بھی دکھ تھا۔

(4) لوگوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا تھا جو آپ ﷺ کو صدمے سے دوچار کر رہا تھا۔

(5) رب العزت نے حسرت سے اپنی جان کو ہلاکت اور مشقت میں ڈالنے سے روکا ہے کہ آپ ﷺ کے ذمے تو پیغام پہنچا دینا تھا وہ آپ ﷺ نے حق ادا کر دیا اب ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(6) رب العزت نے اسی لیے واضح فرمایا ہے کہ قرآن جیسی روشن اور واضح کتاب نازل کر کے ان پر حجت تمام کر دی ہے اس لیے آپ ﷺ حسرت سے اپنی جان ختم نہ کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ’’تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔‘‘ (فاطر:8)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ’’پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔‘‘ (الکہف:6)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور تمام انسانوں کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی ہو۔پھر پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے ہوں۔‘‘ (صحیح بخاری:3426)

﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ﴾

’’اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے کوئی نشانی اُتار دیں۔پھر اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھکنے والی ہو جائیں‘‘ (4)

سوال: ﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ﴾ ’’اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے کوئی نشانی اُتار دیں۔پھر اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھکنے والی ہو جائیں‘‘ اضطراری نہیں اختیاری ایمان مطلوب ہے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً﴾"اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے کوئی نشانی اُتاردیں" یعنی آسمان سے اُترنے والی ایسی نشانی کو قبول کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا ہے جوان کے لیے کافی ہے۔ان کو ایمان لانے پر مجبور کرنے کے لیے آسمان سے کوئی بھی نشانی نازل کی جاسکتی ہے لیکن لوگوں سے اختیاری ایمان مطلوب ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾"اوراگر آپ کا رب چاہتا تو جوزمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے،توکیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہوجائیں۔"(یونس:99)

(4)﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ﴾"اوراگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقینا ایک ہی اُمت بنادیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔"(ہود:118)

(5)﴿فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ﴾"پھراُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھکنے والی ہوجائیں" یعنی جھٹلانے والوں کی گردنیں تو جھکائی جاسکتی ہیں مگر اس کی ضرورت ہے نہ کوئی فائدہ۔اس طرح ایمان لانا کسی کو نفع نہیں دیتا۔رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾"وہ انتظار نہیں کررہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں،جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی آپ کہہ دیں: "تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔"(الانعام:158)

(3)﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾"دین میں کوئی زبردستی نہیں،یقینا ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہوچکی۔" (البقرہ:256)

﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ﴾

"اوراُن کے پاس رحمن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں" (5)

سوال:﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ﴾اوراُن کے پاس رحمن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں" اکثر لوگ آسمانی کتابوں سے منہ پھیرتے ہیں۔آیت کی روشنی واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَأۡتِيهِم مِّن ذِكۡرٖ مِّنَ ٱلرَّحۡمَٰنِ مُحۡدَثٍ﴾اوراُن کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی'' جب کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی لوگوں نے اس سے منہ پھیرلیا۔

(2)ان کے پاس جب کبھی رحمٰن کی جانب سے کوئی نصیحت آئی جوانہیں یہ بتائے کہ ان کے لیے کیا چیز نفع مند ہےاور کیا نقصان دہ ہے؟

(3)﴿إِلَّا كَانُواْ عَنۡهُ مُعۡرِضِينَ﴾ ''مگر وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' انہوں نے اس نصیحت کو سننے سے منہ موڑلیااور اس پرغوروفکرنہیں کیا۔

(4)نصیحت سے منہ موڑنا یہ ثابت کرنا ہے کہ ان کے اندرکوئی بھلائی نہیں۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ أَكۡثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِينَ﴾ ''اورآپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثرلوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

(6)﴿يَٰحَسۡرَةً عَلَى ٱلۡعِبَادِۚ مَا يَأۡتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ﴾ ''ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیامگر وہ اُس کامذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں۔'' (یٰسین:30)

(7)﴿ثُمَّ أَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَاۖ كُلَّ مَا جَآءَ أُمَّةٗ رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُۖ فَأَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُم بَعۡضٗا وَجَعَلۡنَٰهُمۡ أَحَادِيثَۚ فَبُعۡدٗا لِّقَوۡمٖ لَّا يُؤۡمِنُونَ﴾ ''پھرہم نے پے درپےاپنے رسول بھیجے۔جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیاتو ہم نے ان کے بعض کوبعض کے پیچھے چلتا کیااور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جوایمان نہیں لاتے۔'' (المومنون:44)

﴿فَقَدۡ كَذَّبُواْ فَسَيَأۡتِيهِمۡ أَنۢبَٰٓؤُاْ مَا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ﴾

''پس یقیناجب اُنہوں نے جھٹلاہی دیاہےتواب جلد ہی اُن کے پاس اُن کی خبریں آئیں گی جن کا یہ مذاق اُڑاتے تھے'' (6)

سوال:﴿فَقَدۡ كَذَّبُواْ فَسَيَأۡتِيهِمۡ أَنۢبَٰٓؤُاْ مَا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ﴾ ''پس یقیناجب اُنہوں نے جھٹلاہی دیاہےتواب جلدہی اُن کے پاس اُن کی خبریں آئیں گی جن کا یہ مذاق اُڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَدۡ كَذَّبُواْ فَسَيَأۡتِيهِمۡ أَنۢبَٰٓؤُاْ مَا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ﴾ ''پس یقیناجب اُنہوں نے جھٹلاہی دیاہےتواب جلدہی اُن کے پاس اُن کی خبریں آئیں گی جن کا یہ مذاق اُڑاتے تھے'' یعنی انہوں نے حق کوجھٹلایااب وہ اپنے جھٹلانے کانتیجہ بھگتیں گے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے یہاں احساس دلایاہے کہ یہ عذاب توتم آنکھوں سے دیکھوگےاورخودہی خبر بن جائے گی اورایسی مصیبتیں نازل ہوں گی لوگ گلیوں بازاروں میں اس کی داستانیں سناتے پھریں گے۔

(3)﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ''اور یقیناً تم کچھ وقت کے بعد اُس کی خبر کو ضرور جان لو گے۔'' (ص:88)

(4)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' (الشعراء:227)

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾

''اور کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں ہر قسم کی کتنی عمدہ نباتات اُگائی ہیں'' (7)

سوال:﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں ہر قسم کی کتنی عمدہ نباتات اُگائی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں ہر قسم کی کتنی عمدہ نباتات اُگائی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے زمین کی نباتات سے اُن کے معجزاتی طور پر اُگنے کا شعور دلایا ہے۔

(2) رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ جس کے رسول کی مخالفت کی جارہی ہے اور جس کی کتاب کو جھٹلایا جارہا ہے۔ وہ سب پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے اور وہ عظیم قدرت والا ہے۔ جس نے زمین بنائی پھر نباتات کی تمام قسمیں اگائیں۔ جس نے جانوروں اور پودوں کے طرح طرح کے جوڑے جوڑے پیدا کیے جو بہت خوب صورت اور بے حد فوائد رکھتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے لفظ کریم سے یہ توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صناعی کو توجہ سے اور عزت سے دیکھیں۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (8)

سوال:﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ''بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے'' بے شک پودوں کی زندگی میں یعنی زمین کی زندگی میں موت کے بعد دوبارہ زندگی کی دلیل ہے۔

(2) ایک ہی زمین ہے، ایک ہی جیسے آسمان سے پانی برستا ہے۔ ایک ہی سورج سے نباتات ساری ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہزار ہا قسم کی

نباتات ہوتی ہے، کہیں رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہیں، کہیں لہلہاتی کھیتیاں ہیں۔ان کی خوشبو سے زمین مہک اٹھتی ہے۔ پھر اس نباتات اور وہاں کے باشندوں کی ضروریات میں ایک خاص مناسبت ہے۔نباتات کی بے شمار انواع واقسام کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے تحت ہی اگتی ، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں اور اس میں ایک خاص نظم وضبط پایا جاتا ہے۔غرضیکہ نباتات میں غور وفکر کا اتنا وسیع میدان موجود ہے کہ یہ علم کی ایک شاخ بن چکا ہے۔اور غور وفکر کرنے والوں کے لیے قدرت کے نئے سے نئے عجائبات پیش کرتا رہتا ہے۔(تیسیر القرآن:331/3)

(3) زندگی اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے لیکن یہ معجزہ زمین پر عام طور پر بہت آہستگی کے ساتھ جاری رہتا ہے۔مثلاً پودوں اور جانوروں کی صورت۔ اگر اچانک مٹی سے جانور نکل آئے تو انسان اس سے خالق کے ہونے کا کوئی سبق نہیں لیتا۔

(4)﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' یعنی زمین کی زندگی اگرچہ خالق کی، موت کے بعد کی زندگی کی نشانی ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

''اور یقینا آپ کا رب سب پر غالب ہے، نہایت رحم والا ہے'' (9)

سوال:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور یقینا آپ کا رب سب پر غالب ہے، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور یقینا آپ کا رب سب پر غالب ہے، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا، کمال غلبہ رکھنے والا ہے۔وہ جو چاہے، جب چاہے سزا دے سکتا ہے مگر وہ نہایت رحم والا ہے۔ مسلسل سنبھلنے کے لیے مواقع دیتا چلا جا رہا ہے۔اور ان کی سرکشی پر گرفت نہیں کر رہا۔

(2) اللہ تعالیٰ اگرچہ غلبہ اور انتقام لینے پر قدرت رکھتے ہیں لیکن وہ رحیم ہے اس لیے فوراً نہیں پکڑتا۔

(3) اللہ تعالیٰ بدبخت لوگوں کو عذابوں سے ہلاک کرتا ہے اور سعادت مندوں کو ہر مصیبت سے نجات دلاتا ہے۔

(4) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی سے عبرت والے واقعات بیان کیے ہیں جن کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے کا انجام ہلاکت ہے۔

رکوع نمبر 6

﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ'' (10)

سوال:﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور جب آپ کے ربّ نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو طور پر پیغمبری کیسے عطا کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى﴾''اور جب آپ کے ربّ نے موسیٰ کو پکارا'' یہ اس وقت کی ندا ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ہمراہ واپس آرہے تھے راستے میں انہیں سردی سے بچاؤ کے لیے آگ حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ آگ کی تلاش میں کوہ طور پہنچے جہاں ندا سنائی دی۔(2) رب العزت نے طور کی دائیں جانب سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو آواز دے کر حکم دیا تھا اس کا بیان ہے۔

(3)﴿اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، انہیں اپنا رسول بنا کر حکم دیا کہ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جا کر انہیں سمجھاؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر جبراً مسلط ہیں۔ انہوں نے زمین میں تکبر کر کے ظلم کیا ہے اور فرعون نے خدائی کا دعویٰ کر کے ظلم کیا ہے۔

(4)(i) ظالم قوم کے پاس جاؤ یعنی ظالموں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤ۔(ii) ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی۔

(5)(i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا گیا تھا جنہوں نے کفر اور شرک کر کے اپنے اُوپر ظلم کیا تھا۔

(ii) یہ قوم بنی اسرائیل پر بھی ظلم کرتی تھی ان کے لڑکوں کو فرعون مار ڈالتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔

(6) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کی مدح وثنا اور ان کے واقعات کا بار بار جتنا اعادہ کیا ہے اتنا کسی اور واقعے کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ عظیم حکمتوں اور عبرتوں پر مشتمل ہے اور اس قصے میں اہل ایمان اور اہل کفر کے ساتھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے طرز عمل کی تفصیل ہے نیز موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت کبریٰ اور صاحب تورات تھے جو قرآن عظیم کے بعد سب سے افضل کتاب ہے۔ فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے فضیلت والے احوال کو یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ندا دی، ان سے کلام فرمایا، ان کو نبوت سے سرفراز کیا، ان کو رسول بنا کر بھیجا۔(تفسیر سعدی:1892,1893/2)

﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ﴾

''فرعون کی قوم (کے پاس)، کیا وہ نہیں ڈرتے'' (11)

سوال:﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ﴾''فرعون کی قوم (کے پاس)، کیا وہ نہیں ڈرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ﴾''فرعون کی قوم (کے پاس)'' قوم فرعون جس نے ظلم کیا ہے، انہیں سمجھاؤ۔

(2)﴿اَلَا يَتَّقُوْنَ﴾''کیا وہ نہیں ڈرتے'' کیا وہ گناہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ اس نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں رزق دیا اور تم نے اس کے جواب میں کفر کیا۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ﴾

''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے'' (12)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے'' کلیم اللہ نے اپنی بشری کمزوری کا اظہار کیسے کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے ربّ! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے'' کلیم اللہ نے اپنی بشری کمزوری سامنے رکھی کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ فرعون اور اس کے سردار مجھے جھوٹا سمجھیں گے اور وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔

﴿وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ﴾

''اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان چل نہیں رہی لہٰذا آپ ہارون کی طرف وحی بھیج دیں'' (13)

سوال: ﴿وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ﴾ ''اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان چل نہیں رہی لہٰذا آپ ہارون کی طرف وحی بھیج دیں'' کلیم اللہ نے سیدنا ہارون علیہ السلام کی طرف رسالت بھیجنے کی درخواست کیسے کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ﴾ ''اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا خوف تھا کہ فرعون نہایت سرکش ہے مجھے جھٹلائے گا۔ اس خوف سے اُن کے اندر گھٹن آ رہی تھی۔ (2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی گھٹن کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ پیغام نہیں پہنچا پاؤں گا۔

(3) ﴿وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ﴾ ''اور میری زبان چل نہیں رہی'' اس سے مراد یہ ہے کہ میں اپنی زبان زیادہ کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اہل تفسیر یہ کہتے ہیں کہ ان کی زبان پر انگارہ رکھ دیا گیا تھا جس کی وجہ سے لکنت پیدا ہو گئی تھی، اسی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی جس کا ذکر سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

(4) ﴿فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ﴾ ''لہٰذا آپ ہارون کی طرف وحی بھیج دیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے معاون کا سوال کیا اور کہا کہ ہارون کے پاس آپ اپنی وحی بھیج دیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (۲۵) وَیَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ (۲۶) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۷) یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (۲۸) وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ (۲۹) هٰرُوْنَ اَخِی (۳۰)﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی کچھ گرہ کو کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔ اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کر دے۔ ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔'' (سورہ طٰہٰ: 25,30)

(5) ﴿فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً﴾ ''تو اسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے۔'' (سورہ القصص: 34)

(6) سیدنا موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ مرعوب ہوئے بغیر تبلیغ کر سکیں اس لیے انہوں نے ایک طرف شرح صدر زبان کی گرہ کھلنے اور کام کی آسانی کے لیے دعا کی اور دوسری طرف سیدنا ہارون علیہ السلام کی طرف وحی رسالت بھیجنے کا مطالبہ کیا تاکہ ظالموں سے وہ کچھ بھی کہنا چاہیں، سیدنا ہارون علیہ السلام اسے ان کے دلوں کے اندر اتار دیں۔

﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ﴾

''اور مجھ پر اُن کا ایک گناہ بھی ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'' (14)

سوال: ﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ﴾ ''اور مجھ پر اُن کا ایک گناہ بھی ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ﴾ ''اور مجھ پر اُن کا ایک گناہ بھی ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قوم فرعون کا ایک شخص غیر ارادی طور پر قتل ہو گیا تھا۔

(2) ﴿فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ﴾ ''پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'' ''انہیں اندیشہ تھا کہ قبطی انہیں قصاص میں قتل کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ مصر سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

(3) اس واقعے پر اگرچہ کئی برس بیت چکے تھے لیکن اس بات کا امکان موجود تھا کہ فرعون قتل کرنے کی کوشش کرے اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا خوف بلا جواز نہیں تھا۔

(4) (i) طبعی خوف انبیاء کو بھی لاحق ہو سکتا ہے انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں اس لیے انہیں بھی خوف لاحق ہو سکتے ہیں۔

(ii) انسان کو خوف بشری تقاضوں سے آتا ہے اور انسانی تقاضے نبوت کے خلاف نہیں ہیں۔

(5) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خوف لاحق ہوا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔'' (سورۃ المائدۃ:67)

﴿قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! پھر تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، یقیناً ہم تمہارے ساتھ خوب سننے والے ہیں'' (15)

سوال 1: ﴿قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! پھر تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، یقیناً ہم تمہارے ساتھ خوب سننے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ كَلَّا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں!'' اللہ رب العزت نے تسلی دلائی کہ وہ آپ کو کبھی قتل نہیں کر سکیں گے۔

(2)(i)اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا نبی تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

(ii)تمہارا معاملہ فقط تمہارا نہیں رسالت سونپ کر ہم تمہاری حفاظت سے بے پرواہ نہیں ہو گئے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚ اَنۡتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَکُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ﴾''سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ۔تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں۔''(القصص:35)

(4)فرعون انتہائی دشمنی کے باوجود قتل پر قادر نہ ہوسکا۔

(5)﴿فَاذۡهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ﴾''پھر تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ''(i)آیات سے مراد دلائل ہیں جن سے ہر پیغمبر کو نوازا جاتا ہے۔

(ii)آیات سے مراد معجزات بھی ہیں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے گئے تھے یعنی عصا اور ید بیضا۔

(6)دونوں نشانیاں تمہاری اور جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس کی صداقت پر دلیل ہیں۔

(7)﴿اِنَّا مَعَکُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ﴾''یقیناً ہم تمہارے ساتھ خوب سننے والے ہیں''﴿اِنَّا مَعَکُمۡ﴾اس سے مراد ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہاری مدد اور تائید کے لیے۔(8)یعنی میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَاۤ اَسۡمَعُ وَ اَرٰی﴾''ڈرو مت!یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔میں سن رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں۔''(سورۃ طٰہٰ:46)

﴿فَاۡتِیَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾

''تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ پھر دونوں کہو:''یقیناً ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں''(16)

سوال:﴿فَاۡتِیَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾''تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ پھر دونوں کہو:''یقیناً ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں''وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاۡتِیَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾''تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ پھر دونوں کہو:''یقیناً ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں''اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ فرعون پر واضح کر دو کہ ہم اپنی مرضی سے نہیں بلکہ(رب العالمین)جہانوں کے بادشاہ کے نمائندے اور رسول کی حیثیت سے آتے ہیں۔(2)یعنی ہم دونوں کو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

﴿اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾

''یہ کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے''(17)

سوال:﴿اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾''یہ کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے''کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا گیا کہ آپ فرعون پر واضح کریں کہ ہمارے آنے کا مقصد بنی اسرائیل کو غلامی سے چھڑانا ہے۔

(2) ان کو تعذیب اور ایذا دینا چھوڑ دے اور ان پر سے اپنی غلامی کا جوا اٹھا لے تا کہ وہ اپنے رب کی عبادت کر سکیں اور اپنے امور دین کو قائم کر سکیں۔ جب سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس آئے اور وہ سب کچھ اس سے کہہ دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا۔ مگر فرعون ایمان نہ لایا اور نہ اس میں کسی قسم کی نرمی ہی پیدا ہوئی بلکہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی۔ کہنے لگا (تفسیر سعدی: 1894/2)

﴿قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ﴾

''فرعون نے کہا: ''کیا ہم نے اپنے ہاں تمہیں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ اور تم ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال رہے'' (18)

سوال: ﴿قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''کیا ہم نے اپنے ہاں تمہیں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ اور تم ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا﴾ ''فرعون نے کہا: ''کیا ہم نے اپنے ہاں تمہیں بچہ سا نہیں پالا تھا'' فرعون نے جواب دیا کیا تو وہی نہیں ہے جسے ہم نے اپنے یہاں پالا تھا۔

(2) فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مطالبے پر اُن کے عیب بیان کرنے شروع کر دیئے کہ تم وہی نہیں ہو جس کو ہم نے بچہ سے پالا تھا جب کہ بنی اسرائیل کے بچے قتل کر دیئے جاتے تھے۔

(3) ﴿وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ﴾ ''اور تم ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال رہے'' (i) فرعون یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو عمر تو تم نے ہمارے ساتھ بسر کی ہے چند سال ہی اِدھر اُدھر گزارے ہیں اب ان سالوں میں کیسے ممکن ہے کہ تم نبی بن جاؤ۔

(ii) فرعون یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ نبوت کا دعویٰ سچا نہیں ہے۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں رہے: (i) کچھ لوگوں کے خیال میں 18 سال۔ (ii) کچھ لوگوں کے خیال میں 30 سال۔ (iii) کچھ لوگوں کے خیال میں 40 سال۔

﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو'' (19)

سوال: ﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ﴾ ''اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا'' فرعون نے کہا کہ ہم تمہیں پالتے رہے ہمارا نمک

کہا کر تم نے ہمارے ہی آدمی کو مار ڈالا تم نے تو ہماری بھی ناشکری کی ۔ (2) یعنی تم نے ایک قبطی کا قتل کر دیا۔

(3) ﴿وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور تم ناشکروں میں سے ہو'' کا ترجمہ بعضوں نے یوں کیا ہے کہ آج جن لوگوں کو تم کافر کہہ رہے ہو اس پیغمبری کے دعوی سے پہلے تو تم خود بھی انہیں جیسے کافر تھے۔ (نعوذ باللہ) فرعون کی اس گفتگو سے ضمناً یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ یہ فرعون وہ فرعون نہیں تھا جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کی تھی ۔ بلکہ یہ اس کا بیٹا تھا ورنہ وہ ہم نے پرورش کرنے کے بجائے ''میں نے پرورش کی تھی'' کہتا۔ (تیسیر القرآن:334/3)

﴿قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''میں نے یہ کام تب کیا تھا اور جب میں راستہ گم کرنے والوں میں سے تھا'' (20)

سوال: ﴿قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''میں نے تب یہ کام کیا اور جب کہ میں راستہ گم کرنے والوں میں سے تھا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کیا جواب دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے اُس وقت یہ قتل کیا تھا جب میرے پاس نبوت کی ہدایت نہیں تھی ۔ جب کہ میرے پاس وحی کے علم کی روشنی نہیں تھی۔ (ii) تو یہ قتل ارادے سے نہیں کیا گیا ایک گھونسے سے موت واقع ہو گئی تھی۔

(2) یعنی میں نے وہ قتل کفر کی بنا پر نہیں کیا وہ خطا اور نادانی کے باعث ہوا۔ پس میں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی تو اس نے مجھے معاف کر دیا۔ (تفسیر سعدی:1894/2)

﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا کی اور مجھے رسولوں میں سے بنایا'' (21)

سوال 1: ﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا کی اور مجھے رسولوں میں سے بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ﴾ ''پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا'' یعنی میں تمہارے ڈر سے کہ مجھے قتل کر دو گے، مدین کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ وہاں کئی سال رہا پھر اب میں تمہارے پاس نئے دور میں آیا ہوں۔

(2) ﴿فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا﴾ ''پھر میرے رب نے مجھے حکمت عطا کی'' میرے رب نے مجھے نفع مند علم عطا فرمایا ہے۔

(3) حمید بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، دینے

والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔'' (صحیح بخاری:71)

(4)﴿وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور مجھے رسولوں میں سے بنایا'' یعنی میں رسول ہونے کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں، اگر تم اطاعت کرو گے تو سلامت رہو گے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

''اور یہی وہ احسان ہے جو تم مجھ پر جتا رہے ہو؟ کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے'' (22)

سوال: ﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور یہی وہ احسان ہے جو تم مجھ پر جتا رہے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور یہی وہ احسان ہے جو تم مجھ پر جتا رہے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارے احسانات کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے میری پرورش کی، مجھے آزاد رکھا لیکن میری قوم کو غلام بنا کر رکھا تھا۔ (2) تیرے محل میں میری پرورش بھی اسی وجہ سے ہوئی کہ تم لوگ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیتے تھے اور میری ماں نے مجھے ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں اسی لیے بہایا تھا۔

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''فرعون نے کہا: ''اور رب العالمین کیا ہے؟'' (23)

سوال: ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''اور رب العالمین کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ فِرْعَوْنُ﴾ ''فرعون نے کہا'' فرعون نے تکبر سے کہا۔ (2)﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور رب العالمین کیا ہے؟'' رب العالمین کون ہے کیونکہ اس نے اپنی قوم کو سمجھا رکھا تھا کہ وہ ان کا معبود ہے۔

(3) رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے، میری موجودگی میں کسی اور رب کا نام لینا کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ اس شقی ازلی کا دعویٰ تو اپنی قوم سے روبرو یہ تھا ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا'' اور ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ ''تمہارا بڑا پروردگار میں ہوں'' چنانچہ اس کی قوم کے لوگ بعض تو انتہائی جہل و بلادت سے اور بعض خوف یا طمع سے اس کی پرستش کرتے تھے۔ گویا دل میں اس ملعون کو بھی خدا کی ہستی کا یقین تھا۔ جیسا کہ ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ﴾ ''تحقیق تم خوب جانتے ہو کہ ان کو آنکھیں کھول دینے کے لیے آسمانوں اور زمین کے ربّ کے ماسوا کسی نے نازل نہیں کیا۔'' (سورۃ بنی

اسرائیل:102) ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي ج فَأَوْقِدْ لِي يَٰهَٰمَٰنُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَل لِّي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَٰذِبِينَ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ پھر اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ۔ پھر میرے لیے اونچی عمارت بنوا دو تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں۔ اور یقیناً میں اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔'' (سورۃ القصص:38)

فرعون نے پوری مملکت کے وسائل معاش اپنے قبضہ میں کر رکھے تھے۔ اسی لحاظ سے وہ اپنے آپ کو اپنی رعیت کا پروردگا اور رب سمجھے بیٹھا تھا اور اپنے اعلیٰ رب ہونے کا دعویٰ بھی کرتا تھا۔ اس نے ملک بھر میں اپنے مجسمے نصب کروا رکھے تھے۔ جن کی پوجا کی جاتی تھی اس نے اپنی رعیت کے ذہنیوں میں یہ بات راسخ کروادی تھی کہ ان کا پرورش کنندہ میں ہی ہوں۔ (تیسیر القرآن:335/3)

﴿قَالَ رَبُّ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن کا بھی رب جو ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو'' (24)

سوال: ﴿قَالَ رَبُّ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''آسمانوں اور زمین کا ربّ اور اُن سب کا جو ان کے درمیان ہیں اگر تم یقین لانے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کسی جھنجھلاہٹ کے بغیر معتدل انداز میں جواب دیا۔

(2) ﴿رَبُّ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ﴾ ''آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن کا بھی رب جو ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو'' یعنی جس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کیا اور مختلف تدابیر کے ذریعے سے ان کا انتظام کیا اور مختلف طریقوں سے ان کی تربیت کی۔ اے مخاطب لوگو! تم کائنات اور زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے کا کیونکر انکار کرسکتے ہو؟ (تفسیر سعدی:1895/2)

(3) ﴿قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا يَٰمُوسَىٰ (٤٩) قَالَ رَبُّنَا الَّذِيٓ أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُۥ ثُمَّ هَدَىٰ (٥٠)﴾ ''فرعون نے کہا: ''تو تم دونوں کا رب کون ہے؟ اے موسیٰ!'' موسیٰ نے کہا: ''ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اُسے راستہ دکھایا'' (طٰہٰ:49,50)

﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُۥٓ أَلَا تَسْتَمِعُونَ﴾

''فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا: ''کیا تم سنتے نہیں ہو'' (25)

سوال: ﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُۥٓ أَلَا تَسْتَمِعُونَ﴾ ''فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا: ''کیا تم سنتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُۥٓ﴾ ''فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا'' فرعون نے تکبر میں ڈوبے ہوئے تعجب کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اَلَا تَسۡتَمِعُوۡنَ﴾ ”کیا تم سنتے نہیں ہو“ سنتے ہو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔

﴿قَالَ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾

”موسیٰ نے کہا:”وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے“ (26)

سوال:﴿قَالَ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ”موسیٰ نے کہا:”وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ”موسیٰ نے کہا“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب کے تعارف کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔

(2)﴿رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ”وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے“یعنی وہ تو تمہارا ابھی رب ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے۔

﴿قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَكُمُ الَّذِىۡۤ اُرۡسِلَ اِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ﴾

”فرعون نے کہا:”تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے یقیناوہ مجنون ہے“ (27)

سوال:﴿قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَكُمُ الَّذِىۡۤ اُرۡسِلَ اِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ﴾ ”فرعون نے کہا:”تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے یقیناوہ مجنون ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ”فرعون نے کہا“ فرعون نے مشتعل ہوکر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیوانہ قرار دے دیا۔

(2)﴿اِنَّ رَسُوۡلَكُمُ الَّذِىۡۤ اُرۡسِلَ اِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ﴾ ”تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے یقیناوہ مجنون ہے“ فرعون نے حق کے ساتھ عناد کا مظاہرہ کیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں جرح وقدح کرتے ہوئے کہا:﴿اِنَّ رَسُوۡلَكُمُ الَّذِىۡۤ اُرۡسِلَ اِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ﴾ کیونکہ وہ ایسی بات کہتا ہے جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے اور اس راستے کی مخالفت کرتا ہے جس پر ہم گامزن ہیں۔پس اس کے نزدیک عقل مندی اور عقل مند وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ انہیں اور زمین وآسمان کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔یہ زمین وآسمان کسی موجد کی ایجاد کے بغیر ہمیشہ سے موجود ہیں اور خود ان کی ذات بغیر خالق کے خود بخود وجود میں آئی ہے اور اس کے نزدیک عقل مندی یہ ہے کہ مخلوق کی عبادت کی جائے جو ہر لحاظ سے ناقص اور محتاج ہے اور جنون اس کے نزدیک یہ ہے کہ رب کا اثبات کیا جائے جو عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کرنے والا، ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے اور اس رب کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے۔اس نے اپنی بات کو آراستہ کر کے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا جبکہ اس کی قوم کے لوگ بیوقوف اور کم عقل تھے:﴿فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ‌ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ﴾ ”سو اُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناوہ نافرمان لوگ تھے۔“ (الزخرف:54)(تفسیر سعدی:2/1895،1896)

﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''وہ مشرق ومغرب کا رب اوران کے درمیان کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو'' (28)

سوال: ﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''وہ مشرق ومغرب کا رب اوران کے درمیان کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''وہ مشرق ومغرب کا رب اوران کے درمیان کا رب ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب کے تعارف کا سلسلہ جاری رکھا اور کہا وہ رب ہے مشرق کا اُس نے مشرق بنائے جہاں سے سورج اور ستارے طلوع ہوتے ہیں۔ اور رب ہے مغرب کا جہاں سورج اور ستارے غروب ہوتے ہیں اور رب ہے اُن کا جو اس کے درمیان ہے یعنی اُن سب کا بھی انتظام کرنے والا ہے۔

(2) ﴿إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ '' اگر تم سمجھتے ہو'' یعنی میں نے پوری طرح واضح کر دیا ہے، جس کے پاس معمولی سی بھی عقل ہے اس کی سمجھ میں یہ بات آجاتی ہے۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جو چیز میں تمہیں بتا رہا ہوں تم اس کے بارے میں جان بوجھ کر جہالت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ اور تنبیہ ہے کہ تم نے جس جنون کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے وہ درحقیقت تمہاری بیماری ہے اور تم نے اسے مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند اور علم میں سب سے زیادہ کامل ہستی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ درآں حالیکہ تم خود مجنون ہو کیونکہ تم نے موجودات میں سب سے زیادہ ظاہر ہستی کا انکار کر دیا ہے جو زمین وآسمان اور تمام کائنات کی خالق ہے۔ جب تم نے اس کا انکار کر دیا تو پھر کون سی چیز ہے جس کا تم اثبات کر رہے ہو؟ جب تم یہ چیز نہیں جانتے تو پھر تم کیا جانتے ہو؟ جب تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد تم کس چیز پر ایمان لاؤ گے؟ اللہ کی قسم! وہ پاگل لوگ جو جانوروں کی مانند ہیں، تم سے زیادہ عقل مند ہیں اور گھاس چرنے والے مویشی بھی تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1896/2)

﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ﴾

''فرعون نے کہا: ''اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا'' (29)

سوال: ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي﴾ ''فرعون نے کہا: ''اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا'' فرعون نے جب دیکھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام معقول دلائل سے رب العالمین کی ربوبیت کی وضاحت کر رہے ہیں اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تو اس نے دلائل

کی بجائے دھمکی کا راستہ اختیار کیا۔(2) فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اپنی طاقت اور سلطنت کا رعب جماتے ہوئے دھمکی دی۔

(3)﴿لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ ''تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا'' ہر ظالم وجابر حکمران اور مدعی باطل کا قاعدہ ہے کہ جب وہ دلیل کے میدان میں شکست کھا جاتا ہے تو آخری پناہ گاہ کے طور پر طاقت کے استعمال کی دھمکی دینے لگتا ہے چنانچہ یہی دھمکی فرعون نے سیدنا موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دی۔(تفسیر اشرف الحواشی:440/1)

﴿قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾

''موسیٰ نے کہا:''اور کیا اگر میں کوئی واضح چیز تمہارے سامنے لے آؤں'' (30)

سوال:﴿قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''موسیٰ نے کہا:''اور کیا اگر میں کوئی واضح چیز تمہارے سامنے لے آؤں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا۔

(2)﴿اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور کیا اگر میں کوئی واضح چیز تمہارے سامنے لے آؤں'' اگر میں کوئی ایسی چیز یعنی معجزہ لے آؤں جس سے واضح ہو جائے کہ میں رب کا رسول ہوں تب بھی تم میری سچائی کو تسلیم نہیں کرو گے۔

﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''فرعون نے کہا:''اگر تم سچوں میں سے ہو تو اُسے لے آؤ'' (31)

سوال:﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''فرعون نے کہا:''اگر تم سچوں میں سے ہو تو اُسے لے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ﴾ ''فرعون نے کہا: تو اُسے لے آؤ'' فرعون لاجواب ہو کر کہنے لگا۔

(2)﴿اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچوں میں سے ہو'' یعنی اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو دکھاؤ معجزے۔

﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ﴾

''پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینک دی پھر تو اچانک وہ واضح اژدھا تھا'' (32)

سوال:﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینک دی پھر اچانک وہ واضح اژدھا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاَلۡقٰی عَصَاہُ﴾ ''پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینک دی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصازمین پر ڈال دیا۔

(2)﴿فَاِذَا ہِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ﴾ ''پھرتو اچانک وہ واضح اژدھا تھا'' عصا سے نرسانپ بن گیا جوسب پر ظاہر تھا یعنی اس میں کوئی شک نہ تھا۔

(3) عصا سے بننے والے سانپ کے لیے قرآن کریم میں تین لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک مقام پر اسے حیۃ فرمایا اور حیۃ کے لفظ سانپ کے لیے اسم جنس ہے جو ہر قسم کے سانپ کے لیے نیز نرومادہ کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے مقام پر جان کا لفظ آیا ہے جس کا معنی پتلا، سبک رفتار اور پھرتیلا سانپ ہے اور یہاں ثعبان کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ بڑے سانپوں اور اژدہا کے لیے آتا ہے۔ اب اس کی تطبیق یا تو اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا تو وہ پہلے پتلا اور پھر پھرتیلا سا سانپ بنا ہو۔ بعد میں دیکھتے ہی دیکھتے اژدہا بن گیا ہو اور یا اس طرح کے عصا نے شکل تو اژدہا کی اختیار کرلی ہو مگر اس میں پھرتی پتلے سانپ جیسی ہو۔ (تیسیر القرآن:337/3)

﴿وَّنَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ہِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ﴾

''اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا تب وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمک دار تھا'' (33)

سوال: ﴿وَّنَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ہِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ﴾ ''اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا تب وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمک دار تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّنَزَعَ یَدَہٗ﴾ ''اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان سے نکالا۔

(2)﴿فَاِذَا ہِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ﴾ ''تب وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمک دار تھا'' وہ ہاتھ بہت زیادہ روشن، چاند کی طرح چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا، اس میں کوئی نقص نہ تھا۔

(3) دوسرے مقام پر ﴿بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ﴾ فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ برص کے مریض کی طرح سفید نہ تھا بلکہ کسی بیماری کے بغیر اس طرح چمک رہا تھا جیسے سورج۔ (تفسیر اشرف الحواشی:440/1)

رکوع نمبر:7

﴿قَالَ لِلۡمَلَاِ حَوۡلَہٗۤ اِنَّ ہٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیۡمٌ﴾

''فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا: 'یقیناً یہ ایک ماہر جادوگر ہے'' (34)

سوال: ﴿قَالَ لِلۡمَلَاِ حَوۡلَہٗۤ اِنَّ ہٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیۡمٌ﴾ فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا: ''یقیناً یہ ایک ماہر جادوگر ہے'' فرعون نے موسیٰ پر جادو کا الزام لگادیا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (2)﴿قَالَ لِلۡمَلَاِ حَوۡلَہٗۤ﴾ ''فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا'' فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے

ہوئے انہیں جھٹلا دیا اور اپنے سرداروں سے ملمع سازی کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ﴾ ''یقیناً یہ ایک ماہر جادوگر ہے'' کہ یہ شخص جادو سے لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے تاکہ ملک میں اس کے ماننے والوں کی کثرت ہو جائے۔

(3)فرعون کو معجزات دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی تصدیق کرنی چاہیے تھی اور اُن پر ایمان لانا چاہیے تھا لیکن اس نے معجزات دیکھ کر دشمنی اور جھٹلانے کا راستہ اختیار کیا۔

﴿یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾

''وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے تو تم کیا حکم دیتے ہو'' (35)

سوال:﴿یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾ ''وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے تو تم کیا حکم دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ﴾ وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے'' فرعون نے اپنے سرداروں کو مزید بھڑکانے کے لیے کہا کہ موسیٰ اپنے جادو کے زور سے تمہیں اپنی زمین سے نکال کر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

(2)﴿فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾ تو تم کیا حکم دیتے ہو؟'' فرعون نے کہا یہ بتائیں ان لوگوں کا کیا کروں؟ آپ کی کیا رائے ہے؟

(3)فرعون کی ان دونوں باتوں میں کھلا تضاد ہے پہلی بات تو یہ کہ اس نے درباریوں اور عام لوگوں کو الو بنانے کے لیے کہی تھی کیونکہ جادوگر تو ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور ملک مصر میں بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مگر کسی جادوگر میں یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ جادو کے زور سے کوئی ملک تو بڑی چیز ہے کوئی چھوٹی سی بستی ہی فتح کر کے دکھا دے اور دوسری بات فی الواقع حقیقت کے قریب تھی۔ جو بے ساختہ فرعون کے منہ سے نکل گئی تھی۔ اسے فی الوقع یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ شخص واقعی اللہ رب العالمین کا رسول ہے اور اگر میں نے اس کی دعوت کو جھٹلا دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ موسیٰ غالب آئے گا اور میں مغلوب ہو جاؤں گا مگر یہ بات وہ اپنے درباریوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ امر کا لفظ مشورہ دینے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ امرتہ عن امری کا معنی ہوگا۔ میں نے اپنے متعلق اس سے مشورہ کیا (منتہی الارب نیز مفردات امام راغب) چنانچہ اسی بدحواسی کے عالم میں فرعون نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ اس صورت حال میں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟'' (تیسیر القرآن:338/3)

﴿قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ﴾

''اُنھوں نے کہا:'' آپ اُسے اور اُس کے بھائی کو مہلت دیں اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیں'' (36)

سوال:﴿قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ﴾ ''اُنھوں نے کہا:'' آپ اُسے اور اُس کے بھائی کو مہلت

دیں اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیں'' سرداروں نے فرعون کو کیا جواب دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ﴾ اُنہوں نے کہا: ''آپ اُسے اور اُس کے بھائی کو مہلت دیں'' سرداروں نے فرعون کو جواب دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دیں۔

(2) ﴿وَابۡعَثۡ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ﴾ ''اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیں'' اپنی ریاست کے تمام شہروں میں ہرکارے بھیج کر ماہر جادوگروں کو بلالیں جو اپنے فن سے ان کا مقابلہ کرکے آپ کی تائید کریں۔

﴿یَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیۡمٍ﴾

''وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں'' (37)

سوال: ﴿یَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیۡمٍ﴾ ''وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیۡمٍ﴾ ''وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں'' یعنی وہ تمام شہروں سے ماہر فن جادوگروں کو اکٹھا کرلیں۔ فرعون نے سرداروں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ہرکارے دوڑا دیئے۔

(2) یہ مشورہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی انتظام تھا تا کہ لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیئے جانے والے معجزات کا خود مشاہدہ کریں۔

﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ﴾

''پھر ایک متعین دن کے مقررہ وقت پر تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے'' (38)

سوال: ﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ﴾ ''پھر ایک متعین دن کے مقررہ وقت پر تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ﴾ ''اور تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے'' جادوگروں کو جمع کیا گیا ان کی اصل تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مصر کے اردگرد سے جمع کیے گئے جادوگروں کی تعداد کچھ کے نزدیک بارہ ہزار، کچھ کے نزدیک 17 ہزار، کچھ کے نزدیک 19 ہزار، کچھ کے نزدیک 30 ہزار، کچھ کے نزدیک 80 ہزار تھی۔

(2) ﴿لِمِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ﴾ ''ایک متعین دن کے مقررہ وقت پر'' مقررہ دن یوم الزینۃ یعنی میلے کا دن تھا۔

(3) وقت چاشت کا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ مَوۡعِدُكُمۡ یَوۡمُ الزِّیۡنَةِ وَاَنۡ یُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًی﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔'' (طٰہٰ:59)

﴿وَّقِيۡلَ لِلنَّاسِ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّجۡتَمِعُوۡنَ﴾

''اورلوگوں سے کہا گیا:''کیاتم جمع ہونے والے ہو''(39)

سوال:﴿وَّقِيۡلَ لِلنَّاسِ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّجۡتَمِعُوۡنَ﴾اورلوگوں سے کہا گیا:''کیاتم جمع ہونے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّقِيۡلَ لِلنَّاسِ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّجۡتَمِعُوۡنَ﴾اورلوگوں سے کہا گیا:''کیاتم جمع ہونے والے ہو''لوگوں کو حاضری کے لیے اس لیے کہا گیا تا کہ جادوگروں اور سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مقابلے کو سب دیکھ کر فرعون پر یقین کرسکیں۔(2)اس دن سب لوگ جمع ہوگئے تھے۔

﴿لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنۡ كَانُوۡا هُمُ الۡغٰلِبِيۡنَ﴾

''شاید کہ ہم جادوگروں کے پیروکار بن جائیں اگر وہ غالب رہنے والے ہوں''(40)

سوال:﴿لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنۡ كَانُوۡا هُمُ الۡغٰلِبِيۡنَ﴾شاید کہ ہم جادوگروں کے پیروکار بن جائیں اگر وہ غالب رہنے والے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)لوگوں نے کہا کہ جادوگر فتح یاب ہوگئے تو ہم ان کے طریقے کی پیروی کرسکیں گے۔انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم حق کی پیروی کر لیں گے خواہ جادوگر ہوں یا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام۔(2)لوگوں کا دین وہی ہوتا ہے جو بادشاہوں کا دین ہوتا ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوۡا لِفِرۡعَوۡنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ﴾

''پھر جب تمام جادوگر آگئے اُنہوں نے فرعون سے کہا:''کیا یقینا ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا اگر ہم غالب ہوئے''(41)

سوال:﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوۡا لِفِرۡعَوۡنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ﴾''پھر جب تمام جادوگر آگئے اُنہوں نے فرعون سے کہا:''کیا یقینا ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا اگر ہم غالب ہوئے'' جادوگروں نے جیتنے پر انعام کی یقین دہانی چاہی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ﴾پھر جب تمام جادوگر آگئے' جب جادوگر فرعون کے دربار میں پہنچے۔

(2)﴿قَالُوۡا لِفِرۡعَوۡنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ﴾''اُنہوں نے فرعون سے کہا:''کیا یقینا ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا اگر ہم غالب ہوئے؟'' جادوگروں نے فرعون سے یقین دہانی چاہی اور فرعون کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ اگر ہم جیتے تو کچھ انعام بھی ملے گا؟

﴿قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ اِذًا لَّمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ﴾

''فرعون نے کہا: ''ہاں اور یقیناً تب تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' (42)

سوال: ﴿قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ فرعون نے کہا: ''ہاں اور یقیناً تب تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' فرعون کی جانب سے بڑے بڑے انعامات کا لالچ کیسے دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ نَعَمْ﴾ ''فرعون نے کہا: ''ہاں'' فرعون نے جواب دیتے ہوئے کہا کیوں نہیں بہت کچھ انعام ملے گا۔

(2) ﴿وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ ''اور یقیناً تب تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' فرعون نے کہا کہ سب سے بڑا انعام یہ ہوگا کہ تمہیں مقرب درباری بنالیا جائے گا۔ فرعون نے ان کی خوشی میں اضافے کے لیے ان سے وعدے کیے تاکہ پوری قوت سے معجزات کا مقابلہ کریں۔ فرعون نے ان کا حوصلہ بڑھایا تو انہوں نے ایک دوسرے کا بھی حوصلہ بڑھایا۔

﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾

''موسیٰ نے اُن سے کہا: ''پھینکو جو بھی تم پھینکنے والے ہو'' (43)

سوال: ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾ ''موسیٰ نے اُن سے کہا: ''پھینکو جو بھی تم پھینکنے والے ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾ ''موسیٰ نے اُن سے کہا: ''پھینکو جو بھی تم پھینکنے والے ہو۔'' (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو آغاز کا موقع دے کر یہ واضح کر دیا کہ جادوگروں کے اتنے بڑے اجتماع اور ان کی شعبدہ بازیوں سے خوف زدہ نہیں ہیں۔ (ii) اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ جب ساری شعبدہ بازیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ختم ہو جائیں گی تو دیکھنے والے زیادہ بڑی تعداد میں ایمان لے آئیں گے۔ (iii) حق اور باطل کا اپنا مزاج ہے ہمیشہ اہل باطل کو اپنے ظاہری اسباب اور وسائل پر بھروسہ رہا ہے اور اہل حق اللہ پر بھروسہ کرتے رہے ہیں۔ (iv) ہمیشہ اہل باطل اپنے اسباب کے غرور میں مبتلا رہے ہیں اور اہل حق اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس غرور کو خاک میں ملاتے رہے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اہل باطل کو پہلے موقع دے کر حق اور باطل کے مزاج کا فرق واضح کیا ہے۔

﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں پھینک دیں اور انہوں نے کہا: ''فرعون کی عزت کی قسم!

یقیناً ہم ضرور غالب آنے والے ہیں'' (44)

سوال: ﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں پھینک دیں اور انہوں نے کہا: ''فرعون کی عزت کی قسم! یقیناً ہم ضرور غالب آنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ﴾ ''توانہوں نے اپنی رسیاں اوراپنی لاٹھیاں پھینک دیں'' انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال کرلوگوں کی آنکھوں کوسحرزدہ کردیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (٦٦) فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (٦٧) قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (٦٨) وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى (٦٩)﴾ ''موسیٰ نے کہا:'' بلکہ تم ہی پھینکو۔'' تو یکا یک ان کی رسیاں اوران کی لاٹھیاں،اُن کے جادو سے موسیٰ کوخیال ڈالا جاتا تھا کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا۔ہم نے کہا:''ڈرومت!یقیناتم ہی غالب ہو۔اور پھینک دو جوتمہارے دائیں ہاتھ میں ہے،جوکچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناجوکچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔'' (طٰہٰ:66,69)

(2)﴿وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''اورانہوں نے کہا:''فرعون کی عزت کی قسم!یقیناہم ضرور غالب آنے والے ہیں''فرعون کی تعظیم کے لئے اس کی عزت کی قسم کھائی کہ ہم ضرورہی جیتیں گے۔اس سے جادوگروں کا مقصد فرعون کوخوش اور موسیٰ علیہ السلام کومرعوب کرنا تھا جاہلیت میں لوگ اس قسم کی قسمیں کھایا کرتے جیسا کہ آج کل بھی مسلمان اللہ کی ذات یاصفات کی قسم کھانے پر مطمئن نہیں ہوتے بلکہ اپنے پیرومرشد یاکسی بزرگ کے روضہ کی قسم کھاتے ہیں۔یاعام رواج کے مطابق کہہ دیتے ہیں:مجھے تیری قسم یاتیرے سرکی قسم وغیرہ'':اس طرح دوسروں کی عظمت کااظہار کرتے ہیں۔شایداللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانے پراتنا گناہ نہ ہوتا ہوجتنا ان چیزوں کی سچی قسم کھانے پرہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کواس قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے۔(روح المعانی)(تفسیراشرف الحواشی:440/1)

﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾

''پھرموسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تب یکا یک وہ نگل رہی تھی جوجھوٹ وہ گھڑتے تھے''(45)

سوال:﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾ ''پھرموسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تب یکا یک وہ نگل رہی تھی جو جھوٹ وہ گھڑتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ﴾ ''پھرموسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی'' سیدناموسیٰ علیہ السلام نے عصاڈالاتو۔

(2)﴿فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾ ''تب یکا یک وہ نگل رہی تھی جوجھوٹ وہ گھڑتے تھے'' تواس نے ان کی لاٹھیوں اوررسیوں کو ہڑپ کرلیا۔

(3)سیدناموسیٰ علیہ السلام کاعصالکڑی کا تھا،میدان میں عجیب منظرتھاایک لکڑی سارے سانپ نگل رہی تھی۔حتیٰ کہ اس نے ایک سانپ بھی نہ چھوڑا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (١١٨) فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (١١٩) وَاُلْقِيَ

السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ (۱۲۰) قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۲۱) رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (۱۲۲)﴾ ''سوحق ثابت ہوگیا اور جو کچھ وہ کررہے تھے باطل ہوگیا۔ تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہوگئے اور ذلیل ہوکر واپس لوٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔'' (الاعراف:118,122)

(3)﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔'' (الانبیاء:18)

(4)﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں حق آگیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا۔'' (بنی اسرائیل:81)

﴿فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ﴾

''پھر سارے جادوگر سجدے کی حالت میں ڈال دیے گئے'' (46)

سوال: ﴿فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ﴾ ''پھر سارے جادوگر سجدے کی حالت میں ڈال دیے گئے'' جادوگر کیسے سجدے میں گر گئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) جادوگروں کو شعور کے اندر ہونے والی روشنی نے سجدے میں ڈال دیا۔ (2) جادوگروں کو سچائی کے رعب نے سجدے میں ڈال دیا۔ (3) جادوگروں کے دل کے اندر ہونے والی سچ کی روشنی جب یقین میں بدلی تو اس یقین نے انہیں سجدے میں ڈال دیا۔

﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں'' (47)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں'' جادوگر کیسے ایمان لائے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' جادوگروں نے کہا۔ (2)﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''ہم جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں'' ہم رب العالمین پر ایمان لائے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

(3) یہ بڑی معقول دلیل تھی۔ لاجواب کردینے والی حجت تھی۔ جن لوگوں سے فرعون اپنی حمایت کروا رہا تھا وہ اللہ کے نبی کے سامنے ہار گئے اور سچائی ان کے دلوں میں سما گئی۔

﴿رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ﴾

''موسیٰ اور ہارون کے رب پر'' (48)

سوال:﴿رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ ''موسیٰ اور ہارون کے رب پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب کا تعارف سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور سیدنا ہارون عَلَیْہِ السَّلَام نے کروایا تھا اس لیے جادوگروں نے سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لاتے ہوئے کہا کہ ہم موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کے رب پر ایمان لے آئے۔

(2) ''سارے جہاں کے مالک کے ساتھ'' جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے'' اس لئے کہا کہ کہیں فرعون کو شبہ نہ ہو کہ انہوں نے اس کو سارے جہان کا مالک قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو رب کہتا تھا۔ (کبیر) (تفسیر اشرف الحواشی:441/1)

﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

فرعون نے کہا: ''تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً وہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو بے شک جلد ہی تم جان لو گے، میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور تم سب کو ضرور بری طرح سولی چڑھاؤں گا'' (49)

سوال 1:﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً وہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو بے شک جلد ہی تم جان لو گے'' فرعون نے سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر جو الزام لگایا اس کی حقیقت واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ﴾ ''فرعون نے کہا: ''تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اجازت دوں'' جادوگروں کا جرأت مندانہ اقدام دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم حیرت زدہ رہ گئے کہنے لگا بغیر میری اجازت اور مشورے کے تم کیسے ایمان لے آئے۔

(2)﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾ ''یقیناً وہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے'' فرعون نے کہا یہ تمہاری ملی بھگت ہے۔ یہ تمہارا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''تم اس سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً یہ تو ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تاکہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم بہت جلد ہی جان لو گے۔'' (الاعراف:123)

(3)﴿فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو بے شک جلد ہی تم جان لوگے'' فرعون کے لیے یہ بڑا تکلیف دہ منظر تھا۔

(i)فرعون کے لیے یہ بڑا تکلیف دہ منظر تھا جن جادوگروں کے ذریعے وہ فتح کی اُمید لگا کر بیٹھا تھا وہی مغلوب ہو گئے۔فرعون کے لیے یہ معاملہ اوراذیت ناک ہوگیا جب کہ جادوگر موقع پر ایمان لے آئے۔

(ii)فرعون نے ایمان لانے کی بجائے دشمنی کا راستہ اختیار کیا اور جادوگروں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ تم موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد ہی لگتے ہو۔

(iii)عنقریب تمہیں پتہ لگ جائے گا میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹواؤں گا اور میں تمہیں سب کو پھانسی دے دوں گا

سوال2:﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور تم سب کو ضرور بری طرح سولی چڑھاؤں گا'' جادوگروں کو فرعون نے جو دھمکی دی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)فرعون نے جادوگروں کو ڈرایا اور انہیں دھمکی دیتے ہوئے کہا﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾ ''میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹ دوں گا'' یعنی میں تمہیں وہ سزا دوں گا جو زمین میں فساد پھیلانے والوں کو دی جاتی ہے۔(2)﴿وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور تم سب کو ضرور بری طرح سولی چڑھاؤں گا'' یعنی میں تمہیں تختے پر الٹا لٹکا دوں گا تاکہ ساری دنیا تمہاری ذلت کا تماشا دیکھے۔

﴿قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''کوئی حرج نہیں، یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' (50)

سوال:﴿قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''کوئی حرج نہیں، یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' جادوگروں نے فرعون کی دھمکی کا کیا جواب دیا؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ اُنہوں نے کہا: جادوگروں نے کہا۔(2)﴿لَا ضَيْرَ﴾ ''کوئی حرج نہیں'' خیر ہے تمہاری دھمکیوں کی کوئی پروا نہیں (3)﴿اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' ہر ایک کو موت تو آنی ہے۔ہمیں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں۔ہم تو لوٹ کر اپنے رب کے پاس جائیں گے۔اور وہ ہمارے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔

﴿اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''یقیناً ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کردے، کیونکہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں'' (51)

سوال:﴿اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری

خطاؤں کو معاف کردے، کیونکہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں'' جادوگروں نے اپنے رب سے مغفرت کی امید کا اظہار کیسے کیا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ﴾ ''یقیناً ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کردے'' جادوگروں نے فرعون کی دھمکی کا جواب دیتے ہوئے کہا ہمارا رب ہمارے اخلاص کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہم اس سے امید رکھتے ہیں کہ ہم نے تمہارا حکم مان کر جن گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، وہ ہماری مغفرت فرمائے گا۔

(2)﴿اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''کیونکہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں'' جادوگروں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ ہمارے ایمان کی وجہ ہمارا رب ہمیں معاف کردے گا۔

(3) جادوگروں نے سب سے پہلے ایمان لانے کی بات اس لیے کی کہ فرعون کی قوم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور جادوگروں نے ایمان لانے میں پہل کی تھی۔(4) ایمان لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ اپنے جاہ، اپنی سرداریوں اور اپنے اقتدار سے دستبرداری ہوتی ہے اور ایسے ہی لوگ انبیاء کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے مخالف اور دشمن ہوتے ہیں۔(تیسیر القرآن:3/342)

رکوع نمبر 8

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چلو، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' (52)

سوال:﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چلو، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چلو''

(i) مصر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں پر حجت قائم کردی تھی انہیں حق کا پیغام پہنچادیا تھا لیکن وہ ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔

(ii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مصر میں قیام لمبا ہوگیا تھا اور فرعونیوں پر حجت تمام ہوچکی تھی تو اس لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات نکل جائیں۔

(2)﴿اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾ ''یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' یعنی فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے اور ایسے ہی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جب صبح کے وقت فرعونی بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ تمام بنی اسرائیل راتوں رات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکل گئے

ہیں۔ (تفسیر سعدی:1900/2)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰى﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔'' (طٰہٰ:77)

﴿فَاَرۡسَلَ فِرۡعَوۡنُ فِى الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِيۡنَ﴾

''تو فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والوں کو بھیجا'' (53)

سوال: ﴿فَاَرۡسَلَ فِرۡعَوۡنُ فِى الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِيۡنَ﴾ ''تو فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والوں کو بھیجا'' فرعون نے بنی اسرائیل سے جنگ کرنے کے لیے لشکر تیار کرنے کا جو حکم دیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: فرعونیوں نے صبح کو دیکھا کہ سارا شہر سونا پڑا ہے ایک بھی اسرائیلی نہیں رہا تو انہوں نے فرعون کو خبر دی۔ اس کا غصہ بھڑک اٹھا۔ اس نے ایک لشکر تیار کرنے کے لیے شہروں میں ہرکارے بھیجے۔

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ لَشِرۡذِمَةٌ قَلِيۡلُوۡنَ﴾

''یقیناً یہ لوگ بے شک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں'' (54)

سوال: ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ لَشِرۡذِمَةٌ قَلِيۡلُوۡنَ﴾ یقیناً یہ لوگ بے شک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں'' فرعون نے قوم کا حوصلہ کیسے بڑھایا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) فرعون نے قوم کا حوصلہ بڑھانے کے لیے لشکر میں اعلان کیا کہ ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ لَشِرۡذِمَةٌ قَلِيۡلُوۡنَ﴾ ''یقیناً یہ لوگ بے شک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں'' یہ بنی اسرائیل تھوڑے سے لوگ ہیں جنہوں نے ملک میں بدامنی پھیلا رکھی ہے۔ ملک کو ان سے خطرہ ہے۔

(2) فرعون نے مصریوں کو حوصلہ بڑھانے اور بنی اسرائیل کی تحقیر کے لیے اُن کی تعداد کو کم کر کے بتایا۔

﴿وَاِنَّهُمۡ لَنَا لَغَآئِظُوۡنَ﴾

''اور بلاشبہ وہ ضرور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں'' (55)

سوال: ﴿وَاِنَّهُمۡ لَنَا لَغَآئِظُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہ ضرور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں'' فرعون نے غلاموں پر غصہ نکالنے کو اپنے لیے کیوں لازم قرار دیا؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهُمۡ لَنَا لَغَآئِظُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہ ضرور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں'' فرعون نے کہا بنی اسرائیل کے مصر سے بھاگنے

نے ہمیں سخت غضب میں مبتلا کر دیا ہے۔

(2) فرعون نے کہا ہمارے غلام ہم سے بھاگ گئے ہیں۔اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے غلاموں پر غصہ نکالیں۔

﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾

''اور یقیناً ضرور ہم سب چوکنے رہنے والے ہیں'' (56)

سوال: ﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ضرور ہم سب چوکنے رہنے والے ہیں'' فرعون نے چوکنا رہنے کا حکم کیوں دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) فرعون نے کہا ہم ایسے لوگ ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی سازش کو ناکام بنانا ہے اس لیے ہمیں چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

(2) ﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ضرور ہم سب چوکنے رہنے والے ہیں'' فرعون نے چوکنا رہنے کا حکم اس لیے دیا کہ ہمارے مشترکہ مصالح اور مفادات کے دشمن ہیں۔

(3) لہٰذا ہمارے لئے ان کا جا پکڑنا کوئی مشکل کام نہیں یا ''ہم سب خطرہ میں ہیں'' یا ہم سب چوکنے اور محتاط لوگ ہیں'' اس لئے ان کا قلع قمع کرنا ضروری ہے لفظ ''﴿حٰذِرُوْنَ﴾'' کے یہ سبھی معنی ہو سکتے ہیں۔ (شوکانی) (تفسیر اشرف الحواشی: 441/1)

﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''تو ہم نے اُنہیں باغوں اور چشموں سے نکالا'' (57)

سوال: ﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں باغوں اور چشموں سے نکالا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں باغوں اور چشموں سے نکالا'' فرعونی اپنے باغوں اور چشموں سے خود نہیں نکلے تھے رب العزت نے واضح کیا ہے کہ ہم انہیں اُن کے باغوں اور چشموں سے نکال لائے۔

(2) رب العزت نے انہیں خوب صورت اور اعلیٰ باغات سے ان کے کھیتوں اور کھلیانوں سے، ان کے دریاؤں اور ابلتے ہوئے چشموں سے نکال دیا۔

﴿وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾

''اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے'' (58)

سوال: ﴿وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے'' اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو ان کے خزانوں اور عمدہ مقامات سے کیسے نکالا؟ وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت سے فرعونیوں کے دل میں بنی اسرائیل کا تعاقب کرنے کے لیے غضب ڈال دیا پھر وہ ایسے نکلے کہ پلٹ کر اپنے خزانوں اور اچھے مقامات تک کبھی نہیں آسکے۔

(2)﴿وَّ كُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾"اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے" انہوں نے خزانوں اور عمدہ مجالس اور مقامات سے طویل عرصے تک فائدہ اٹھایا۔وہ غرور اور تکبر سے لذتوں سے فائدہ اٹھاتے رہے بالآخر رب العزت نے انہیں دیس نکالا دے دیا۔

﴿كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ﴾

"اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو اُن چیزوں کا وارث بنا دیا"(59)

سوال:﴿كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ﴾اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو اُن چیزوں کا وارث بنا دیا" اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیسے وارث بنایا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا﴾"اس طرح ہوا اور ہم نے وارث بنا دیا" اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خوب صورت قیام گاہوں، اعلیٰ باغات، چشموں اور کھیتوں کا وارث بنا دیا۔

(2)بنی اسرائیل جو پہلے فرعون کے غلام تھے۔فرعون ان سے مشقت اٹھواتا تھا، رب العزت نے تکبر کرنے والے فرعون کا تخت گرا دیا اور تاج اچھال دیا۔﴿اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ﴾"اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے۔" (آل عمران:26)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ﴾"اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔" (الاعراف:137)

(4)﴿وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ﴾"اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں۔" (القصص:5)

﴿فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ﴾

''توانہوں نے سورج نکلتے ہی اُن کا پیچھا کیا'' (60)

سوال:﴿فَاَتۡبَعُوۡهُمۡ مُّشۡرِقِيۡنَ﴾ ''توانہوں نے سورج نکلتے ہی اُن کا پیچھا کیا'' فرعونیوں نے بنی اسرائیل کے تعاقب کا فیصلہ کب کیا؟

جواب:(1)﴿فَاَتۡبَعُوۡهُمۡ مُّشۡرِقِيۡنَ﴾ ''توانہوں نے سورج نکلتے ہی اُن کا پیچھا کیا'' فرعونیوں کو بنی اسرائیل کے خروج کی اطلاع صبح کے وقت ملی تو اُنھوں نے اُسی وقت تعاقب کا فیصلہ کرلیا۔

(2) فرعون اوراس کے لشکروں نے انتہائی غصے میں بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور جمع ہوتے ہی انہیں جالیا۔

﴿فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤى اِنَّا لَمُدۡرَكُوۡنَ﴾

''پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں'' (61)

سوال:﴿فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤى اِنَّا لَمُدۡرَكُوۡنَ﴾ ''پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں'' اصحاب موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں کہا تھا کہ ہم پالیے گئے؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ﴾ ''پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا'' بنی اسرائیل نے مصر میں بدترین غلامی کا وقت گزارا تھا۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ آگے سمندر ہے پیچھے فرعونیوں کا لشکر اب بچاؤ ممکن نہیں تو انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ اب پھر فرعون کی غلامی ہوگی اس لیے اُنہوں نے کہا کہ ہم پالیے گئے۔

(2)﴿قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤى﴾ ''تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''موسیٰ کے ساتھیوں نے جب فرعون کے لشکر کو دیکھا تو گھبرا کر کہا۔

(3)﴿اِنَّا لَمُدۡرَكُوۡنَ﴾ ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں'' ہم تو پکڑ لیے گئے۔ یہ موقع **توکل علی اللہ** کا تھا اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے کا تھا۔ انہوں نے لشکر کو دیکھا اوراس لمحے رب کو نہ دیکھا جس کی وجہ سے گھبرا گئے۔

﴿قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں! یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' (62)

سوال:﴿قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں! یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیسے ثابت قدمی کی تلقین کی؟

جواب:(1)﴿قَالَ كَلَّا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں!'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن سے نجات دے کر پھر اُس کے قابو میں دے دے۔

(2)﴿اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ ''یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' یقیناً میرا رب نجات کے راستے کی طرف ضرور میری راہ نمائی کرے گا اور تم دوبارہ فرعون کے قابو میں کبھی نہیں جاؤ گے۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے سچے وعدے کا یقین دلاتے ہوئے ثابت قدمی کی تلقین کی کہ وہ ہماری مدد کرے گا ہمیں ضرور نجات کا راستہ دکھائے گا۔

﴿فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾

''تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو پس وہ پھٹ گیا تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا'' (63)

سوال: ﴿فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو پس وہ پھٹ گیا تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عصا مارنے کا حکم دیا اس کا کیا نتیجہ سامنے آیا؟

جواب: (1)﴿فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ یوں اللہ تعالیٰ نے سمندر کے بیچ میں خشک راستے کو نجات کا راستہ بنا دیا راستہ بنانے کے لیے عصا کو مددگار بنا دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی﴾ ''پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔'' (طٰہٰ:77)

(2)﴿فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾ ''تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر عصا مارا تو وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ ایک پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ﴾

''اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا'' (64)

سوال: ﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ﴾ ''اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا'' فرعون اور اس کے لشکر دریا کے قریب کیسے آ گئے، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ﴾ ''اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسی جگہ فرعون اور اس کے لشکروں کو لا کھڑا کیا یعنی سمندر کے قریب کر دیا۔ (2) یہ وہ مقام تھا جہاں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے سمندر پار کیا تھا۔

﴿وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی'' (65)

سوال: ﴿وَاَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کیسے نجات عطا کی؟

جواب: (1) ﴿وَاَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَہٗۤ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو سمندر اور فرعونیوں سے نجات عطا کی۔

(2) یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے تمام لوگ دریا سے باہر آ گئے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

﴿ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ﴾

''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' (66)

سوال: ﴿ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' فرعونی کیسے غرق ہو گئے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو اُسی سمندری راستے سے گزرتے ہوئے غرق کر دیا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی گزر گئے تو سمندر کو اسی طرح سے رواں دواں کر دیا جس سے فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَتۡبَعَہُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِہٖ فَغَشِیَہُمۡ مِّنَ الۡیَمِّ مَا غَشِیَہُمۡ﴾ ''پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا تو اُن کو سمندر سے ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے انہیں ڈھانپا۔'' (طٰہٰ:78)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ دن کیا (اہمیت رکھتا) ہے، جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا، یہ ایک اچھا اور عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی تھی، اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم موسیٰ علیہ السلام کے تمہاری نسبت زیادہ حق دار ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری:2003، مسلم:2656)

(4) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی وحی بھیج دی تھی کی جب میرے پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو ان کی بات سننا اور ماننا پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا اس کی موجیں ادھر ادھر سر ٹکراتی پھریں کہ نہ معلوم سیدنا موسیٰ علیہ السلام کب اور کدھر سے آ جائیں، اور مجھے لکڑی ماردیں، ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کے حکم کی بجا آوری نہ کر سکوں۔ جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام نے فرمایا: ''اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ کا آپ کو کیا حکم ہے؟'' آپ

نے فرمایا: ''یہی کہ میں سمندر پر ماروں۔'' انہوں نے کہا: ''پھر کیا دیر ہے؟'' چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو پھٹ اور چلنے کا راستہ دے دے۔'' (ابن کثیر:37,38/4)

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾

''بلا شبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' (67)

سوال: ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''بلا شبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' نشانیاں دیکھنے کے باوجود لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً﴾ ''بلا شبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے'' اس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صداقت اور فرعون اور اس کی قوم کے موقف کے بطلان پر بہت بڑی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:1901/2)

(2) ﴿وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' لوگ نشانیاں دیکھنے کے باوجود اپنے دل کے بگاڑ کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ (3) انسان عبرت حاصل نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴾

''اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (68)

سوال: ﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴾ ''اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴾ ''اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اس نے اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر جھٹلانے والے کفار کو ہلاک کیا اور اپنی رحمت سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ (تفسیر سعدی:1901/2)

(2) لوگوں کے ایمان نہ لانے کے باوجود رب رحیم ہے اپنی رحمت کی وجہ سے لوگوں کو مواقع دیتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر غلبہ رکھتا ہے لیکن وہ اپنی رحمت کی وجہ سے لوگوں کو عبرت حاصل کر کے ایمان لانے کے مواقع دیتا ہے۔

رکوع نمبر 9

﴿وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰہِیۡمَ﴾

''اور آپ اُنہیں ابراہیم کی خبر پڑھ کر سنائیں'' (69)

سوال:﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ﴾''اور آپ اُنہیں ابراہیم کی خبر پڑھ کر سنائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾''اور آپ اُنہیں پڑھ کر سنائیں'' رب العزت نے فرمایا: اے محمد ﷺ اپنی قوم کو خبر دے دیں۔

(2)﴿نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ﴾''ابراہیم کی خبر'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عظیم واقعات کی خبر دے دیں۔ جو اخلاص، توکل، عبادت اور توحید سے عبارت تھی۔ جب کہ لوگ ان کی زندگی کو مشعل راہ بنا سکیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے جابر بادشاہ کی ہلاکت کے بعد ایک اور جابر بادشاہ نمرود کے سامنے رب العالمین کا تعارف پیش کرنے والے پیغمبر کا ذکر کیا۔ دونوں واقعات میں رب العالمین کا تعارف، بادشاہوں کا ظلم، نبیوں کا ڈٹے رہنا، حق کا غلبہ یہ مشترکہ باتیں ہیں۔

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾

''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' (70)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت کا آغاز کیسے کیا؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ﴾''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی قوم سے سوال کیا۔

(2)﴿مَا تَعْبُدُوْنَ﴾''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' تم کس کے آگے اپنی پیشانیاں جھکا رہے ہو؟

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟

﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پس ہم اُنہی کے مجاور بنے رہتے ہیں'' (71)

سوال1:﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴾''اُنہوں نے کہا: ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پس ہم اُنہی کے مجاور بنے رہتے ہیں'' قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کیا جواب دیا؟ وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''اُنہوں نے کہا:'' قوم نے بتوں پر فخر کرتے ہوئے کہا۔(2)﴿نَعْبُدُ اَصْنَامًا﴾''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں'' یعنی ہم بتوں کے آگے جھکتے ہیں، ان کی بندگی کرتے ہیں۔ ان ہی سے دعائیں مانگتے ہیں۔

(3)﴿فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴾''پس ہم اُنہی کے مجاور بنے رہتے ہیں'' یعنی ہم ان بتوں کے لیے اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم حقیقتاً ستارہ پرست تھی۔ اور وہ سیاروں کے انسانی زندگی پر اثرات کے شدت سے قائل تھے۔ انہوں نے

ہر سیارہ کی روح کی ایک تصویر اپنے ذہین میں طے کر رکھی تھی پھر اسی تصویر کے مطابق ان کے مجسمے یا بت بنائے جاتے تھے۔ مثلاً کوئی سورج دیوتا کا مجسمہ تو کوئی چاند دیوی کا مجسمہ۔ اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جس سیارہ کا وہ مجسمہ ہو اس کی روح کا اس سے خاص تعلق ہوتا ہے اور اگر ان سیاروں کی پوجا پاٹ کریں گے تو سیاروں کے غضب اور ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ اور یہ سب ان کا وہم اور قیاس ہی تھا۔ جس کے لیے کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔ (تیسیر القرآن:346/3)

(5) سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف نکلے، راستے میں بیری کے درخت کے پاس سے گزر ہوا، جہاں مشرکین و کفار مجاور بن کر بیٹھتے تھے اور وہاں اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے، اس مقام کو ذات انواط کہا جاتا تھا (یعنی ایسا مقام جہاں چیزوں کو لٹکایا جائے) چنانچہ جب ہم بیری کے اس بہت بڑے سبز درخت کے پاس سے گزرے تو ہم (میں سے بعض لوگوں) نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی آستانہ بنا دیجیے! اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگوں نے بھی بالکل وہی بات کہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ (اے موسیٰ!) ہمارے لیے بھی کوئی مشکل کشا بنا دے، جس طرح کہ ان لوگوں کے مشکل کشا ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے (اپنے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: حقیقت حال یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو، یہ ایسے (شرکیہ و کفریہ) طور طریقے ہیں جو تم سے پہلے لوگوں نے اختیار کیے تھے اور تم بھی ایک ایک کر کے ان کو اپناتے چلے جاؤ گے۔ (مسند احمد:21956، ترمذی:2180)

سوال 2: بتوں کی عبادت پر جمنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بتوں کی عبادت پر جمنے سے مراد ہے: (1) رات دن اُن کی عبادت کرنا۔ (2) اُن کی عبادت کو چھوڑنے کا تصور بھی نہ کرنا۔

﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾

''ابراہیم نے کہا: ''کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' (72)

سوال: ﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی عبادت کے لیے جو پہلی دلیل مانگی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ابراہیم نے کہا:'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔

(2) ﴿هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' کیا وہ تمہاری پکار، تمہاری دعائیں، تمہاری آوازیں سن لیتے ہیں؟ (3) ﴿اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' جب تم انہیں پکارتے ہو، ان کی عبادت کرتے ہو۔

(4) یعنی کیا وہ تمہاری تکلیف دور کرتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟

﴿اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ﴾

''یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا وہ نقصان دیتے ہیں؟'' (73)

سوال:﴿اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ﴾ ''یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا وہ نقصان دیتے ہیں؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے نفع ونقصان پر قادر نہ ہونے کے بارے میں کیسے لوگوں کو شعور دلایا؟

جواب:(1)﴿اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ﴾ ''یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نفع کا سوال اس لیے کیا کہ انسان مفاد پرست ہے وہ فائدے کے لیے کام کرتا ہے اُنہوں نے نفع کی بات شعور کو بیدار کرنے کے لیے کی تاکہ یہ سمجھ لیں کہ بتوں کی عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(2)﴿اَوْ یَضُرُّوْنَ﴾ یا وہ نقصان دیتے ہیں؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نقصان کی بات اس لیے کی کہ انسان نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے توجہ دلائی کہ اگر بتوں کی عبادت چھوڑنے پر وہ نقصان پہنچاتے ہیں پھر تو اُن کے بارے میں کچھ سوچنے کی ضرورت ہے ورنہ اُن کی عبادت کی بات تو یہیں ختم ہو جاتی ہے کہ وہ نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے۔

(3) قبیلہ سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ مسلمان ہو گئے، پھر واپس اپنی قوم کے پاس گئے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ واپس جا کر سب سے پہلا جملہ جو انہوں نے اپنی زبان سے ادا کیا، وہ یہ تھا کہ لات اور عزیٰ (کس قدر) برے ہیں۔ لوگوں نے جب ضمام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سنا تو کہنے لگے، اے ضمام! (بزرگوں کی گستاخی سے) رک جا اور برص اور کوڑھ کی بیماریوں سے بچ اور بچ (کہ کہیں بزرگوں کی گستاخی سے) تو پاگل نہ ہو جائے! یہ سن کر ضمام رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے کہا، ہلاکت ہو تمہارے لیے! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ دونوں (مل کر بھی) نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ کچھ سنوار سکتے ہیں، (سنو!) اللہ عزوجل نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب اتاری ہے، جن جہالتوں اور گمراہیوں میں تم پڑے ہو، اس کتاب کے ساتھ وہ تمہیں ان سے بچاتا ہے۔ (مسند احمد :2384)(مستدرک حاکم:4380)

﴿قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے'' (74)

سوال:﴿قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے آباء پرستی کا کیا عذر پیش کیا؟

جواب:﴿قَالُوْا﴾ ''اُنہوں نے کہا:'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آباء پرستی کا عذر پیش کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم دلیل کی سطح پر شکست کھا گئی تو اپنی آباؤ پرستی کا عذر پیش کیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے۔

(3) یعنی ہم آباء کی پیروی کرتے ہوئے ان کے راستے پر چل پڑے۔

﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾

''ابراہیم نے کہا: تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟'' (75)

سوال: ﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟'' ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے شعور کو کیسے بیدار کیا؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''ابراہیم نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سوال کیا۔

(2)﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟'' کیا تم نے غور وفکر کیا ہے تم کن کی عبادت کرتے ہو۔ یہی ایک سوال شعور کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے کہ تم نے بے سوچے سمجھے جن کی عبادت شروع کر رکھی ہے کبھی اُس پر غور بھی کیا ہے۔

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے لیے جائز نہیں ہے کہ میری شادی کسی مشرک سے ہو، اے ابوطلحہ! کیا تو نہیں جانتا ہے کہ یقیناً تمہارا معبود، جس کی تم عبادت کرتے ہو، اسے فلاں آدمی یا (فرمایا) فلاں قبیلے کا بڑھئی غلام تراشتا ہے اور اگر تم اس میں آگ بھڑکاؤ تو وہ یقیناً خاکستر ہو جائے؟ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ سن کو ابوطلحہ چلے گئے اور یقیناً ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بات ان کے دل میں بیٹھ گئی، وہ جب بھی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر پیغام نکاح دیتے تو وہ انہیں یہی بات کہتیں، ایک دن وہ آئے اور کہا کہ جو دعوت تو نے مجھے دی تھی میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (پھر انہوں نے شادی کر لی اور) ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ہی تھا، اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ (الطبقات الکبری لابن سعد: 313/8)

﴿اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴾

''تم اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی'' (76)

سوال: ﴿اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴾ ''تم اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَنْتُمْ﴾ ''تم'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام قوم کے شعور کو بیدار کرتے ہوئے سوال کیا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

(2)﴿وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی'' یعنی تمہارے باپ دادا جن سے تم شرک کا ورثہ پایا ہے وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟

﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''سو بلاشبہ وہ سب میرے دُشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے'' (77)

سوال: ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''سو بلاشبہ وہ سب میرے دُشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے'' ابرہیم علیہ السلام نے کیسے بتوں کو اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے رب العالمین سے رشتہ جوڑنے کا اظہار کیا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ﴾ ''سو بلاشبہ وہ سب میرے دُشمن ہیں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں یعنی جھوٹے معبودوں کو اپنا دشمن قرار دیا۔

(2) ﴿اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''سوائے ایک رب العالمین کے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب العالمین کو جھوٹے معبودوں سے الگ کرتے ہوئے اُس سے اپنا اصلی رشتہ جوڑ لیا اگرچہ اُس سے نہ باپ کا رشتہ تھا، نہ آباؤ اجداد نے یہ رشتہ قائم کیا تھا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ﴾ ''تمہارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دُشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے۔'' (الممتحنۃ:4)

(4) ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۷۹) وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۸۰)﴾ ''یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' اور اس کی قوم نے اُس سے جھگڑا کیا، اُس نے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟'' حالانکہ اُس نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟'' (الانعام:79,80)

(5) ﴿اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۵۴) مِنْ دُوْنِهٖ

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ (۵۵) اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۵۶)﴾ ''ہم نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے،'' اُس نے کہا: ''یقینا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔یقینا اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقینا میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔'' (ھود:54,56)

﴿الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ﴾

''جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے'' (78)

سوال:﴿الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ﴾ ''جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہدایت کا تعلق خالق سے جوڑ کر توحید کی جو دلیل دی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْ خَلَقَنِيْ﴾ ''جس نے مجھے پیدا کیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وہ جس نے مجھے پیدا کیا جب کہ مجھے معلوم نہ تھا میرے جسم کے اعضاء کہاں سے جمع ہوئے، میری تخلیق اسی کی ہے، میرے شعور کی گہرائیوں سے وہی واقف ہے۔

(2)﴿فَهُوَ يَهْدِيْنِ﴾ ''پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے'' وہی مجھے ہدایت دینے والا ہے کہ مجھے زندگی کیسے بسر کرنی ہے اور دین اور دُنیا کے بارے میں وہ راہنمائی کرتا ہے کہ میرے لیے نفع کس میں ہے۔

(3) ان چار آیات میں سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے اللہ کی ان صفات کا ذکر کیا جن کا تعلق سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے ہی نہیں بلکہ ہر انسان سے تعلق ہوتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی یہی وہ صفات ہیں جن کی بنا پر ہر انسان کو صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرنا چاہیے۔پہلی صفت یہ ہے کہ اسی نے مجھے پیدا کیا اور وجود بخشا۔دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے پیدا کر کے تنہا نہیں چھوڑ دیا۔بلکہ ہر مقام پر میری رہنمائی بھی کرتا ہے۔ اس سے مراد فطری رہنمائی بھی ہے جو ہر جاندار کو مہیا ہوتی ہے۔(تیسیر القرآن:347/3)

﴿وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ﴾

''اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے'' (79)

سوال:﴿وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ﴾ ''اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے'' سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے دلیل دی کہ وہ کھلاتا پلاتا ہے اس لیے حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ﴾ ''اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب

ہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے یعنی زندگی اور زندگی کی ضروریات اُسی سے ہیں وہی رزق پیدا کرنے والا ہے اور وہی پانی کا مہیا کرنے والا ہے۔
(2) یعنی جو مجھے رزق دیتا ہے وہی حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔
(3) روزی کے زمینی اور آسمانی اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں وہی بارش برسا کر زمین کو زندہ کرتا ہے۔ وہی پھل، سبزیاں اجناس پیدا کرتا ہے، وہی میٹھا پانی پلاتا ہے، وہی دودھ پلاتا ہے اور شہد کھلاتا ہے۔

﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے'' (80)

سوال: ﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾ ''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے دلیل دی کہ وہ بیماری میں شفا دیتا ہے اس لیے حق رکھتا ہے اس کی عبادت کی جائے۔ وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿وَاِذَا مَرِضْتُ﴾ ''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی انتہائی تکلیف یعنی مرض کا تذکرہ کر کے اس کی کرم نوازیوں کا تذکرہ کیا کہ وہ مجھے شفا دیتا ہے۔
(2) ﴿فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾ ''تو وہی مجھے شفا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی شفا دینے والا ہے اس لیے وہ حق رکھتا ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے۔
(3) مرض بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن یہ گہری ساتھ رہنے والی صحبت کا شعور ہے کہ مرض کو اپنی طرف اور شفا کو رب کی طرف منسوب کیا ہے۔
(4) سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی طرف فرمائی تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اپنی کسر نفسی کی بنا پر ایسا کہا۔ ورنہ بیماری اور شفا سب کچھ ہی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب بیماری اور شفا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر جاندار کی طبیعت ہی اس کی سب سے بڑی معالج ہوتی ہے۔ بدن میں کسی مقام پر بھی کوئی نقص ہو جائے تو طبیعت فوراً ادھر متوجہ ہو جاتی ہے۔ باہر سے کوئی آفت پڑنے کا خطرہ ہو تو ہر جاندار سے بلا ارادہ ایسی حرکات سرزد ہونے لگتی ہے جو اس کی اس آفت سے حفاظت کر سکیں اور دوائی کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب طبیعت کی مدافت سے معاملہ بڑھ جائے اور دوائی کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ طبیعت کی مدد کرتی ہے ورنہ اصل معالج تو طبیعت ہی ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہی بنائی ہے علاوہ ازیں دواؤں میں تاثیر اور خاصیت بھی اللہ کی پیدا کردہ ہے پھر کبھی دوا اپنا اثر دکھاتی ہے۔ (تیسیر القرآن:348/3)

﴿وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ﴾

''اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا'' (81)

سوال:﴿وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ﴾ ''اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے دلیل دی کہ وہ میری زندگی اور موت کا مالک ہے اس لیے حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ﴾ ''اور جو مجھے موت دے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی کا انجام بتایا کہ میری موت اس کے ہاتھ میں ہے ﴿ثُمَّ يُحْيِيْنِ﴾ ''پھر وہ مجھے زندہ کرے گا'' یعنی موت کے بعد دوبارہ زندگی بھی وہی عطا کرے گا۔ وہ حساب کتاب کے لیے اُٹھائے گا۔ (2) یعنی جو میری زندگی اور موت کا مالک ہے جس نے مجھے دوبارہ زندگی عطا کرنی ہے۔ جس کے سامنے اپنی زندگی کے اعمال کی جواب دہی کے لیے پیش ہونا ہے وہی حق رکھتا ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے۔

﴿وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾

''اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا'' (82)

سوال:﴿وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ ''اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا'' سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے خطاؤں کی مغفرت کے لیے اپنے رب سے جو امید باندھی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ﴾ ''اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو ایک اللہ کے لیے خالص کر لیا تھا، اپنے معاملات اس کے حوالے کر دیتے تھے۔ انہوں نے سب بتوں سے اظہار بے زاری کر کے ایک اللہ تعالیٰ سے امید کا رشتہ قائم کیا تھا کہ اس سے مجھے امید ہے۔ وہ میری خطائیں معاف کر دے گا۔

(2)﴿اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ ''کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نفس کو پاک وصاف تصور نہیں کرتے تھے اپنے اعمال کی قیمت کم اور مغفرت کی قیمت زیادہ سمجھتے تھے اس لیے جزا کے دن کے لیے اپنے رب سے اُمیدیں باندھے ہوئے تھے کہ وہ خطاؤں کی مغفرت فرمادے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟'' (آل عمران:135)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں (اسلام سے قبل حالتِ کفر میں) صلہ رحمی کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا تو کیا اس کو اس سے کوئی فائدہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(یہ کام) اسے کوئی فائدہ نہ دیں گے کیونکہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا:﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میرے گناہوں کو معاف فرما دینا۔'' (صحیح مسلم:518)

﴿رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾

''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے'' (83)

سوال: ﴿رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ ''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوت فیصلہ اور نیک لوگوں کے ساتھ کے لیے دعا کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُکۡمًا﴾ ''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما'' حکم سے مراد قوت فیصلہ، نبوت، رسالت، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی سمجھ، اللہ تعالیٰ کی حدود کی پہچان اور علم وفہم ہے۔

(2) (i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ ہر چیز کو ویسے ہی دیکھوں جیسے وہ حقیقی طور پر ہے۔ وہ کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنا چاہتے تھے اس لیے اُنہوں نے دُعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا کر دے۔

(ii) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا چاہتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا۔

(3) ﴿وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ ''اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے'' یعنی میں دنیا میں بھی نیک لوگوں کے ساتھ رہوں اور آخرت میں بھی مجھے ان کے ساتھ ملا دے۔ (ایسر التفاسیر:1050) (4) یعنی مجھے انبیاء اور صالحین کا ساتھ دینا۔

(5) حدیث میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت بھی یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اعلیٰ رفیقوں میں ملا دے تین بار یہی دعا کی۔ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی مروی ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ أَحۡيِنَا مُسۡلِمِيۡنَ وَأَمِتۡنَا مُسۡلِمِيۡنَ وَأَلۡحِقۡنَا بِالصَّالِحِيۡنَ غَيۡرَ خَزَايَا وَلَا مُبَدِّلِيۡنَ﴾ یعنی اے اللہ! ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور مسلمانی کی حالت میں موت دے اور نیکوں میں ملا دے۔ درآں حالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔ (ابن کثیر:4/40) (6) سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ شعور رکھتے تھے کہ انسان کا دل کسی بھی وقت بُرائی کی طرف مائل ہوسکتا ہے اس لیے وہ نیک لوگوں کا ساتھ چاہتے تھے تاکہ عمل صالح کرنے کے لیے مواقع مل سکیں اور بُرائیوں سے بچ سکیں۔

﴿وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ﴾

''اور میری سچی ناموری پچھلوں میں باقی رکھنا!'' (84)

سوال 1: ﴿وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ﴾ ''اور میری سچی ناموری پچھلوں میں باقی رکھنا!'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سچی ناموری کے لیے جو دعا کی اس کو رب العزت نے کیسے پورا فرمایا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ﴾ ''اور میری سچی ناموری پچھلوں میں باقی رکھنا!'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ بعد میں آنے والے میرا ذکر اچھے انداز میں کرتے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں آنے والے اسی دین حنیف پر قائم رہیں۔

(2) یعنی مجھے سچی مدح وثنا عطا کر جو ہمیشہ قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو علم وحکمت سے سرفراز فرمایا جس کی بنا پر وہ تمام انبیاء ومرسلین پر فضیلت لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء ومرسلین کے گروہ میں شامل کیا، آپ کو اپنا محبوب ومقبول بندہ بنایا۔ ہر آن تمام اقوام وملل میں آپ کو عظمت اور مدح وثنا عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (۱۰۸) سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (۱۰۹) كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۱۱۰) إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (۱۱۱)﴾ ”اور ہم نے پچھلوں میں اس کا (ذکرِ خیر) چھوڑا ہے۔ سلام ہے ابراہیم پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔“ (الصفت: 108,111) (تفسیر سعدی: 1904,1905/2)

(3) یعنی ایسے نیک اعمال کی توفیق دے کہ قیامت تک آنے والی نسلیں میرا ذکر خیر کرتی رہیں یا آخر زمانہ میں میری نسل سے نبی ہو۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی ان کی نسل سے خاتم الانبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کی ملت کو عالمگیر قبولیت بخشی کہ یہودی عیسائی مسلمان سب انہیں پیشوا مانتے ہیں اور ان کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ مسلمان تو اپنی ہر نماز میں ﴿كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ اور ﴿كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ پڑھتے ہیں۔ (شوکانی، ابن کثیر)

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ذکرِ جمیل کے لیے دُعا کی جا سکتی ہے۔

سوال 2: قرآن وحدیث میں طلب وجاہ یعنی عزت کی طلب کو ممنوع اور مذموم قرار دیا گیا جب کہ انبیاء علیہم السلام نے اس کے لیے دعا کی۔ طلب جاہ اور سچی ناموری کی حقیقت کو واضح کریں؟

جواب: (1) قرآن وحدیث میں جہاں طلب جاہ کو ممنوع اور مذموم قرار دیا ہے اس کی مراد وہی دنیوی وجاہت اور اس سے دینوی منافع حاصل کرنا ہے۔ (2) امام ترمذی ونسائی نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیے جائیں وہ بکریوں ریوڑ کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا دو خصلتیں انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ ایک مال کی محبت دوسرے اپنے عزت جاہ کی طلب۔ (رواہ الطبرانی عن ابی سعید الخدری)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جاہ ثنا کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔ ان تمام روایات سے مراد وہ حب جاہ اور طلب ثناء ہے جو دنیوی مقاصد کے لئے مطلوب ہو یا جس کی خاطر دین میں مداہنت یا کسی گناہ کا ارتکاب کرنا پڑے اور جب یہ صورت نہ ہو تو طلب جاہ مذموم نہیں۔ حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيْرًا وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا﴾ یعنی یا اللہ مجھے خود اپنی نگاہ میں تو چھوٹا اور حقیر بنا دیجیے اور لوگوں کی نظر میں بڑا بنا دیجیے۔ یہاں بھی لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نیک اعمال میں میری پیروی کریں۔ اس لئے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص واقع میں صالح اور نیک ہو، لوگوں کی نظر میں نیک بننے کے لئے ریاکاری نہ کرے اس کے لئے لوگوں کی طرف سے مدح وثنا کی محبت مذموم نہیں۔ (معارف القرآن: 530/6)

(5) امام غزالی نے فرمایا: کہ دنیا میں عزت وجاہ کی محبت تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ اول یہ کہ اس سے مقصود اپنے آپ کو بڑا اور اس کے بالمقابل دوسرے کو چھوٹا یا حقیر قرار دینا نہ ہو بلکہ آخرت کے فائدہ کے لئے ہو کہ لوگ میرے معتقد ہو کر نیک اعمال میں میری اتباع کریں۔ دوسرے یہ کہ جھوٹی ثنا خوانی مقصود نہ ہو کہ جو صفت اپنے اندر نہیں ہے لوگوں سے اس کی خواہش رکھے وہ اس صفت اس کی تعریف کریں تیسرے یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے کسی گناہ یا دین کے معاملے میں مداہنت اختیار کرنی پڑے۔ (معارف القرآن:530/6)

﴿وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ﴾

''اور مجھے نعمت بھری جنت کے وارثوں میں بنا!'' (85)

سوال: ﴿وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ﴾ ''اور مجھے نعمت بھری جنت کے وارثوں میں بنا!'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جنت کی وراثت کی جو دعا کی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ﴾ ''اور مجھے نعمت بھری جنت کے وارثوں میں بنا!'' جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جنت کی وراثت کی دعا کی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔

(2) جنت کے وارث اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے اہل ایمان، اہل تقویٰ ہوں گے۔

(3) وارث تو اس لحاظ سے ہوں گے کہ ان کے جدامجد کا اصل مسکن جنت ہی تھا۔ اور جنت کے وارث صالحین ہی ہوں گے۔ جن کے ساتھ ملانے کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام دعا فرما رہے ہیں۔ (تیسیر القرآن:349/3)

(4) نعمتوں بھری جنت کا وارث بننا بڑی قدر ومنزلت ہے جس کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ یا اللہ ہم سب کو جنت نعیم کا وارث بنا دینا۔

﴿وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ﴾

''اور میرے باپ کو بخش دے! یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا'' (86)

سوال: ﴿وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ﴾ ''اور میرے باپ کو بخش دے! یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی مغفرت کے لیے دعا کی جب کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں اس امر کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے مغفرت کی دُعا اس دور میں کی تھی جب اُن پر واضح نہیں تھا کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دُعا کرنا جائز نہیں۔ بعد میں جب انہیں علم ہوا تو اُنہوں نے اپنے والد سے بے زاری کا اظہار کیا۔ ﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا﴾ ''اُس نے کہا: ''آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا، یقیناً وہ

مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے'' (مریم:47)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اُس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا۔'' (التوبہ:114)

﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾

''اور مجھے اُس دن رُسوا نہ کرنا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' (87)

سوال:﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾ ''اور مجھے اُس دن رُسوا نہ کرنا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آخرت کی رسوائی سے بچنے کی جو دعا کی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تُخْزِنِي﴾ ''اور مجھے رُسوا نہ کرنا'' ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری لغزشوں پر زجر و توبیخ سے مجھے رسوا نہ کرنا۔

(2)﴿يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾ ''اس دن جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' یعنی قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا اس دن مجھے سعادت مند بنا دینا۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو موت کے بعد اُٹھائے جانے والے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ ہونے کا خوف تھا کہ تمام مخلوق کے سامنے میرا مؤاخذہ کرے کہیں مجھے عذاب سے دوچار نہ کر دیا جائے۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابرہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے تو آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے کہ کیا میں نے (دنیا میں) تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ ان کا باپ آزر کہے گا، آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے اللہ! تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر (ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دینے کے لئے) کہا جائے گا، اے ابراہیم! تمہارے پاؤں کے نیچے کیا چیز ہے؟ ابراہیم علیہ السلام (نیچے نظر کریں گے تو) دیکھیں گے کہ نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو ہے، چنانچہ اس کو پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری:3350)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد (آزر) کو قیامت کے دن گرد آلود کالا کلوٹا دیکھیں گے۔ (بخاری:4768)

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾

''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی بیٹے'' (88)

سوال:﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾ ''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی بیٹے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یقین تھا قیامت کے دن فدیہ قبول نہیں ہوگا۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ﴾ ''جس دن'' یعنی قیامت کے دن۔(2)﴿لَا يَنْفَعُ﴾ ''نہ کام آئے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکیں گے۔

(3)﴿مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾ ''مال اور نہ بیٹے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دُنیاوی طور پر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل دو چیزوں کا حوالہ دیا کہ مال اور بیٹے کوئی نفع نہ دیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (۱۰۱)﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

(5) قیامت کے دن ایمان، اخلاص، توحید اور شرک سے بے زاری کام آئے گی۔ (مختصر ابن کثیر:1398/2)

﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾

''مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے گا'' (89)

سوال:﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ''مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے گا'' قلب سلیم سے کیا مراد ہے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ''مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے گا'' جو اللہ تعالیٰ کے پاس بے عیب دل، قلب سلیم لے کر آئے گا اس کی نجات ہوگی ایسا دل مومن کا ہوتا ہے کیونکہ کافروں اور منافقوں کے دل بیمار اور عیب دار ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''ان کے دلوں میں ہی ایک بیماری ہے'' (البقرہ:10) (مختصر ابن کثیر:1398/2)

(2) قلب سلیم سے مراد سلامت دل ہے۔(i) جو شرک سے، کفر سے، گمراہی سے، سلامت ہو۔(ii) جو نفاق، بغض، حسد اور بدگمانی سے پاک ہو۔(iii) جو بدعات سے پاک ہو۔(iv) جو دُنیا کی مال و متاع کی محبت سے پاک ہو۔(v) جو مفادات سے پاک ہو۔(vi) جو انحرافات سے پاک ہو۔(vii) جو خواہشات سے پاک ہو۔

(3) یعنی اخلاص، علم، یقین اور خیر کی محبت جیسی صفات سے ان کا دل مزین ہے۔ اس کا ارادہ اور محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کی

خواہشات اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع ہوں۔(تفسیر سعدی:1905/2)

(4)ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سونے چاندی کی مذمت اترنے پر عرض کیا کہ اگر ہم جانتے کہ کون سامال بہتر ہے تو اسی کو جمع کرتے۔تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''خدا کو یاد کرنے والی زبان،اس کا شکرادا کرنے والا دل اور آدمی کے ایمان میں مدد کرنے والی ایماندار بیوی بہتر مال ہیں۔''(جامع ترمذی:3094)

(5)ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہا:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿ان اللہ تعالیٰ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم﴾''اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے مالوں کو وہ دیکھتا ہے دلوں کو اور تمہارے عملوں کو''(مسلم)

(6)انسان کے پاس سب سے برگزیدہ چیز اس کا دل ہوتا ہے ایمان یہیں ہوتا ہے اور اس کے نتائج یہیں سے برآمد ہوتے ہیں اس لیے سب سے زیادہ فکر دل کی صفائی اور حسن وجمال کی ہونی چاہیے۔اس کو توبہ سے دھونا،استغفار سے مانجھنا،رجوع الی اللہ کی چادر پہنانا،توحید سے آراستہ کرنا،عزم الامور کی عبا پہنانا،خشیت کا سنگھار کرنا اور محبت کی خوشبو لگانی ضروری ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ انسانوں کے قلوب کو جانتا ہے اس لیے بندے کو دیکھنا چاہیے کہ دلوں میں جو چیز دیکھنے والی ہے وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

(8)نیکی اور بدی کا اصل مقام دل ہے اگر دل میں نیکی اور بدی کا اصل مقام دل ہے اگر دل میں نیکی ہو اعضا سے جھلکتی ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:﴿الا ان فی الجسد مضغۃ،اذا صلحت صلح الجسد کلہ،واذا فسدت فسد الجسد کلہ،الا وھی القلب﴾''خبردار رہو!بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اگر صالح ہو تو پورا جسم صالح ہوتا ہے،اور اگر وہ فاسد ہو تو پورا جسم فاسد ہوتا ہے۔خبردار رہو یہ دل ہے۔''(بخاری ومسلم)اگر دل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی گھر کرلے تو آنکھ،کان،ہاتھ،پاؤں اسی جانب اپنا رخ کرلیں گے۔

﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور جنت متقی لوگوں کے قریب لائی جائے گی''(90)

سوال:﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾''اور جنت متقی لوگوں کے قریب لائی جائے گی''اہل تقویٰ کے لیے جنت بنا سنوار کر قریب کی جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے اس عظیم دن میں اہل تقویٰ کو جنت کی بشارت دی ہے۔جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کرتے ہیں۔

(2) اہل تقویٰ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جنت ہی کے لیے عمل کرتے رہے اس لیے جنت اس دن ان کے قریب کردی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (۳۱) هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (۳۲) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ (۳۳) ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (۳۴)﴾ ''اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی۔ یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا۔ (ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے۔'' (ق:31,34)

﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ﴾

''اور جہنم بھٹکے ہوئے لوگوں پر ظاہر کردی جائے گی'' (91)

سوال: ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ﴾ ''اور جہنم بھٹکے ہوئے لوگوں پر ظاہر کردی جائے گی'' گمراہوں کے سامنے جہنم کیسے ظاہر کر دی جائے گی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ﴾ ''اور جہنم لوگوں پر ظاہر کردی جائے گی'' اس دن جہنم کا پردہ کھول دیا جائے گا۔

(2) ﴿لِلْغٰوِيْنَ﴾ ''بھٹکے ہوئے'' جو رسولوں کو جھٹلاتے رہے، جنہوں نے حرام کام کیے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں ان کے سامنے جہنم ظاہر کردی جائے گی۔ اس سے حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ پھر اس سے ایک گردن نکلے گی جو ایسی خوفناک آواز سے گرجے گی جس سے کلیجے منہ کو آجائیں گے۔ پھر جہنم والوں سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔ کہاں ہیں تمہارے جھوٹے معبود جن کی تم دنیا میں عبادت کرتے تھے اور سچے معبود کو جو اللہ تعالیٰ ہے چھوڑ بیٹھے تھے۔ کیا آج وہ تمہاری کچھ مدد کرسکتے ہیں اور تمہاری طرف سے کچھ انتقام، بدلہ لینے پر قادر ہیں۔ افسوس آج ان میں سے کوئی بھی تمہارے کام نہ آئے گا۔ وہ تو اپنے آپ ہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ چھڑا سکے گا۔ چہ جائیکہ تمہارے کام آئے۔ تم اور تمہارے معبود جہنم کا ایندھن ہیں۔ سب اس میں جھونک دیے جائیں گے آج سب کے سب جہنم میں اوندھے لٹکا دیے جائیں گے۔ اور سب اوپر تلے اس میں جھونک دیے جائیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:1399/2)

﴿وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾

''اور اُن سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟'' (92)

سوال: ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اُن سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقِيْلَ لَهُمْ﴾ ’’اوراُن سے کہا جائے گا‘‘یعنی قیامت کے دن غیر اللہ کے پجاریوں سے پوچھا جائے گا۔
(2)﴿اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ’’کہ وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟‘‘یعنی کہاں ہیں تمہارے جھوٹے معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے۔

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾

’’اللہ تعالیٰ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں‘‘(93)

سوال:﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کے سوا کیا‘‘یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو وہ پوجتے تھے۔
(2)﴿هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ ’’کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں‘‘بتوں کے بارے میں لوگوں کا یہ خام خیال ہے کہ وہ نفع پہنچانے اور نقصان دینے میں قدرت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہاں نفع ونقصان پر ان کی بے اختیاری کو آخرت کے منظر میں رکھ کر سمجھایا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔یہاں بتوں کی مدد سے مراد عذاب کو ٹال دینے کے لیے مدد ہے۔بتوں کے بچاؤ سے مراد اُن کا خود اپنی ذات کو عذاب سے بچا لینا ہے۔
(3) ثقہ تابعی مجاہد بن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میرے پاس ایک پتھر تھا، جسے ہم نے اپنے ہاتھ سے تراشا تھا اور جس کی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتا تھا، میں خالص وعمدہ دودھ لے کر آتا، جو میرے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی ہوتا تھا اور اس بت پر بہا دیتا، پھر کتا آتا اور (مزے لے کر) اسے چاٹ لیتا اور پھر وہیں ٹانگ اٹھا کر پیشاب کر دیتا۔(مسند احمد:15510)

﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ﴾

’’پھر وہ اور بہکے ہوئے لوگ بھی اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے‘‘(94)

سوال:﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ﴾ ’’پھر وہ اور بہکے ہوئے لوگ بھی اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا﴾ ’’پھر اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے‘‘یعنی انہیں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا۔
(2)﴿كُبْكِبُوْا﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ترجمہ کیا’’دوزخ میں ان کو اکٹھا کر دیا جائے گا‘‘۔مجاہد رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا’’اوندھے منہ گرادیا

جائے گا“۔ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا ”پھینک دیا جائے گا“۔ زجاج رحمہ اللہ نے کہا ”ایک دوسرے پر ڈال دیا جائے گا“ قتیبی رحمہ اللہ نے کہا ”سر کے بل ڈال دیئے جائیں گے“۔ (تفسیر مظہری:355/8)

(3) اہل دوزخ کو دوزخ میں پھینکنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے ایک دوزخی کو اوندھے منہ دوزخ میں پھینکا جائے گا، اوپر سے دوسرے کو، پھر اوپر سے تیسرے کو، گویا ان کو دوزخ میں اس بیدردی سے پھینکا جائے گا جیسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کو پھینکا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:350,351/3)

(4)﴿هُمْ﴾ ”وہ لوگ“ یعنی جھوٹے معبود جن کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔

(5)﴿وَالْغَاوٗنَ﴾ ”اور بہکے ہوئے“ اور ان لوگوں کو بھی جو ان کی عبادت کرکے گمراہ ہوگئے۔

﴿وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ﴾

”اور ابلیس کے لشکر سب کے سب“ (95)

سوال:﴿وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ﴾ ”اور ابلیس کے لشکر سب کے سب“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ﴾ ”اور ابلیس کے لشکر“ ابلیس کی اطاعت کرنے والے مراد ہیں خواہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔

(2)﴿اَجْمَعُوْنَ﴾ ”سب کے سب“ اول سے آخر تک تمام شیطانی لشکروں کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:1399/2)

(3) یعنی شیاطین جن وانس، جنہیں ابلیس گناہوں پر اکسایا کرتا تھا، ان کے شرک اور عدم ایمان کی وجہ سے ان پر مسلط ہوگیا تھا اور یہ جن وانس اس کے داعی بن کر اس کو راضی کرنے کے لیے تگ ودو کیا کرتے تھے۔ جہنم میں جھونکے جانے والے یہ تمام لوگ یا تو ابلیس کی اطاعت کی طرف دعوت دیتے تھے یا وہ لوگ تھے جو اس دعوت پر لبیک کہتے تھے اور ان کے شرک میں ان کی تقلید کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی:1906/2)

(4) دوزخ میں پھینکے جانے والے لوگ تین طرح کے ہوں گے۔ ایک مشرک لوگ۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے۔ دوسرے ان کے معبود۔ خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان، تاکہ مشرکوں کی حسرت میں مزید اضافہ ہو۔ تیسرے ابلیس کے لشکر جو ان کی گمراہیوں کا اصل سبب بنے تھے۔ (تیسیر القرآن:350,351/3)

﴿قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ﴾

”وہ کہیں گے اور وہ سب اس میں باہم جھگڑیں گے“ (96)

سوال:﴿قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ”وہ کہیں گے اور وہ سب اس میں باہم جھگڑیں گے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا﴾ ”وہ کہیں گے“ یعنی ابلیس کے لشکر ان بتوں سے کہیں گے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔

(2)﴿وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ”اور وہ سب اس میں باہم جھگڑیں گے“ جہنم میں گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے آپس میں

جھگڑے کریں گے۔

﴿تَاللّٰهِ اِنۡ كُنَّا لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾

''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ ہم کھلی گمراہی میں تھے''(97)

سوال:﴿تَاللّٰهِ اِنۡ كُنَّا لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ ہم کھلی گمراہی میں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَاللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم'' گمراہ ہونے والے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر پورے یقین سے کہیں گے۔

(2)﴿اِنۡ كُنَّا لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾''بلاشبہ ہم کھلی گمراہی میں تھے''ہم صاف اور کھلی گمراہی میں تھے یعنی جب تمہاری اطاعت کرتے تھے تو یہ گمراہی تھی۔

(3)یعنی عبادت، محبت، خوف اور رجاء میں، ہم تمہیں رب کائنات کے برابر ٹھہرایا کرتے تھے اور تمہیں بھی ویسے ہی پکارتے تھے۔ جیسے رب تعالیٰ کو پکارتے تھے تب ان پر ان کی گمراہی عیاں ہو جائے گی اور اپنی سزا میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ سزا برمحل ہے۔(تفسیر سعدی:1906/2)

﴿اِذۡ نُسَوِّيۡكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾

''جب ہم تمہیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے''(98)

سوال:﴿اِذۡ نُسَوِّيۡكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾''جب ہم تمہیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) قیامت کے دن لوگ جھوٹے معبودوں کے بارے میں جان لیں گے کہ ان کے پاس خدائی کے اختیارات نہیں تھے۔

(2)﴿اِذۡ نُسَوِّيۡكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾''جب ہم تمہیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے''یعنی وہ تو تراشیدہ پتھر یا بے اختیار لوگ تھے جن کو ہم رب العالمین کے برابر درجہ دیتے رہے۔(3) وہ تخلیق میں نہیں عبادت میں بتوں کو جہانوں کے بادشاہ کا ہم پلہ قرار دیتے تھے۔

﴿وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ﴾

''اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر اُن مجرموں نے ہی''(99)

سوال:﴿وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ﴾''اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر اُن مجرموں نے ہی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ﴾''اور ہمیں گمراہ نہیں کیا'' قیامت کے دن اپنے راہ نماؤں کے بارے میں لوگ یہ جان جائیں گے کہ ان ہی مجرموں نے ہمیں گمراہ کیا تھا جن کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ ہمیں رب سے دور لے جانے والے گمراہ کرنے والے

ہیں۔حشر کے میدان میں ان کا جرم کھل جائے گا۔

(2)﴿اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ’’مگر اُن مجرموں نے ہی‘‘ یہاں مجرموں سے مراد جھوٹے لیڈر اور راہنما ہیں۔

(3) رب العزت نے اسی کی وضاحت فرمائی ہے:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾ ’’اور کہیں گے: ’’اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔‘‘ (الاحزاب:67)

﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾

’’پس اب ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں‘‘ (100)

سوال:﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾ ’’پس اب ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا لَنَا﴾ ’’پس اب ہمارے لیے‘‘ حشر کے میدان میں انسان کہیں گے کہ اب ہمارے لیے کوئی سفارش نہیں ہے۔

(2)﴿مِنْ شَافِعِيْنَ﴾ ’’کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں‘‘ یعنی کوئی ہماری سفارش کر کے ہمیں Defend کر کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہے۔(3) یہ اعتراف قیامت کے حالات کی شدت کا پتہ دیتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَا اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ’’نہیں وہ انتظار کرتے مگر اس کے انجام کا جس دن اس کا انجام آجائے گا، جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔‘‘ (الاعراف:53)

(5)﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ ’’اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہو گا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔‘‘ (المومن:18)

(6)﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ ’’جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہو گا اور اُس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہو گا۔‘‘ (الانفطار:19)

(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا مقام قدید یا عسفان میں انتقال ہو گیا تو آپ نے

فرمایا: کریب دیکھواس کے لیے کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نکلا تو لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے ان اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: تمہارے اندازے میں وہ چالیس ہیں؟ فرماتے ہیں: جی ہاں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میت نکال لاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اگر کوئی مسلمان مر دفوت ہو جائے اس کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی شریک ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش اس میت کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔'' (مسلم:2199)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے لے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو ضرور قبول کی جاتی ہے تو ہر نبی نے جلدی کی کہ اپنی اس دعا کو (دنیا ہی میں) مانگ لیا ہے اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال رکھا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو میری شفاعت میری امت کے ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرگیا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (صحیح مسلم:491)

﴿وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ﴾

''اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہے'' (101)

سوال: ﴿وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ﴾ ''اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا صَدِيْقٍ﴾ ''اور نہ کوئی دوست'' یعنی کوئی ہمارا قریبی دوست نہیں ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لے۔

(2) ﴿حَمِيْمٍ﴾ ''گرم جوش'' حشر کے میدان میں انسان پر یہ کھل جائے گا کہ کوئی جگری دوست کام آنے والا نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔'' (الزخرف:67)

﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''تو کاش کہ واقعی ایک دفعہ ہماری واپسی ہو تو ہم مؤمنوں میں سے بن جائیں گے'' (102)

سوال: ﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو کاش کہ واقعی ایک دفعہ ہماری واپسی ہو تو ہم مؤمنوں میں سے بن جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً﴾ ''تو کاش کہ واقعی ایک دفعہ ہماری واپسی ہو تو'' حشر کے میدان میں حقیقت کھل جانے کے بعد یہ تمنا ہو گی کہ کاش ایک بار لوٹ جانا مل جائے تو ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں۔ (2) یعنی دنیا کی طرف پلٹنا اور لوٹنا ہو۔

(3) ﴿فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہم مؤمنوں میں سے بن جائیں گے'' یعنی ایک بار دنیا میں جانا مل جائے تو مومن بن جائیں گے،

نیک اعمال کریں گے۔

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقینا ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' (103)

سوال: ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقینا ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً﴾ ''بلاشبہ اس میں یقینا ایک نشانی ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعے میں نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(2) ﴿وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' یعنی نشانیاں آنے کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقینا سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (104)

سوال: ﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقینا سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقینا سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعے سے یہ ثابت کیا گیا کہ رب العالمین کا ہی غلبہ ہے اور وہی رحمتوں والا ہے وہ چاہے تو انکار اور گستاخیوں پر بھی پکڑے، مہلت نہ دے لیکن وہ اپنی رحمت کی وجہ سے موقع دیتا ہے۔

رکوع نمبر 10

﴿کَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ۣ الۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾

''نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا'' (105)

سوال: ﴿کَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ۣ الۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾ ''نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی تکذیب کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ٍالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا'' اللہ رب العزت نے اپنے بندے اور رسول کی طرف سے بیان فرمایا ہے کہ کس طرح سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کو جھٹلایا۔

(2) پچھلی امتوں میں سب سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت نمایاں ہوتی ہے جن کا ظہور دریائے دجلہ وفرات کے دوآبہ میں ہوا تھا جو انسانی تمدن کا سب سے عظیم گہوارہ ہے اور جہاں غالباً سب سے پہلے بت پرستی کا ظہور رہا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جمعیت اپنی ابتدائی اور فطرت ہدایت کی راہ پر سے سب سے پہلے گمراہ ہوئی۔(ترجمان القرآن:81/3)

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی تکذیب کو رب العزت نے تمام رسولوں کی تکذیب قرار دیا۔اس لیے کہ سارے رسولوں کی دعوت ایک تھی۔ایک کو جھٹلانا دراصل سبھی کو جھٹلانا ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن کے بھائی نوح نے اُن سے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' (106)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُن کے بھائی نوح نے اُن سے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ﴾ ''جب اُن کے بھائی نوح نے اُن سے کہا'' یعنی جب ان کے نسبی بھائی نوح نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' یعنی کیا تم بتوں کی عبادت سے نہیں بچو گے؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عبادت کو خالص نہیں کرو گے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کا تعلق اسی قوم سے تھا۔سیدنا نوح علیہ السلام نے برادرانہ خیر خواہی سے انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرایا۔لیکن ان کی قوم اخوت کے تقاضے کے مطابق نہ ایمان لائی، نہ تصدیق کی، نہ ان پر بھائی کی باتوں کا کوئی اثر ہوا، نہ اُنہوں نے بھائی کے ساتھ رواداری برتی۔

﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' (107)

سوال:﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے سامنے یہ وضاحت اس لیے کی کہ انہیں یقین آجائے کہ میں جو بات کر رہا ہوں وہ ایک پیغام ہے۔اس کے پہنچانے میں نہ کمی کر رہا ہوں نہ اضافہ، نہ دھوکہ دے رہا

ہوں، نہ کچھ چھپا رہا ہوں، یہ پیغام امانت ہے اور پہنچانے والا رسول امین ہے۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے کہا میں امین رسول ہوں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں گھڑ رہا نہ وحی میں کمی بیشی کر رہا ہوں لہٰذا آپ میری اطاعت کریں۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (108)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کے خوف کی دعوت دے کر اپنی اطاعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

(2) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی میں جس چیز سے تمہیں روکتا ہوں اور جس کا حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ سنانے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد وثنا بیان کی، پھر دجال کا ذکر بیان فرمایا اور پھر فرمایا کہ ''میں تمہیں دجال کے فتنے سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں کہ کسی نبی نے بھی اپنی قوم کو نہیں بتائی تھی تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے۔'' (صحیح بخاری: 3337)

﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بلاشبہ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' (109)

سوال: ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بلاشبہ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا کہ آپ لوگوں کو اس کے لیے تکلیف اٹھانی پڑے۔

(2) ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ بلاشبہ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میرا صلہ تو مجھے میرا رب دے گا جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے میں تو بے لوث تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔

(3) اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید باندھنے والوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے۔'' (الشعراء: 180)

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (110)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ کی دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کریں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رک جائیں۔

(2) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر میری اطاعت کرو، میری نصیحت کو مان جاؤ۔

﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں'' (111)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''اُنہوں نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا۔

(2) ﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ﴾ ''کیا ہم تجھے مان لیں'' یعنی ہم تمہاری بات کیسے مان سکتے ہیں؟ تم پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں۔

(3) ﴿وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں'' (i) اَرْذَلُوْن سے مراد مال اور عزت نہ رکھنے والے لوگ ہیں۔ (ii) جو لوگ دولت نہ رکھنے کی وجہ سے معاشرے میں کمتر سمجھے جاتے ہیں۔ (iii) جو لوگ حقیر پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(4) یعنی تمہاری پیروی تو معاشرے کے گرے پڑے لوگوں نے کی ہے۔ ان کی باتوں سے ان کی جہالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کا مقصد حق کی تلاش نہیں تھا۔

(5) سیدنا نوح علیہ السلام کی پیروی کرنے والے اعلیٰ درجے کے انسانی اوصاف کے حامل تھے۔ وہ اپنی عقل و حکمت اور اپنے اخلاق میں اعلیٰ درجے پر تھے۔

(6) اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ہر نبی کی دعوت کی مخالفت کرنے والے ہمیشہ وہی لوگ ہوتے ہیں جن کا معاشرہ میں کچھ اثر و رسوخ ہوتا ہے۔ جنہیں عموماً چودھری، اشراف یا شیوخ کہا جاتا ہے اور قرآن ان کا ذکر ملا اور مترفین کے الفاظ میں کرتا ہے۔ اور یہ لوگ انبیاء کی مخالفت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں نبی پر ایمان لانے کی صورت میں مطاع کے بجائے مطیع بننا پڑتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ اشراف اس بات میں اپنی ہتک اور توہین سمجھتے ہیں کہ ہم ایمان لا کر خود کو بھی ان کمینہ اور حقیر لوگوں میں شامل ہو کر ان میں برابری کی سطح پر آ

جائیں۔(تیسیر القرآن:353/3)

﴿قَالَ وَمَا عِلۡمِیۡ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾

''نوح نے کہا:''اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں'' (112)

سوال:﴿قَالَ وَمَا عِلۡمِیۡ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾''نوح نے کہا:''اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''نوح نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمایا۔

(2)﴿وَمَا عِلۡمِیۡ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾''اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں'' مجھے کیا خبر اس سے پہلے وہ کیا کرتے رہے ہیں؟ میں نہ تو اُن کے حسب ونسب کے بارے میں جانتا ہوں، نہ ان کی پیشوں کے بارے میں جاننا میرا فرض ہے۔

(3) مجھے تو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتانے سے غرض ہے نہ کہ ان کے پیشوں سے۔وہ جو پیشہ بھی اختیار کریں اگر وہ جائز ہے تو اپنے ایمان دار ہونے کی وجہ سے ان مغرور مالداروں سے افضل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں۔یا مطلب یہ ہے کہ میں کیا جانوں کہ ان کے عمل کیسے ہیں۔مجھے تو ظاہری ایمان کو دیکھنا ہے ان کی نیتوں کو اللہ جانتا ہے۔ان کا فیصلہ اس کے سامنے ہوگا۔(شوکانی)

﴿اِنۡ حِسَابُهُمۡ اِلَّا عَلٰی رَبِّیۡ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ﴾

''اُن کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے، کاش تم سمجھتے!'' (113)

سوال:﴿اِنۡ حِسَابُهُمۡ اِلَّا عَلٰی رَبِّیۡ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ﴾''اُن کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے، کاش تم سمجھتے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنۡ حِسَابُهُمۡ اِلَّا عَلٰی رَبِّیۡ﴾''اُن کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے'' یعنی ان کے اعمال کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے۔

(2)﴿لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ﴾''کاش تم سمجھتے!'' کاش تمہیں سمجھ آجاتی کہ میرا فرض اللہ تعالیٰ کا پیغام دینا اور تمہارا فرض اسے قبول کرنا ہے۔اب اگر تم میری دعوت کو حق کے طور پر پہچانتے ہو تو سر جھکا دو۔باقی ہر عمل کا اللہ تعالیٰ خود ذمہ دار ہے۔

﴿وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾

''اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں'' (114)

سوال:﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور میں ایمان والوں کونکال دینے والانہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور میں ایمان والوں کونکال دینے والانہیں ہوں''سیدنا نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مطالبہ کیا تھا کہ ایمان والوں کو دھتکار دیں، رزیل لوگوں کو دور کردیں تو ہم آپ کا دین قبول کرلیں گے۔

(2)سیدنا نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ایمان والوں کو دور نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ وہ توہین کے نہیں عزت وتکریم کے مستحق ہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں، اُن کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹادیں، پس آپ ظالموں میں سے ہوجائیں گے۔''(الانعام:52)

(4)سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ آدمی نبی ﷺ کیساتھ تھے تو مشرک لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹادیں تو یہ ہم پر جرأت نہیں کرسکیں گے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان لوگوں میں) میں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ہذیل کا ایک آدمی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور دو آدمی جن کا نام میں نہیں جانتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے دل میں جو اللہ نے چاہا واقع ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے دل میں ہی باتیں کیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:''ان لوگوں کو دور نہ کرو جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔(صحیح مسلم:6241)

﴿اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں''(115)

سوال:﴿اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾''میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ اَنَا﴾''میں تو''سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ میں تو ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(2)﴿اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾''صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' میرا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔اور میں ایمان لانے کے سوا کسی چیز کا مطالبہ بھی نہیں کرتا۔ جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر میری اطاعت کرے گا وہ دُنیا کی نظروں میں خواہ کچھ بھی ہو، وہ میرا ہے اور میں اُس کا ہوں کیونکہ میں نذیر مبین ہوں۔

﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا:''اے نوح! یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہوجاؤ گے''(116)

سوال:﴿قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی دن رات کی دعوت وتبلیغ کے جواب میں قوم نوح علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ﴾ ''اے نوح! یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے'' یعنی اے نوح علیہ السلام! اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے سے باز نہ آیا۔

(3)﴿لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾ ''تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' یعنی ہم تجھے سنگسار کر دیں گے، پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔(نعوذ باللہ)

(4) انہوں نے ایک خیر خواہ اور امانت دار نبی کو قتل کی دھمکی دی جو ان کے لیے باپ سے بڑھ کر شفیق اور مہربان ہے۔ اس پر سیدنا نوح علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی جس نے ان سب کو گھیر لیا۔﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔'' (نوح:26)

﴿قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ﴾

''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا'' (117)

سوال:﴿قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''نوح نے کہا:'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا۔

(2)﴿رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ﴾ ''اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کی بداخلاقی اور منہ موڑنے کا گلہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے'' (118)

سوال:﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ﴾ ''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے'' یعنی ہم میں سے جو زیادتی کا مرتکب ہے اسے ہلاک کر دے۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے دعا کی جو رب العزت نے قبول فرمائی ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ ''تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: ''میں بے بس ہوں سو تو بدلہ لے لے!'' (القمر:10)

(3) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' (المومنون:26)

(4) ﴿وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾﴾ ''اور نوح کو وحی کی گئی کہ یقینا تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقینا جو ایمان لا چکا، چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں۔ اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں، بے شک وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں۔'' (ہود:36,37)

(5) ﴿وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے'' سیدنا نوح علیہ السلام نے رب سے دُعا کی کہ اے میرے رب ! میرے اور میری قوم کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دے مجھے اور میرے ساتھ جو لوگ ایمان لائے ہیں انہیں نجات دے دے۔ ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور اُبل پڑا، ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہو چکی اور انہیں بھی (سوار کر لو) جو ایمان لائے ہیں اور اس پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔'' (ہود:40)

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾

''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی'' (119)

سوال: ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ﴾ ''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو نجات دی'' اللہ رب العزت نے نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو نجات عطا فرمائی، انہیں غرق ہونے سے بچا لیا۔

(2) ﴿فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''ایک بھری ہوئی کشتی میں'' وہ کشتی جو مخلوق اور حیوانات سے بھری ہوئی تھی جن پر سیدنا نوح علیہ السلام نے ہر

جانور کا ایک ایک جوڑا سوار کیا تھا۔

﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ﴾

''پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا'' (120)

سوال:﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ﴾ ''پھر اس کے بعد ہم نے غرق کر دیا'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور ان اہل ایمان کے بعد جو ان کے ساتھ تھے۔(2)﴿الْبٰقِیْنَ﴾ ''باقی لوگوں کو'' تمام مخالفوں اور نہ ماننے والوں کو ڈبو دیا۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم میں سے ان پر ایمان نہ لانے والوں کو غرق کر دیا گیا۔ اس میں ان کی بیوی اور بیٹا بھی شامل تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں'' (121)

سوال:﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ﴾ ''بلاشبہ اس میں'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی نجات اور جھٹلانے والوں کی ہلاکت میں۔

(2)﴿لَاٰیَةً﴾ ''ایک نشانی ہے'' اس واقعے میں نشانی ہے کہ اس دنیا میں نجات سچے اہل ایمان کے لیے ہے اور باقی لوگوں کے لیے ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

(3)﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں'' یعنی اس واقعہ میں سیدنا نوح علیہ السلام کی صداقت کی زبردست دلیل ہے مگر پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہی رہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1402)

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (122)

سوال:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب'' یقیناً آپ کا رب جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(2)﴿لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' قوم نوح علیہ السلام کے واقعے سے اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ

العزیز ہے وہ جباروں اور سرکشوں پر غلبہ رکھتا ہے۔اس کے ایک حکم پر اس کے پانی نے سرکشوں پر غلبہ پالیا۔اس واقعے سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم کو ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک وقت تک مہلت دیتا ہے کیونکہ وہ رحم کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ رحیم ہے کیونکہ وہ ایمان والوں کو نجات عطا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ رحیم ہے کیونکہ وہ کافروں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

(3) جو اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر اپنے دشمنوں پر غالب ہے اور اس نے ان کو طوفان کے ذریعے سے غرق کر دیا۔﴿الرَّحِیْمُ﴾"نہایت رحم والا ہے" یعنی وہ اپنے اولیا پر بہت مہربان ہے اس نے سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو نجات دی۔(تفسیر سعدی:2/1911)

رکوع نمبر:11

﴿كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾

"عاد نے رسولوں کو جھٹلایا"(123)

سوال:﴿كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾"عاد نے رسولوں کو جھٹلایا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ عَادُ﴾"عاد نے جھٹلایا" یعنی عاد قبیلے نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

(2) عاد ان کے جدِ اعلیٰ کا نام تھا اس لیے اس قوم کا نام عاد پڑ گیا۔

(3) قوم نوح علیہ السلام کے بعد جس قوم نے دنیا میں ناموری اور سربلندی حاصل کی وہ یہی قوم عاد تھی جسے عاد اولیٰ بھی کہتے ہیں۔یہ قوم اللہ کی ہستی کی تو قائل تھی مگر شرک میں بری طرح مبتلا تھی۔اس کا اصل وطن احقاف تھا۔یہ قوم بڑی قد آور، مضبوط اور سرکش تھی۔اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔اس قوم کا زمانہ عروج اڑھائی ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ تھا۔(تیسیر القرآن:3/354)

(4)﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾"رسولوں کو" یعنی ہود علیہ السلام کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ان کا ایک رسول کو جھٹلانا دراصل سب کو جھٹلانا ہے کیونکہ سب رسولوں کی دعوت ایک ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

"جب اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا:"کیا تم ڈرتے نہیں ہو"(124)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾"جب اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا:"کیا تم ڈرتے نہیں ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ﴾"جب اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا" سیدنا ہود علیہ السلام قوم عاد سے تعلق رکھتے تھے اسی اعتبار سے انہیں عاد کا بھائی کہا گیا۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو خدا خوفی کی دعوت دی۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر شرک اور نافرمانی کے کام کیوں نہیں چھوڑتے۔ (3) یعنی اپنے رب سے ڈرو اور شرک نہ کرو۔ (ایسر التفاسیر:1055)

﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' (125)

سوال:﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور امانت دار ہوں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا وہی کہتا ہوں جو رب نے حکم دیا ہے۔

(2) یعنی میں اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی رسالت پر امین ہوں۔ (جامع البیان:92/19)

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (126)

سوال:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اپنے رب کا حق ادا کرو۔ اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب سے خوف رکھ کر اس کے روکے سے رک جاؤ۔

(2)﴿وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' میری اطاعت کر کے میرا حق ادا کرو۔

(3) میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میری اطاعت تم پر واجب ہے یہاں تک کہ میں تمہیں وہ سب کچھ پہنچا دوں جو کچھ میں تمہیں دے کر بھیجا گیا ہوں۔

﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' (127)

سوال:﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' یعنی میں رسالت کے کام پر، اللہ تعالیٰ کا

پیغام پہنچا کر تم سے کوئی اجر نہیں لینا چاہتا۔

(2)﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میرا اجر تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا، جس نے میری تربیت کی۔ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے رسالت کا بوجھ اٹھانے پر اجر عطا فرمائے گا۔ جہانوں کا پالنے والا میری کفالت فرمائے گا۔

﴿اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ﴾

''کیا تم ہر اونچے مقام پر لاحاصل ہی ایک یادگار عمارت بنا دیتے ہو'' (128)

سوال: ﴿اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ﴾ ''کیا تم ہر اونچے مقام پر لاحاصل ہی ایک یادگار عمارت بنا دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ﴾ ''کیا تم ہر اونچے مقام پر ہی بنا دیتے ہو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم عمارتیں تعمیر کرتے ہو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستوں پر یادگاریں بناتے ہو۔

(2) ریع عام گزرگاہوں اور شاہراہوں کے قریب اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی مقامات پر مضبوط عالیشان، نمایاں اور حیران کن عمارتیں، بلاضرورت بنایا کرتے تھے۔ تاکہ مال و دولت اور قوت کا اظہار ہو، اسی لیے اللہ کے نبی نے انہیں اس فضول کام سے، وقت برباد کرنے سے اور خواہ مخواہ کی محنت سے منع فرمایا کہ ایسی بلاضرورت عمارتوں سے نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت کا۔ (مختصر ابن کثیر: 1403/2)

(3)﴿اٰيَةً﴾ ''ایک یادگار'' یعنی یادگار۔ (4)﴿تَعْبَثُوْنَ﴾ ''لاحاصل ہی'' یعنی تم بے کار کام کرتے ہو جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔

(5)(i) قوم ہود علیہ السلام اُونچے مقامات پر عمارتیں تعمیر کرتی تھی یہ عمارتیں رہنے کے لیے نہیں بلکہ سیر و تفریح کے لیے ہوتی تھیں۔

(ii) سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا: کہ تم ایسی عمارتیں تعمیر کرتے ہو۔ جن کے عبث ہونے میں یعنی بے کار ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ذرا سوچو تو سہی تمہاری دولت، وقت اور صلاحتیں کس طرح ضائع جا رہی ہیں۔

﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾

''اور تم بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو شاید تم ہمیشہ ہی رہو گے'' (129)

سوال: ﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾ ''اور تم بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو شاید تم ہمیشہ ہی رہو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ﴾ ''اور تم بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو'' مصانع پختہ برجوں اور گنبدوں کو فلک بوس عمارتوں کو اور اونچے اونچے میناروں کو کہا جاتا ہے، حمام کے میناروں کو بھی مصانع کہتے ہیں یعنی تم جو اونچے اونچے مینار بنا رہے ہو جن کی پختگی اور مضبوطی کا عالم ہی نرالا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1403/2) (2)﴿لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾ ''شاید تم ہمیشہ ہی رہو گے'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے۔ تمہیں ہمیشگی کی زندگی مل گئی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1403/2)

(3)(i) بڑے محلات بنانے والے دُنیا کے طبعی حالات سے اپنے گھر کے اندر رہ کر محفوظ رہنا چاہتے ہیں تا کہ اردگرد کے حالات اثر انداز نہ ہوں۔ (ii) بڑے محلات بنانے والے دشمن کے خطرے سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تا کہ وہ ان پر قابو نہ پا سکیں۔

(4) سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کے شعور کو جھنجھوڑا کہ تم ایسے محلات تعمیر کرتے ہو گویا تم ہمیشہ ان ہی میں رہو گے یعنی تمہیں جہان سے جانے کی نہیں محض جینے کی فکر ہے۔

(5) ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو! سنو، لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے، تم نے وہ مکانات بنانا شروع کر دئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونا محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے ہو تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جتھا کر کے سنبھال کر رکھا تھا۔ بڑے اونچے اونچے محلات تعمیر کئے تھے بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکے میں رہ گئے اور ان کی پونجی برباد ہو گئی ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں، عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ ہے کوئی ایسا بے وقوف کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے۔ (ابن کثیر:45/4)

﴿وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾

''اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو بے رحم بن کر پکڑتے ہو'' (130)

سوال: ﴿وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾ ''اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو بے رحم بن کر پکڑتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَإِذَا بَطَشْتُمْ﴾ ''اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ جب تم کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو۔

(2)﴿بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾ ''تو بے رحم بن کر پکڑتے ہو'' یعنی تم ان پر ظلم کرتے ہو ناحق قوت کا استعمال کرتے ہو۔

(3) یعنی لوگوں کو ناحق قتل کرتے ہو، ان کا مال لوٹ لیتے ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تم اپنی قوت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگاتے۔ اس کی بجائے

انہوں نے تکبر کیا اور نافرمانی کے کاموں میں اپنی قوت کو استعمال کیا۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (131)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاؤ شرک چھوڑ دو اور اس کے احکامات کی اطاعت کرو۔

(2) ﴿وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' میری فرمانبرداری کرو کیونکہ مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(3) میں تمہارا خیر خواہ اور امین ہوں اس لیے میری اطاعت کرو۔

(4) سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کے بُرے اوصاف، اُن کے ظلم اور سرکشی کو سامنے رکھا تو انہیں دوبارہ تقویٰ اور اپنی اطاعت کی دعوت دی۔

﴿وَاتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اُس ذات سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں اُن چیزوں سے مدد پہنچائی جنہیں تم جانتے ہو'' (132)

سوال: ﴿وَاتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُس ذات سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں اُن چیزوں سے مدد پہنچائی جنہیں تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ﴾ ''اور اُس ذات سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں اُن چیزوں سے مدد پہنچائی'' سیدنا ہود علیہ السلام نے احساس دلایا کہ اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے جس نے ان چیزوں کے ذریعے سے تمہارے مدد کی ہے۔

(2) ﴿بِمَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''جنہیں تم جانتے ہو'' جن کو تم جانتے ہو لہٰذا اُس سے ڈر جاؤ۔

﴿اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَ﴾

''اس نے تمہیں جانوروں اور بیٹوں سے مدد دی ہے'' (133)

سوال: ﴿اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَ﴾ ''اس نے تمہیں جانوروں اور بیٹوں سے مدد دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ﴾ ''اس نے تمہیں جانوروں سے مدد دی ہے'' سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو شعور دلایا کہ رب العزت نے تمہیں جانور عطا کیے ہیں۔

(2) ﴿وَّبَنِيْنَ﴾ ''اور بیٹوں سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اولاد عطا فرمائی جو بہترین نعمت ہے۔ لہٰذا اس کا شکر ادا کرو۔

﴿وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''اور باغات اور چشموں سے'' (134)

سوال: ﴿وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''اور باغات اور چشموں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''اور باغات اور چشموں سے'' ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو شعور دلایا کہ باغات اور چشمے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیے ہیں لہٰذا اس سے ڈر کر رہو۔ نعمتیں عطا کرنے والا انہیں واپس بھی لے سکتا ہے۔

(2) سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد دلایا تاکہ لوگ شکر ادا کریں۔

﴿اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (135)

سوال: ﴿اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو خوف دلایا کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔ یہ عذاب دنیا میں بھی آ سکتا ہے اور آخرت کا عذاب تو ٹالے نہیں ٹل سکتا۔

(2) ﴿عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ سے مراد وہ دن بھی ہو سکتا ہے جس دن اس قوم پر عذاب نازل ہوا تھا اور قیامت کے دن کا عذاب بھی اور دونوں قسم کے عذاب بھی۔ (تیسیر القرآن: 356/3)

﴿قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم پر یکساں ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ بنو'' (136)

سوال: ﴿قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم پر یکساں ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ بنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قوم ہود علیہ السلام کے دل سخت ہو گئے تھے وہ دشمنی اور سرکشی پر اڑے ہوئے تھے اس لیے نصیحت اُن کے دلوں پر اثر نہیں کر رہی تھی اس لیے اُنہوں نے کہا نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے برابر ہے۔

(2) یعنی سب برابر ہے۔ یہ سرکشی کی انتہا ہے کہ جب قومیں اس حالت کو پہنچ جاتی ہیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے مواعظ وتذکیر، جن کے سامنے پہاڑوں جیسی ٹھوس چٹانیں بھی پگھل جاتی ہیں اور عقل مندوں کے دل لخت لخت ہوجاتے ہیں، کا وجود اور عدم وجود برابر ہوں تو یہ ظلم اور بدبختی کی آخری حد ہے۔ تب ان کی ہدایت کی امید منقطع ہوجاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:1913/2)

(3) ﴿قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ ”انہوں نے کہا: ”اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں“۔ (ہود:53)

﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾

”یہ تو بس پہلے لوگوں کی عادت ہے“ (137)

سوال: ﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ ”یہ تو بس پہلے لوگوں کی عادت ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ ”یہ تو بس پہلے لوگوں کی عادت ہے“ اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے لوگ بھی نصیحتیں کرتے رہتے ہیں لیکن جو کام ہم کر رہے ہیں یہ تو ہوتے چلے آئے ہیں۔ (2) یعنی ہم اپنی عادات، روایات اور آبائی دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔

(3) امام بخاری نے ﴿خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ میں خلق سے دین مراد لیا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(4) اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ تو پرانے لوگوں کا مذہب ہے۔ موجودہ دور میں ایسے لوگوں کے لیے بنیاد پرست (Fundamental) کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے عقیدہ وعمل میں اپنے نبی کی تعلیم پر سختی سے عمل پیرا ہوں اور نئی روشنی یا نئی تہذیب کو پرانی جہالت سمجھتے ہوں۔ (تیسیر القرآن:356/3)

﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ﴾

”اور ہم قطعاً عذاب دیے جانے والے نہیں“ (138)

سوال: ﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ﴾ ”اور ہم قطعاً عذاب دیے جانے والے نہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ہود کی قوم اپنے آبائی دین پر قائم رہنا چاہتی تھی جس میں آخرت کا انکار بھی شامل تھا اس لیے انہوں نے عذاب میں مبتلا ہونے کا انکار کیا۔ (2) یہ ان کی طرف سے قیامت کا انکار تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح ہمیں دنیا میں نعمتیں عطا کی گئی ہیں اسی طرح دوسری زندگی میں بھی عطا ہوتی رہیں گی اور ہمیں کبھی عذاب نہیں دیا جائے گا۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''پس انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تھا تو ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (139)

سوال: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''پس انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تھا تو ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''پس انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تھا'' انہوں نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ جھٹلانا ان کی فطرت بن گیا تھا۔ جس سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ﴾ پھر جو عاد تھے وہ زمین میں ناحق ہی بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پیدا کیا وہ قوت میں اُن سے زیادہ ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔'' (حم السجدہ:15)

(3) ﴿فَاَهْلَكْنٰهُمْ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا'' یعنی ان کے جھٹلانے اور منہ موڑنے کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ﴿۷﴾﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقہ:6,7)

(4) ﴿اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴿۸﴾﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ عاد ارم جو ستونوں والے تھے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' (الفجر:6,8)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (غزوہ خندق کے موقع پر) پروا ہوا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد پچھوا ہوا سے ہلاک کر دی گئی تھی۔ (بخاری:3343)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: ﴿اَللّٰهُمَّ ! اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ﴾ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آسمان

پر بادل چھا جاتے تو نبی ﷺ کا چہرہ متغیر ہو جاتا، آپ کبھی باہر تشریف لے جاتے اور کبھی اندر تشریف لاتے، (پریشانی کی حالت میں) کبھی آتے کبھی جاتے، پھر جب بارش نازل ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔ کہتی ہیں کہ میں نے یہ کیفیت محسوس کر کے دریافت کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: عائشہ! (میں ڈرتا ہوں کہ) کہیں (اس قوم کے ساتھ) ایسا نہ ہو، جیسا (قوم عاد کے ساتھ ہوا تھا) قوم عاد نے کہا تھا۔ ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾ ''تو جب انہوں نے اسے بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔'' (الاحقاف:24) (مسلم:899/15)

(7) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ''بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے'' قوم عاد کی تباہی میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو نجات عطا کرتے ہیں اور کافروں کو ہلاک کرتے ہیں۔

(8) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں'' ان نشانیوں کے باوجود وہ ایمان نہ لائے جو ایمان کا تقاضا کرتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:1913,1914/2)

(9) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ آیت: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ کی تلاوت فرمارہے تھے۔ (بخاری:3345) (10) اس قوم کے انجام سے بھی یہ ہی نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ معاندین حق کو اتمام حجت کے بعد نیست و نابود کر دیتا ہے اور اپنے فرماں برداروں کی نجات کی صورت خود ہی پیدا کر دیتا ہے۔ (تیسیر القرآن:357/3)

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (140)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب ہے'' جس نے اپنی قدرت سے طاقتور قوم کے مقابلے میں سیدنا ہود علیہ السلام کی مدد کی اور ان کی قوم کو ہلاک کر ڈالا۔

(2) ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سیدنا ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات عطا فرمائی اور کافروں کو ہلاک کیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قوم ہود علیہ السلام کے تذکرے سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قوم ہود علیہ السلام کے تذکرے سے یہ ثابت کیا ہے کہ

(1) اگرچہ دُنیا میں غلبہ رکھنے والی قوم تھی لیکن اللہ تعالیٰ ہر جبار پر غالب ہے آج دُنیا میں ان کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ العزیز ہے مومنوں کو نجات عطا کرتا ہے۔(3) اللہ العزیز ہے کہ کافروں کو ہلاکت سے دوچار کرتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ الرحیم ہے کہ وہ نبی بھیجتا ہے ہدایت کے مواقع عطا کرتا ہے، مہلت دیتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مومنوں کو بچالیتا ہے اور کافروں کو ہلاک کردیتا ہے یوں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الرحیم کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر:12

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا'' (141)

سوال:﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ﴾ ''ثمود نے جھٹلایا'' قوم ثمود حجاز کے شمال میں حجر کے علاقے میں آباد تھی۔ یہ علاقہ خیبر اور تبوک کے درمیان واقع ہے۔

(2) قوم عاد اولیٰ کے بعد یہی قوم ثمود، جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں، نامور ہوئی۔ سب سے پہلے اللہ نے قوم موسیٰ کا ذکر فرمایا، پھر قوم ابراہیم کا، پھر قوم نوح کا، پھر قوم عاد اولیٰ کا اور پانچویں نمبر پر قوم عاد ثانیہ کا ذکر ہے۔ اس قوم کے مسکن کو الحجر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تین چار سو کلومیٹر لمبا اور تقریباً سو کلومیٹر چوڑا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے اور اس راستہ پر واقع ہے جو مدینہ سے تبوک جاتا ہے۔ اس قوم کے رنگ ڈھنگ وہی تھے جو عاد اولیٰ کے تھے۔ اسی طرح کے تنومند، قدآور اور مضبوط جسموں کے مالک تھے۔ اللہ کی ہستی کے قائل ضرور تھے مگر شرک کے امراض میں بری طرح مبتلا تھے۔ بڑی متکبر اور سرکش قوم تھی۔ ان کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اعلیٰ درجہ کے انجینئر اور بہترین قسم کے سنگ تراش تھے۔ وہ اپنے فن کا مظاہرہ یوں کرتے کہ پہاڑوں میں پتھر تراش تراش کے اپنے عالی شان مکان بنالیتے تھے۔ اسی طرح پہاڑوں کے اندر ہی اندر انہوں نے بستیوں کی بستیاں آباد کر رکھی تھیں۔ (تیسیر القرآن:357/3)(3) قوم ثمود کو بھی زبردست خوش حالی اور غلبہ حاصل تھا۔

(4)﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''رسولوں کو جھٹلایا'' قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت اور سارے رسولوں کی دعوت ایک ہے۔ اس طرح سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلانا گویا سارے رسولوں کو جھٹلانا ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن سے اُن کے بھائی صالح نے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' (142)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُن سے اُن کے بھائی صالح نے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی

وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ﴾ ''جب اُن سے اُن کے بھائی صالح نے کہا:'' قوم ثمود کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے نسبی بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں خدا خوفی کی دعوت دی۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' یعنی تم اللہ کے عذاب کا خوف رکھ کر شرک اور نافرمانیوں کو نہیں چھوڑتے اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت نہیں کرتے۔

﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' (143)

سوال: ﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے رسول ہوں'' سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے رسول ہوں مجھے رب العزت نے اپنی رحمت سے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

(2)﴿اَمِیْنٌ﴾ ''امانت دار'' سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دینے والا رسول ہوں اور امانت دار ہوں۔

(3) تم میری امانت کے بارے میں خوب جانتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام میں کمی بیشی کرنے والا نہیں ہوں اس کا تقاضا ہے کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (144)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' رب العزت نے بار بار تقویٰ اختیار کرنے اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں امور کی دعوت رسالت کے عظیم مشن میں سے ہے اور کیسے کوئی رسول کا حق ادا کر سکتا ہے اور کیسے کوئی ہدایت اور فلاح پا سکتا ہے؟ (ایسر التفاسیر: 1057)

﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' (145)

سوال: ﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔

میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کے سامنے یہ بات رکھی کہ میں آپ سے کسی اجر کا طلب گار نہیں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

(2)﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میں اجر کی امید صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں اور اسی سے اجر طلب کرتا ہوں۔

(3) سیدنا صالح علیہ السلام نے ان کا عذر ختم کر دیا، ان کے شک کو رفع کر دیا کہ میری تمہارے مال پر نظر نہیں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ﴾

''کیا تمہیں ان سب چیزوں میں جو یہاں ہیں مطمئن چھوڑ دیا جائے گا؟'' (146)

سوال:﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ﴾''کیا تمہیں ان سب چیزوں میں جو یہاں ہیں مطمئن چھوڑ دیا جائے گا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ﴾''کیا تمہیں ان سب چیزوں میں جو یہاں ہیں چھوڑ دیا جائے گا'' یعنی تمہیں نعمتوں اور بھلائیوں کے درمیان یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔(2)﴿اٰمِنِيْنَ﴾''مطمئن'' یعنی بے خوف چھوڑ دیا جائے گا۔

(3) سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ خوش حالی میں ڈوبے رہو گے تمہیں کہیں جانا نہیں، کہیں جواب نہیں دینا۔ کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ حالات بدل سکتے ہیں؟

﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''باغوں اور چشموں میں'' (147)

سوال:﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾''باغوں اور چشموں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ جَنّٰتٍ﴾''باغوں میں'' یعنی باغات اور پھلوں میں۔

(2)﴿وَّعُيُوْنٍ﴾''اور چشموں میں'' چشموں اور نہروں میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا جیسے چوپائے چھوڑے جاتے ہیں کہ نہ تمہیں کوئی حکم دیا جائے گا اور نہ کسی چیز سے روکا جائے گا۔

(3) باغوں اور چشموں کی وجہ سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ سب اُس کا حق ہے وہ جیسے بھی چاہے استعمال کرے۔

﴿وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ﴾

”اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم وملائم ہیں“ (148)

سوال:﴿وَّزُرُوۡعٍ وَّنَخۡلٍ طَلۡعُهَا هَضِيۡمٌ﴾ ”اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم وملائم ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّزُرُوۡعٍ﴾ ”اور کھیتوں میں“ یعنی تمہیں کھیتوں میں یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔

(2)﴿وَّنَخۡلٍ طَلۡعُهَا هَضِيۡمٌ﴾ ”اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم وملائم ہیں“ سیدنا صالح علیہ السلام نے نعمتوں کی مزید تفصیل سے توجہ دلائی کہ تم اپنے ان کھیتوں اور نخلستانوں میں کیا یونہی اطمینان سے رہنے دیے جاؤ گے جن کے خوشے رس بھرے ہیں۔

﴿وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ﴾

”اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو اس حال میں کہ خوب مہارت رکھنے والے ہو“ (149)

سوال:﴿وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ﴾ ”اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو اس حال میں کہ خوب مہارت رکھنے والے ہو“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا﴾ ”اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو“ یعنی تم انتہائی مہارت سے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔

(2)(i) وہ سدا جینا چاہتے تھے جب کہ یہ سب کچھ موت کے ساتھ چھین لیا جانے والا ہے اس میں سے کچھ بھی باقی رہنے والا نہیں۔

(ii) پہاڑوں کو کھود کر گھر بنانے والے ضرورت سے زیادہ تصنع سے کام لے رہے تھے۔

(3)﴿فٰرِهِيۡنَ﴾ ”اس حال میں کہ خوب مہارت رکھنے والے ہو“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم پہاڑوں کو کھود کھود کر گھر بناتے ہو یہ سب کچھ محض عیش کے لیے کرتے ہو اور فخر جتانے کے لیے حالانکہ سب کچھ امتحان کے لیے دیا ہے۔

(4) ثمود بڑے متمدن لوگ تھے اور ان کی شان وشوکت کا یہ حال تھا کہ وہ پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر عمارتیں بنایا کرتے تھے۔ آج بھی مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان مدائن صالح جس کا قدیم نام حجر تھا میں ان کی پہاڑوں میں تراش کر بنائی ہوئی بہت سی عمارتیں موجود ہیں۔ اس آیت میں ”فارھین“ (فراغت سے) کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ یہ سب کچھ محض اپنی شان وشوکت کے اظہار اور اپنی دولت وقوت اور اعلیٰ تمدن کی نمائش کے لئے کرتے تھے نہ کسی حقیقی ضرورت کے تحت اور یہی ایک زوال پذیر تمدن کی شان ہوتی ہے۔ (تفسیر اشرف الحواشی:445/1)

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ﴾

”پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو“ (150)

سوال:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرواور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر ایسے کام کرو جس کا تمہیں دنیا وآخرت میں نفع ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ان کاموں کو چھوڑ دو جن کا دنیا اور آخرت میں نقصان ہے۔

(3)﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی جو میں تمہیں حکم دوں، جس سے روکوں اور جس کی طرف تمہیں بلاؤں اس میں میری اطاعت کرو۔(ایسر التفاسیر:1058)

(4) سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کو غفلت سے جگانے کے بعد انہیں دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔

﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

''اور حد سے بڑھنے والے لوگوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو''(151)

سوال:﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''اور حد سے بڑھنے والے لوگوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا﴾ ''اور اطاعت نہ کرو'' یعنی تم ان کی بات نہ مانو۔

(2)﴿اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''حد سے بڑھنے والے لوگوں کے حکم کی'' جو حد سے گزر جانے والے ہیں، جو دنیا میں شر اور فساد پھیلا رہے ہیں ان کی بات نہ مانو۔

(3)(i) مسرف وہ شخص ہے جس کے پاس دولت آئے تو وہ شکر گزار بننے کی بجائے مغرور ہو جائے جس کے پاس اقتدار آئے تو وہ متکبر بن جائے۔

(ii) سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کے سرداروں، رئیسوں اور حق کی مخالفت میں پیش پیش کفر وشرک کے علمبرداروں کی اطاعت سے قوم کو روکنے کی کوشش کی۔

﴿الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾

''جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے''(152)

سوال:﴿الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو زمین میں فساد کرتے ہیں'' فساد اصلاح کا متضاد ہے۔ یعنی وہ ظلم اور کفر کر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر فساد پھیلاتے ہیں۔

(2)(i) قوم کے سردار اپنے اختیارات کو غلط طریقے سے استعمال کر کے فساد پھیلاتے ہیں۔(ii) قوم کے سردار اپنے اختیارات کو عوام کی

خدمت کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنی ذات کی بڑائی کے لیے استعمال کر کے فساد پھیلاتے ہیں۔

(3)﴿وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''اور اصلاح نہیں کرتے'' یعنی وہ فساد پر جمع ہوتے تھے۔اور اصلاح چھوڑتے دیتے تھے۔(ایسر التفاسیر:1058)

(4)وہ شرک کفر اور امن کی مخالفت کی طرف بلاتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1406/2)

(5)یعنی جن کا وصف اور جن کی عادت، گناہوں کے ارتکاب اور لوگوں کو گناہوں کی طرف دعوت کے ذریعے سے زمین میں اس قدر فساد پھیلانا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن نہ ہو۔یہ سب سے زیادہ نقصان دہ چیز ہے کیونکہ یہ خالص شر ہے۔سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے نبی کی مخالفت کے لئے ہر وقت مستعد اور کمر بستہ رہتے تھے اور محض لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر دعوت توحید کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کرتے تھے۔صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان مفسدوں کے دھوکے میں آنے سے روکا۔شاید یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''اُس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔''(سورہ النمل:48)(تفسیر سعدی:1915,1916/2)

(6)رب العزت نے فرمایا﴿وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔''(الاعراف:142)

﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا:''یقیناتم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو''(153)

سوال:﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا:''یقیناتم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' انہوں نے سیدنا صالح علیہ السلام سے کہا۔

(2)﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ ''یقیناتم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' یعنی تم ایسی باتیں کر رہے ہو جیسی دیوانے اور عقل سے بیگانے کرتے ہیں۔

(3)جب کسی قوم کے اندر غور وفکر کرنے کا مادہ ختم ہو جاتا ہے تو اسے خیر خواہوں کی بات سمجھ نہیں آتی۔نہ اُن پر کوئی بات اثر انداز ہوتی ہے نہ اُن کے دل نرم ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ خیر خواہوں کو سحر زدہ قرار دے دیتی ہے کہ آپ بے سوچے سمجھے باتیں کرتے ہو اور دیوانوں جیسی حرکتیں کرتے ہو۔(نعوذ باللہ)

﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ ۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو پس کوئی معجزہ لاؤ اگر تم سچوں میں سے ہو''(154)

سوال:﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو پس کوئی معجزہ لاؤ اگر تم سچوں میں سے ہو'' قوم ثمود نے معجزے کا مطالبہ کیوں کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ ''تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو'' یعنی تم کھاتے پیتے ہو نہ تم رب ہو نہ مالک پھر تمہارے لیے کیسے جھک جائیں؟ کیسے تمہاری اطاعت کرلیں؟ (ایسر التفاسیر:1058)

(2) جب تم ہمارے جیسے انسان ہو تو تمہارے پاس وحی کیسے آگئی۔ فرمایا:﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (۲۵) سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ (۲۶)﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے۔ جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟۔'' (القمر:25,26)

(3)(i) قوم صالح علیہ السلام کوتاہ بین تھے اس لیے رسول کی بشر ہونے کی حیثیت کو نہ سمجھ سکے۔

(ii) قوم صالح علیہ السلام نے رسالت کو انسانیت کے لائق نہیں سمجھا حالانکہ رسالت انسانیت کا ہی اعزاز ہے۔

(4)﴿فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''پس کوئی معجزہ لاؤ اگر تم سچوں میں سے ہو'' انہوں نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی سچائی کی قوی دلیل لے کر آؤ جس سے ہم تمہیں رسول مان لیں۔ (5) انہوں نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو معجزہ دکھاؤ۔

﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾

''صالح نے کہا: ''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے'' (155)

سوال:﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''صالح نے کہا: ''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے'' قوم صالح علیہ السلام کے مطالبے پر اونٹنی کیسے ظاہر کردی گئی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ﴾ ''صالح نے کہا: ''یہ ایک اونٹنی ہے'' یعنی یہ اونٹنی ہے جو اللہ کی اونٹنی کہلائے گی۔

(2) قوم صالح علیہ السلام کے مطالبے پر ایک دن اُونٹنی چٹان سے معجزانہ طور پر ظاہر ہوگئی۔ یعنی تم سب دیکھ رہے ہو اور اونٹنی پتھر سے نکل رہی ہے۔

(3)﴿لَّهَا شِرْبٌ﴾ ''ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے'' ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لیے مقرر ہوگا۔ اس دن تم اونٹنی کا دودھ پیو گے۔

(4)﴿وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے'' اور تمہارے لیے جو دن مقرر ہوگا اس میں تم پانی پیو گے اور اونٹنی نہیں آئے گی۔

(5) جو دن اُونٹنی کے لیے مقرر ہوا اس میں باقی لوگوں کے گھاٹ پر آنے پر پابندی عائد کر دی گئی اور جس دن لوگوں کے پانی لینے کی باری مقرر کی گئی اُس دن اونٹنی کے گھاٹ پر آنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

''اور اس کو بُرائی کے ساتھ مت چھونا پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا'' (156)

سوال: ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور اس کو بُرائی کے ساتھ مت چھونا پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''اور اس کو بُرائی کے ساتھ مت چھونا'' رب العزت نے اونٹنی کو برے ارادے سے ہاتھ لگانے سے روکا۔

(2) ﴿فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا'' یعنی اگر تم بری نیت سے اونٹنی کو چھوؤ گے، اسے مارو گے یا قتل کرو گے یا اسے پانی پینے سے روکو گے تو تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (۶۴) فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (۶۵)﴾ ''اور اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے بُرے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا۔'' تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا: ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اُٹھا لو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔'' (ھود: 64,65)

﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾

''پھر انہوں نے اُس کی ٹانگیں کاٹ دیں پھر شرمندہ ہو کر رہ گئے'' (157)

سوال: ﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾ ''پھر انہوں نے اُس کی ٹانگیں کاٹ دیں پھر شرمندہ ہو کر رہ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَقَرُوْهَا﴾ ''پھر انہوں نے اُس کی ٹانگیں کاٹ دیں'' قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس کے ہاتھ پاؤں زخمی کر دیئے پھر اس کے بعد اُسے قتل کر ڈالا۔

(2) زخمی کرنے والا ان میں سے صرف ایک شخص (اقدار) تھا جیسا کہ سورۂ شمس میں ہے: ﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ ''جب اس قوم کا بدبخت ترین شخص اٹھا'' لیکن اس نے چونکہ اونٹنی کو ان سب کے مشورہ اور مطالبہ پر زخمی کیا تھا۔ اس لئے سب ہی مجرم قرار دیئے ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ

فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾ ''تو اُنہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اُس نے اسے پکڑا پس اُس نے (اُونٹنی کو) کاٹ ڈالا'' (القمر:29)(اشرف الحواشی:446/1)

(3) سیدنا عبداللہ بن زمعہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا (خطبہ کے دوران) آپ ﷺ نے اس قوم کا ذکر کیا جنہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (خدا کی قسم بھیجی ہوئی) اس (اونٹنی کو) ذبح کرنے والا قوم کا ایک بہت ہی باعزت آدمی (قیدار نامی) تھا، جسے ہمارے زمانے میں ابوزمعہ (اسود بن مطلب) کہتے تھے۔ (بخاری:3377)

(4) ﴿فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾ ''پھر شرمندہ ہو کر رہ گئے'' قوم ثمود نے جب اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے پھر نادم ہو گئے۔

(5) قوم ثمود اُونٹنی کے قتل کے بعد تب پشیمان ہوئی جب سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا کہ تین دن تک کی مہلت ہے چوتھے دن تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ پھر جب عذاب کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو اُنہوں نے اظہار ندامت کیا لیکن عذاب آنے کے بعد ندامت اور توبہ کوئی فائدہ نہیں دے سکی۔

﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''تو اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' (158)

سوال: ﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' اونٹنی کے قتل پر عذاب آ گیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''تو اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا'' جب انہوں نے اونٹنی کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیج دیا جو ایک چیخ کی صورت میں تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟ بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے۔'' (القمر:30,31)

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا: معجزات کا مطالبہ نہ کرو، صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزے کا مطالبہ کیا تھا تو وہ (اونٹنی کی صورت میں) ظاہر ہو گیا۔ وہ اس راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اس راہ سے واپس جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے رب کا حکم نہ مانتے ہوئے سرکشی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ ایک دن وہ اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور دوسرے دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے۔ جب انہوں نے اس کو مار ڈالا تو ان پر ایسی سخت چیخ کا عذاب آیا جس سے وہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے، صرف ایک آدمی بچا جو اس وقت اللہ عزوجل کے حرم میں تھا۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون تھا؟ فرمایا: وہ ابورغال تھا، لیکن جب وہ حرم کی حدود سے نکلا تو وہ بھی اسی عذاب کی لپیٹ میں آ گیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔ (مسند احمد:14168)

(4)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾ ”یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے“ قوم ثمود کے عذاب میں ایمان لانے والوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت کی نشانی ہے۔

(5) قوم ثمود کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی علم کی علامت کبریٰ ہے جو اس کی الوہیت کو واجب کرتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:1059)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حجر (ثمود کی بستی) میں غزوہ تبوک کے لیے جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ پینا اور نہ اپنے برتنوں میں ساتھ لینا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم نے تو اس سے اپنا آٹا بھی گوندھ لیا ہے اور پانی اپنے برتنوں میں بھی رکھ لیا ہے۔ نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ گندھا ہوا آٹا پھینک دیا جائے اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جس نے آٹا اس پانی سے گوندھ لیا ہو (وہ اسے پھینک دے)۔ (بخاری:3378)

(7)﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ”اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں“ قوم ثمود پر عذاب آ گیا مگر ان کے دلوں میں ایمان نہ آیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی اور وہ ایمان نہ لا سکے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

”اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے“ (159)

سوال: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ”اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾ ”اور یقیناً آپ کا رب“ یعنی اے رسول آپ کا رب غالب ہے۔

(2)﴿لَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ ”سب پر غالب ہے“ جو سب پر غالب ہے وہ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔

(3)﴿الرَّحِیْمُ﴾ ”نہایت رحم والا ہے“ یعنی وہ اپنے اولیاء اور صالحین کے لیے رحیم ہے کوئی اس کی رحمت پر غالب نہیں آ سکتا۔

(4) قوم ثمود دُنیا کی خوش حال قوم تھی اپنے آپ کو متمدن سمجھتی تھی۔ وہ سرکش قوم تھی اللہ تعالیٰ نے اُن کے عذاب سے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سرکش پر غالب ہے اور مومنوں کی نجات سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے جس کو بچانا چاہے اُسے کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ جس کو پکڑنا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ ہر ایک کو مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔ قوم ثمود کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی وجہ سے مہلت دی تھی پھر ایمان والوں کی نجات بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور کافروں پر عذاب کا آنا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دلیل ہے۔

رکوع نمبر:13

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

”قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا“ (160)

سوال: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ﴾ ''قوم لوط نے جھٹلایا'' سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے بھی پہلی قوموں کی طرح اپنے رسول کو جھٹلایا۔ ان کے دل کفر میں ایک دوسرے جیسے تھے۔

(2) ﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''رسولوں کو'' سیدنا لوط علیہ السلام کو جھٹلا کر گویا انہوں نے سارے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ (i) سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران بن آزر کے بیٹے تھے۔ (ii) سیدنا لوط علیہ السلام کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں نبوت ملی۔ (iii) قوم لوط علیہ السلام سدوم اور عموریہ میں آباد تھی یہ بستیاں شام کے علاقے میں تھیں۔

(3) سیدنا لوط علیہ السلام جس بستی میں جا کر رہے تھے اس کا نام ''سدوم'' تھا اس کے رہنے والوں کو سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اس کے ہم وطن یا ہم شہر تھے۔ اگرچہ وہ اصلاً بابل کے رہنے والے تھے اور اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کے بھیجنے پر وہاں گئے تھے۔ (اشرف الحواشی: 446/1)

(4) یہ لوگ سدوم اور اس کے پاس بستے تھے، بالآخر یہ بھی اللہ کے عذابوں میں پکڑے گئے، سب کے سب ہلاک ہوئے اور ان کی بستیوں کی جگہ ایک جھیل سڑے ہوئے گندے کھاری پانی کی باقی رہ گئی یہ اب تک بلاد غور میں مشہور ہیں جو کہ بیت المقدس اور کرک وشوبک کے درمیان ہے۔ (ابن کثیر: 49/4)

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن کے بھائی لوط نے اُن سے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' (161)

سوال: ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُن کے بھائی لوط نے اُن سے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ﴾ ''جب اُن کے بھائی لوط نے اُن سے کہا:'' سیدنا لوط علیہ السلام ان کے نسبی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو خدا خوفی کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' انہوں نے تقویٰ کا حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ڈرتے ہوئے بڑے گناہوں اور نافرمانی کے کاموں کو چھوڑ دیں اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کریں۔

﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' (162)

سوال: ﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ ''یقینا میں تمہارے لیے رسول ہوں''یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(2)﴿اَمِیْنٌ﴾ ''امانت دار''یعنی میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔میری رسالت میں شک نہ کرو۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''(163)

سوال:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو''سیدنا لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے،اس کا تقویٰ اختیار کرنے،اس ایک کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانیاں چھوڑنے کا حکم دیا۔

(2)﴿وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو''سیدنا لوط علیہ السلام نے رسالت اور امانت کے حوالے سے اپنی اطاعت کا مطالبہ کیا۔

(3)رسول کی اطاعت کرنے سے مراد کتاب وسنت کی پیروی کرنا ہے۔(ابن ابی حاتم:2808/9)

﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔یقینا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے''(164)

سوال:﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔یقینا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا''یعنی میں تبلیغ اور رسالت کے کام پر تم سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور تعلیم دینے پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔

(2)﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''یقینا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے''میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔میں اسی سے اجر لوں گا جس نے مجھے رسالت کے منصب پر فائز کیا ہے۔

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''کیا تم جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو''(165)

سوال:﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''کیا تم جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ﴾ ''کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو''یعنی کیا تم مردوں سے بے حیائی کرتے ہو اور عورتوں کو چھوڑ دیتے

ہو۔(2)﴿مِنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جہانوں میں سے'' یعنی تم سے پہلے دنیا میں کسی نے یہ بے حیائی نہیں کی تھی۔

(3) قوم لوط علیہ السلام بدفعلی میں مبتلا تھی چونکہ اس فعل کا آغاز اسی قوم نے کیا تھا اس لحاظ سے اسے لواطت کہتے ہیں۔

(4) آپ کی قوم مشرک اور دوسری بداخلاقیوں کے علاوہ لواطت میں گرفتار بلکہ اس بدفعلی کی موجد تھی۔ان لوگوں پر بھی خاندانی منصوبہ بندی کا بھوت سوار تھا۔اس لئے شہوت رانی کے فطری طریق کو چھوڑ کر لونڈے بازی کا فعل شروع کیا پھر یہ لوگ اپنی غیر فطری روش پر نادم نہیں تھے نہ ہی اس کو برا سمجھتے تھے۔بلکہ عقلی لحاظ سے اس کے بہت سے فائدے بتاتے تھے۔(تیسیر القرآن:361/3)

﴿وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾

''اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو''(166)

سوال:﴿وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾ ''اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ﴾ ''اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں'' یعنی تمہاری بیویوں میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے اسے تم چھوڑ دیتے ہو۔

(2) وہ حد سے تجاوز کر کے بیویوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ مجامعت کرتے۔

(3)﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾ ''بلکہ تم حد سے گزر جانیوالے لوگ ہو'' یعنی تم حلال کی حد سے تجاوز کر کے حرام اور اطاعت کی حد توڑ کر نافرمانی کرتے ہو۔(الوسیط:361/3)

(4) یہ بدبخت قوم مسافروں یا مہمانوں تک کو نہیں چھوڑتی تھی۔پہلے اس سے لواطت کرتی۔پھر ان سے مال اسباب اور نقدی وغیرہ چھین کر انہیں دھکے دے کر بستی سے باہر نکال دیتی تھی۔(تیسیر القرآن:361/3)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے تم لوط علیہ السلام کی قوم والا کام کرتے دیکھو تو کرنے والے کو بھی قتل کر دو اور جس کے ساتھ بدفعلی کی گئی، اسے بھی قتل کر دو۔(مسند احمد:2735، ترمذی:1456)

﴿قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا:''اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکالے گئے لوگوں میں ہو جاؤ گے''(167)

سوال:﴿قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکالے گئے لوگوں میں ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا:'' سیدنا لوط علیہ السلام کی خیر خواہانہ نصیحت کے جواب میں قوم نے کہا۔

(2)﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ﴾ ''اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکالے گئے لوگوں میں ہو جاؤ گے'' تم بڑے پاکباز بنے پھرتے ہو اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں اپنی بستی میں رہنے نہیں دیں گے تمہیں نکال باہر کریں گے۔

(3) قوم لوط نے انہیں جلاوطن کرنے کی دھمکی دی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ ''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔ یقیناً وہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔'' (النمل:56)

﴿قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ﴾

''اُس نے کہا: ''یقیناً میں تمہارے اس کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں'' (168)

سوال: ﴿قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''یقیناً میں تمہارے اس کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' جب لوط علیہ السلام نے قوم کو بے حیائی پر کاربند دیکھا تو کہا۔

(2)﴿اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ﴾ ''یقیناً میں تمہارے اس کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں'' میں تمہیں برے کام سے روکتا ہوں اور اس کے انجام سے ڈراتا ہوں۔ (3) اور میں تمہاری اس برائی سے شدید بغض رکھنے والا ہوں۔ (ایسر التفاسیر:1060)

(4) محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں میں کوئی ایسا نہیں جس کو فتنہ پہنچے اور مجھے اس کے فتنے میں پڑنے کا خوف نہ ہو، سوائے محمد بن مسلمہ کے کیونکہ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں کوئی فتنہ ضرر نہ پہنچائے گا''۔ (ابوداود:4663)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کسی حائضہ کے پاس آیا یعنی اس سے جماع کیا یا کسی عورت کے پاس پیچھے کے راستے سے آیا، یا کسی کاہن نجومی کے پاس (غیب کا حال جاننے کے لیے) آیا تو اس نے ان چیزوں کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہیں۔'' (ترمذی:135)

(6) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اس شخص کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا کسی عورت کی دبر میں صحبت کرے۔'' (ترمذی:1165)

﴿رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو وہ کریں گے'' (169)

سوال:﴿رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ﴾''اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو وہ کریں گے'' سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنے رب سے جو دعا کی اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ﴾''اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے'' سیدنا لوط علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے برے کاموں سے نجات دے اور اس کے عذاب سے بچالے۔

(2)﴿مِمَّا یَعْمَلُوْنَ﴾''جو وہ کریں گے'' یعنی اے رب جو بے حیائی کے کام میری قوم کرتی ہے اس سے مجھے نجات دے دے۔

﴿فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ﴾

''تو ہم نے اُسے اور اُس کے سب گھر والوں کو نجات دی''(170)

سوال:﴿فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ﴾''تو ہم نے اُسے اور اُس کے سب گھر والوں کو نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَنَجَّیْنٰهُ﴾''تو ہم نے اُسے نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا لوط علیہ السلام کی دعا قبول کی اور انہیں نجات عطا کی۔

(2)﴿وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ﴾''اور اُس کے سب گھر والوں کو'' سیدنا لوط علیہ السلام کی مسلمان بیوی اور دو بیٹیوں کو بھی نجات عطا کی۔(ایسر التفاسیر:1061)

﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ﴾

''سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی''(171)

سوال:﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ﴾''سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا عَجُوْزًا﴾''سوائے ایک بڑھیا کے'' بڑھیا سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ہے جس کو اس کی قوم کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔

(2)﴿فِی الْغٰبِرِیْنَ﴾''جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی'' یعنی وہ پیچھے رہنے والوں میں رہ گئی جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔

(3) سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی در پردہ ان اوباشوں سے ملی ہوئی تھی۔ جب کوئی مہمان آپ کے گھر آتا تو یہ ان اوباشوں کو اشاروں کنایوں سے خفیہ طور پر رپورٹیں دیا کرتی تھی۔ چنانچہ جب اس قوم پر عذاب لانے والے فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے ہاں خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تشریف لائے تو اسی بڑھیا کی رپورٹ پر آس پاس کے اوباش ہمسائے بری نیت سے آپ کے گھر میں گھس آئے تھے۔(تیسیر القرآن:3/362)

﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ﴾

''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا''(172)

سوال:﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ﴾''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ﴾ ''پھرہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کردیا''یعنی جب سیدنا لوط علیہ السلام کونجات دے دی اور ان کے گھر والوں کو بھی بچالیا سوائے ایک کافر بیوی کے تو باقی ساری قوم کو ہلاک کردیا۔

(2) دورجدید کے نام ونہاد''مہذب ومتمدن''ملکوں نے اس نظام الٰہی سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے معاشرے میں لواطت کو قانوناً جائز قرار دے لیا ہے۔ہم جنس پرستی کو قانونی حیثیت دینے کے بعد یہ ممالک کس طرح عذاب الٰہی کا شکار ہوئے ہیں ان کے نظام اخلاقیات کا جنازہ کس بری طرح سے دوراہے میں رکھا ہے۔اس کا اندازہ ان ممالک کے مختصر جائزے سے عیاں ہے۔

(i)ان ممالک میں خاندانی نظام حیات ختم ہوگیا ہے، کیونکہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے باہم لذت آشنا ہیں اور نسل انسانی تیزی سے کم ہورہی ہے۔ان ممالک میں آبادی کی شرح خطرناک حدتک ختم ہوچکی ہے، کیونکہ شہوت پرست قومیں بچے جننے اوران کی پرورش وتربیت پرراضی نہیں،اس لیے سالانہ عربوں ڈالر بچے جننے والوں کوانعامات کی شکل میں دیئے جارہے ہیں۔اس کے باوجود سالانہ لاکھوں حرامی بچے گٹروں، پارکوں اور کوڑے دانوں سے مردہ مل رہے ہیں۔

(ii)مہلک امراض جیسے ایڈز،آتشک،سوزاک،سیلان،خارش،آلہ تناسل کی مختلف بیماریاں اور خطرناک پھوڑے پھنسیاں عام ہیں۔ان امراض کے علاج پر یہ حکومتیں اربوں ڈالرخرچ کررہی ہیں۔ہزاروں ہسپتال ان امراض کے علاج کے لیے مختص ہیں۔درجنوں تنظیمیں ان امراض سے لوگوں کو آگاہ کرنے اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ترغیب دینے پر مامور ہیں،لیکن پھر بھی ان کا حال یہ ہے کہ:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

(iii)یہ دنیا کا عذاب ان پر مسلط کردیا گیا ہے۔جب کہ آخرت کا عذاب اور بھی شدید ہے۔ان ممالک کے برعکس اسلامی ممالک جہاں اسلامی تہذیب وتمدن پائی جاتی ہے وہاں ان بیماریوں کا نام بھی نہیں۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴾

''پھرہم نے اُن پر بارش برسائی،زبردست بارش پس بڑی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی'' (173)

سوال:﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴾''پھرہم نے اُن پر بارش برسائی،زبردست بارش پس بڑی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا﴾''پھرہم نے اُن پر بارش برسائی،زبردست بارش''قوم لوط علیہ السلام پر پتھروں کی بارش برسائی گئی جو نشان زدہ کھنگر پتھر تھے۔

(2)﴿فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴾''پس بڑی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی''پتھروں کی بارش اتنی شدید تھی کہ آخری فردتک کو

ہلاک کر دیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (۳۴) نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ (۳۵) وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (۳۶)﴾ ''یقیناً ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، آل لوط کے سوا، ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچالیا۔ اپنی جانب سے فضل کر کے بچایا ہے، ہم ایسے ہی ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے۔ اور بلاشبہ یقیناً لوط نے اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو اُنہوں نے ڈراوے میں شک کیا۔'' (القمر: 34,36)

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے۔ اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں'' (174)

سوال: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے۔ اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے'' قوم لوط علیہ السلام کے واقعے میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اُس کے جرم میں پکڑ کر ہلاک کر سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہلاک کر سکتا ہے۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں'' اللہ تعالیٰ کے ازلی علم کے مطابق وہ ایمان لانے والے نہ تھے لہٰذا وہ ایمان نہ لائے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (175)

سوال: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب'' اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب۔

(2) ﴿لَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ ''یقیناً سب پر غالب ہے'' وہ سب پر غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

(3) ﴿الرَّحِیْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' وہ اپنے اولیاء اور مومن بندوں پر رحیم ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کو جو کسی کو اپنے مقابلے کا نہیں سمجھتی تھی اس کے عذاب کے تذکرے سے اپنے العزیز ہونے کو ثابت کیا ہے کہ سرکش پر اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی نجات سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ہلاکت سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔

رکوع نمبر:14

﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا'' (176)

سوال:﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ﴾''ایکہ والوں نے جھٹلایا''اصحاب ایکہ مدین والے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا شعیب علیہ السلام بھی ان ہی میں سے تھے۔

(2)ایکہ ان کا ایک معبود تھا جو ایک درخت تھا یا درختوں کا جھنڈ تھا یہ لوگ اس کی عبادت کرتے تھے۔(مختصر ابن کثیر:1410/2)

(3)یہ بستی ایک لمبی بلند جگہ پر آباد تھی۔(4)ایکہ والوں نے بھی جھٹلا دیا۔

(5)﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾''رسولوں کو''یعنی سیدنا شعیب علیہ السلام کو جھٹلانا دراصل سارے رسولوں کو جھٹلانا تھا۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن سے شعیب نے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' (177)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''جب اُن سے شعیب نے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ﴾''جب اُن سے شعیب نے کہا''جب ان کے نسبی بھائی شعیب علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''کیا تم ڈرتے نہیں ہو''سیدنا شعیب علیہ السلام نے انہیں خدا خوفی کی دعوت دی۔

(3)سیدنا شعیب علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے نافرمانیوں سے رکنے اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی فرماں برداری کا حکم دیا۔

﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' (178)

سوال:﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ﴾''یقیناً میں تمہارے لیے رسول ہوں'' میں اللہ رب العزت کی رحمت اور نظر کرم کی وجہ سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(2)﴿اَمِيْنٌ﴾''امانت دار''میرے بارے میں تم جانتے ہو کہ میں امین ہوں۔

(3) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نمائندے یعنی رسول اور امانت دار ہونے کی حیثیت میں پیش کیا۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' (179)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی اطاعت کا مطالبہ خدا خوفی اور اپنی امانت کی بنیاد پر کیا۔

(2) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت چھوڑ دو۔ (ایسر التفاسیر:1062)

(3) تقویٰ اختیار کرو یعنی اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جاؤ۔

(4) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی میری اطاعت کر کے میرا حق ادا کرو۔

(5) میری اطاعت کرو کیونکہ میں تمہیں وہ راستہ دکھاتا ہوں جس میں تمہاری سعادت اور کمال ہے۔

﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' (180)

سوال: ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' یعنی میں رسالت کے کام پر، اپنے رب کا پیغام پہنچا کر تم سے کوئی اجرت، کوئی بدلہ، کوئی جزا نہیں مانگتا۔

(2) ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میں تو جہانوں کے بادشاہ سے اجر کی امید رکھتا ہوں اور اس کا قرب چاہتا ہوں۔

﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ﴾

''ماپ کو پورا کرو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو'' (181)

سوال: ﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ﴾ ''ماپ کو پورا کرو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قوم شعیب علیہ السلام شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں بھی کمی کرتی تھی۔ یہ قوم دو تجارتی شاہراہوں کے سنگھم پر آباد تھی۔ ان کا

علاقہ بہت بڑا تجارتی مرکز بن گیا تھا۔اس لیے رب العزت نے انہیں حکم دیا۔

(2)﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ﴾ ''ماپ کو پورا کرو'' یعنی ناپ تول میں کمی نہ کرو، ہیرا پھیری نہ کرو، پورا ناپ کردو، پورا تول کردو۔

(3)﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ﴾ ''اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو'' ان لوگوں میں شامل نہ ہوجاؤ جو ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کو گھاٹا دیتے ہیں اور ان کے مال کو ہتھیا لیتے ہیں۔

﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾

''اور سیدھے ترازو سے وزن کرو'' (182)

سوال:﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾ ''اور سیدھے ترازو سے وزن کرو'' پیمانے بھر کر دینے، صحیح ترازو سے تولنے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَزِنُوْا﴾ ''اور وزن کرو'' یعنی جب تم وزن کرو تو صحیح ترازو سے تولو جو کسی طرف نہ جھکے۔

(2)(i)اس سے مراد ہے ناپ تول میں ڈنڈی نہ مارو، پورا پورا اور صحیح تول کردو۔

(ii)اس سے مراد ہے دوسروں کو وہ دو جو ان کو حق کے مطابق دینا چاہیے۔

(3)﴿بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾ ''سیدھے ترازو سے'' قسطاس کو بعض حضرات نے رومی لفظ قرار دیا ہے جس کے معنی عدل وانصاف کے ہیں بعض نے عربی لفظ قسط سے ماخوذ قرار دیا ہے قسط کے معنی بھی انصاف کے ہیں مراد یہ ہے کہ ترازو اور اسی طرح دوسرے ناپنے تولنے کے وسائل کو مستقیم اور سیدھے طور پر استعمال کرو جس میں کمی کا خطرہ نہ رہے۔(معارف القرآن:544/6)

(4)(i)میزان میں فرق کرنے سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

(ii)میزان پر قائم ہونے کا راز اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہ رہے تو کوئی چیز انسان کو میزان پر قائم نہیں رکھ سکتی۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۱) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (۲) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (۳) اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۴) لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (۵)﴾ ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اُنہیں کم دیتے ہیں۔کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناً وہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟ایک بہت بڑے دن میں۔'' (المطففین:1,5)

﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾

''اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' (183)

سوال:﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' لوگوں کو مال کم کرکے دینا زمین میں فساد پھیلانا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾ ''اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو'' یعنی لوگوں کے حقوق میں کمی نہ کرو جہاں ایک دینار دینا ہے وہاں نصف دینار نہ دو اور یومیہ اجرت میں سے دس کی جگہ پانچ اور بیس کی جگہ دس نہ دو۔(ایسر التفاسیر:1062)

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، روزگار کی تنگی اور حکمرانوں کا ظلم وستم مسلط کردیا جاتا ہے۔(ابن ماجہ:4019)

(3) انسان لوگوں کے مال کے علاوہ جو کچھ دیتا ہے اس میں عزت اور حقوق وغیرہ آجاتے ہیں لوگ عزت دینے اور حقوق ادا کرنے میں کمی کرتے ہیں۔ امام مالک نے موطا میں روایت نقل فرمائی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز عصر میں شریک نہیں ہوا۔ وجہ پوچھی تو اس نے عذر کیا تو سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا: طففت یعنی تو نے تولنے میں کمی کردی چونکہ نماز کوئی تولنے کی چیز نہیں اس لئے یہ حدیث نقل فرما کر امام مالک فرماتے ہیں کہ دفاء وتطفیف یعنی حق کے مطابق کرنا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے یعنی صرف ناپ تول ہی کے ساتھ یہ حکم مخصوص نہیں بلکہ کسی کے حق میں کمی کرنا خواہ کسی صورت سے ہو وہ تطفیف میں داخل ہے جس کا حرام ہونا۔ ویل للمطففین میں بیان فرمایا گیا ہے۔(معارف القرآن:6/544)

(4)﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ ''زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' یعنی زمین میں کسی طرح کا فساد نہ کرو مثلاً قتل، حقوق سلب کرنا اور حقوق روک لینا، نافرمانیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرنا وغیرہ۔(ایسر التفاسیر:1062)

(5) راہزنی کرکے، کھیتوں کو تباہ کرکے فساد نہ پھیلاؤ۔(الاساس:7/3948)(6) لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھا کر زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور پہلی نسلوں کو بھی'' (184)

سوال:﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور پہلی نسلوں کو بھی'' اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے ڈرایا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے'' یعنی جس خالق نے تمہیں پیدا کیا اس سے ڈر جاؤ۔

(2)﴿وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور پہلی نسلوں کو بھی'' یعنی جس نے تمہارے باپ دادا کو بھی پیدا کیا اس سے ڈر جاؤ۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے

فرعون سے کہا تھا:﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ ''وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔'' (الشعراء:26)

(3) اللہ تعالیٰ سے ڈر کر شرک، نافرمانی کے کام چھوڑ دو گے تو تم عذاب سے نجات پاؤ گے اور اس کی رضا، اور اس کے انعامات حاصل کر سکو گے۔

﴿قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' (185)

سوال:﴿قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' قوم شعیب علیہ السلام نے ان کی دعوت کے جواب میں انہیں جادوگر قرار دے دیا۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْۤا﴾ ''انہوں نے کہا'' قوم شعیب علیہ السلام نے ان کی دعوت کو جھٹلاتے اور ٹھکراتے ہوئے کہا: (2)﴿اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ﴾ ''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' یعنی تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔

﴿وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ﴾

''اور تم نہیں ہو مگر ہم جیسے ہی ایک انسان اور بے شک ہم تمہیں یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں'' (186)

سوال:﴿وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ﴾ ''اور تم نہیں ہو مگر ہم جیسے ہی ایک انسان اور بے شک ہم تمہیں یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ ''اور تم نہیں ہو مگر ہم جیسے ہی ایک انسان'' قوم شعیب علیہ السلام نے جواب دیا تم ہم جیسے انسان ہو تمہارے اندر ایسی کیا بات ہے کہ ہم تمہیں رسول مان لیں اور تمہاری پیروی کرنے لگیں۔

(2)﴿وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ﴾ ''اور بے شک ہم تمہیں یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں'' ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے نہیں بھیجا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

(3) پہلی قوموں نے بھی قوم شعیب علیہ السلام کی طرح رسولوں کو جھٹلایا تھا جیسا کہ فرمایا:﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس اذنِ الٰہی کے بغیر کوئی دلیل لائیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر تو لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں۔'' (ابراہیم:11) (4) سیدنا شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ ان کی قوم جانتی تھی کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی دعوت حق ہے مگر انہوں نے جھٹلایا یہ ان کی جانب سے جھوٹ تھا۔

﴿فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ﴾

''سو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو'' (187)

سوال: ﴿فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ﴾ ''سو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو'' قوم شعیب علیہ السلام نے عذاب کا جو مطالبہ کیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''سو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو'' قوم شعیب علیہ السلام نے سرکشی اور غرور کی وجہ سے آسمان سے ٹکڑے گرانے کا مطالبہ کیا تھا۔ یعنی آسمان سے ایسے ٹکڑے گرادو جو ہمیں ہلاک کر دیں ہماری جڑ کاٹ دیں۔

(2) ﴿إِن كُنتَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ﴾ ''اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو'' یعنی اگر تم رسالت کے دعوے میں سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ جیسا کہ دیگر کافروں نے کہا: ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ''اور جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

﴿قَالَ رَبِّيٓ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

''شعیب نے کہا: ''میرا رب زیادہ جانتا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو'' (188)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّيٓ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ ''شعیب نے کہا: ''میرا رب زیادہ جانتا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''شعیب نے کہا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے کہا۔ (2) ﴿رَبِّيٓ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ ''میرا رب زیادہ جانتا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو'' میرا رب عذاب اور معجزات کے بارے میں خوب جانتا ہے اگر تم عذاب کے مستحق ہوئے تو وہ عذاب نازل کر دے گا۔ میرا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ وہ تمہارے حالات سے واقف ہے۔ وہ تمہیں جزا دے گا۔

(3) حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ عذاب اور سزا اسی کے اختیار میں ہے۔

﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾

''سو انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو اُن کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا، یقیناً وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا'' (189)

سوال:﴿فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾''سوانہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو اُن کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا، یقیناوہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا'' قوم شعیب کے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ کا جو عذاب نازل ہوا آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَذَّبُوۡهُ﴾''سوانہوں نے اُسے جھٹلا دیا'' قوم نے سیدنا شعیب علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور ان پر عذاب کو واجب کر دیا۔

(2)﴿فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ﴾''تو اُن کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا'' قوم شعیب نے عذاب کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کر دیا۔ سات دن تک ان پر سخت دھوپ اور شدت کی گرمی طاری رہی پھر اس کے بعد بادلوں کا ایک سایہ آیا جس کے نیچے وہ سب جمع ہو گئے تو انہیں سکون آیا لیکن پھر آسمان سے آگ کے شعلے برسنے شروع ہو گئے، زمین زلزلے سے تھرتھرانے لگی اور سخت چنگھاڑ نے انہیں ہمیشہ کے لیے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ یوں تین قسم کا عذاب اُن پر آیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ۛۚ اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۹۲﴾﴾''چنانچہ اُن کو ایک زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اُٹھانے والے تھے۔'' (الاعراف:91,92)

(3)﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا شُعَيۡبًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾﴾''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود۔'' (ہود:94,95) (4)﴿اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾''یقیناوہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا'' وہ ایک بڑے دن کا عذاب تھا۔ جو ان سے کبھی ختم نہیں ہوگا۔

﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (190)

سوال:﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناایک نشانی ہے'' قوم شعیب علیہ السلام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مجرموں کو پکڑ لیتے ہیں۔

(2)﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اوراُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' ان میں سے اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مشاہدکیں مگر وہ ایمان نہ لائے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

(3) نشانیوں سے انسان کی عقل عاجز آجاتی ہے لیکن انسان اپنے لیےکوئی عبرت نہیں پکڑ سکتا اسی لیے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

(4) جن لوگوں میں بھلائی اور پاکیزگی نہیں ہوتی وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناسب پر غالب،نہایت رحم والا ہے'' (191)

سوال:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناسب پر غالب،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناسب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ تمام مخلوقات پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔اورزبردست ہے اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔

(2)﴿الرَّحِیْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔دنیا کی ساری بھلائیاں اس کی رحمت کے آثار ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اپنے انبیاءاوران کی پیروی کرنے والے اہل ایمان کو نجات دی۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کی فساد انگیزوں اور معاشی بےاعتدالیوں پر پکڑ کی وجہ سے اپنی صفت العزیز کوثابت کیا۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے نبی بھیج کر قوم شعیب علیہ السلام پر رحمت کی،مہلت دے کر اپنی رحمت کوثابت کیا۔

رکوع نمبر:15

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور بلاشبہ یہ یقیناجہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے'' (192)

سوال:﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناجہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے'' قرآن مجید کو رب العالمین نے نازل فرمایا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناجہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے'' اللہ رب العزت نے سات

قوموں کی طرف جن انبیاء کو بھیجا ان کے حالات بیان فرمانے کے بعد کہ کیسے انبیاء نے دعوت دی اور قوموں نے ٹھکرایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا، نبی ﷺ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کا ذکر فرمایا۔

(2) وہ ہستی جس نے کتاب عظیم قرآن مجید نازل فرمایا سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا، ان کو پالنے والا، ان کا مالک اور ان کا آقا ہے۔

(3) اس کتاب کو نازل کرنے والے نے اسے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا۔ اس کتاب میں انسانوں کی بھلائی ہے۔

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (آپ کے پاس) آئے، انہوں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو کلام یا دین آپ لائے ہیں وہ برحق ہے اور یہودی خوب جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں، ان کا سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ (بخاری:3911)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى﴾ ''اُس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔'' (طٰہٰ:4)

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾

''اسے روح الامین لے کر اُترا ہے'' (193)

سوال: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ ''اسے روح الامین لے کر اُترا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ﴾ ''اسے روح لے کر اُترا ہے'' رب العالمین نے قرآن مجید کو وحی کے ذریعے محمد ﷺ کے دل پر اتارا۔ اسے روح الامین لے کر اترے ہیں۔ روح الامین سے مراد سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں جو جبریل کا دشمن ہے اُس نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر اس (قرآن) کو نازل کیا ہے جو اپنے سے قبل کی تصدیق کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔'' (البقرہ:97)

(2) ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں روح القدس نے تمہارے رب کی جناب سے حق کے ساتھ اس کو اُتارا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہو۔'' (النحل:102)

(3) ﴿الْاَمِيْنُ﴾ ''الامین'' امانت دار فرشتے سے مراد سیدنا جبریل علیہ السلام ہیں۔ (4) سیدنا جبرئیل علیہ السلام وحی پر امین ہیں۔

﴿عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾

''آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں'' (194)

سوال: ﴿عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ ''آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں'' سیدنا جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید لے کر نازل ہوئے ہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلٰى قَلْبِكَ﴾ ''آپ کے دل پر'' یعنی اے محمد ﷺ جبرئیل علیہ السلام اس قرآن کو لے کر اترے ہیں تا کہ آپ ﷺ کے دل کو ثابت قدم رکھیں، آپ کے دل کی حفاظت فرمائیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے دل کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ دل سب سے زیادہ یاد کرنے کی قوت رکھتا ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو'' (ق:37)

(3) دلیل ہے کہ یہ قرآن آپ ﷺ کے حافظے میں محفوظ ہے۔

(4) وحی کے دوران پیغمبر کے ظاہری حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور قلبی حواس کام کرتے ہیں۔پیغمبر دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، دل کے کانوں سے وحی کو سنتا ہے۔وحی کی ہر شکل جسمانی لحاظ سے آپ ﷺ کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتی تھی۔

(5) ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ حضور آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل ودماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔ (بخاری:2)

(6) ﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ ''تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں'' نزول قرآن کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوسروں کو اُن کے انجام سے آگاہ کردیں۔

﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾

''واضح عربی زبان میں'' (195)

سوال: ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح عربی زبان میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح عربی زبان میں'' قرآن حکیم کو صاف عربی زبان میں اس لیے نازل کیا گیا تا کہ پہلے مخاطب

اپنی زبان میں اسے سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔

(2) یعنی قرآن مجید کو قریش کی زبان میں نازل کیا گیا۔ اگر وہ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوتا تو وہ نہ سمجھ پاتے۔

(3) یہ وحی جو جبرئیل امین لے کر آپ ﷺ کے دل پر اترا ہے بڑی فصیح اور شگفتہ زبان میں ہے۔ یہ اس لئے کہ آپ کی قوم عربی زبان ہی بولتی اور سنتی تھی۔ (تیسیر القرآن: 3/365,366)

﴿وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ وہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے'' (196)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے'' قرآن مجید کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ﴾ ''اور بلاشبہ وہ'' یعنی یہ قرآن۔ (2) ﴿لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے'' قرآن حکیم کے من جانب اللہ ہونے کی یہ دلیل دی گئی کہ اس کا تذکرہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

(3) پہلی کتابوں نے قرآن مجید کی تصدیق کی ہے کہ یہ کتاب حق کے ساتھ آئی ہے۔ جو تمام رسولوں کی تصدیق کرتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: ''اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔'' چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''یہ کھلا جادو ہے۔'' (الصف: 6) ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے پاس ایک کتاب آ گئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اُن کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب وہ چیز ان کے پاس آ گئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اُس کے ساتھ کفر کیا، کفر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔'' (البقرہ: 89)

﴿اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

''اور کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہیں ہے کہ اُسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں'' (197)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہیں ہے کہ اُسے

بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ﴾ "اور کیا ان کے لیے نہیں ہے" کیا کفار قریش کے لیے نہیں ہے۔

(2)﴿اٰيَةً﴾ "یہ ایک نشانی" اور کیا یہ قرآن نشانی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

(3) قرآن حکیم کی صداقت کی نشانی یہ بتائی گئی کہ اُسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

(4)﴿اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ﴾ "کہ اُسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں" یعنی بنی اسرائیل کے علماء مثلاً عبداللہ ابن سلام وغیرہ اسے جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

(5) وہ پانچ لوگ تھے اسد، اسید بن یامین، ثعلبہ، عبداللہ ابن سلام۔ (ابن ابی حاتم:2828/9)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ يَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهٰٮهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰۤئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗ ۤ‌ۙ اُولٰۤئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾ "جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔" (الاعراف:157)

﴿وَلَوۡ نَزَّلۡنٰهُ عَلٰى بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِيۡنَ﴾

"اور اگر ہم اُسے کسی عجمی پر اُتارتے" (198)

سوال:﴿وَلَوۡ نَزَّلۡنٰهُ عَلٰى بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِيۡنَ﴾ "اور اگر ہم اُسے کسی عجمی پر اُتارتے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوۡ نَزَّلۡنٰهُ﴾ "اور اگر ہم اُسے اُتارتے" یعنی اگر ہم اس قرآن کو نازل کرتے۔

(2)﴿عَلٰى بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِيۡنَ﴾ "کسی عجمی پر" یعنی کسی عجمی پر جو عربی زبان میں کلام کرنا نہ جانتا اور یہ کتاب اپنی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اتار دی جاتی تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

﴿فَقَرَاَهٗ عَلَيۡهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ﴾

"پس وہ اسے پڑھ کر ان کو سناتا تو وہ اُس پر ایمان لانے والے نہ بنتے" (199)

سوال:﴿فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''پس وہ اسے پڑھ کران کوسناتا تو وہ اُس پر ایمان لانے والے نہ بنتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ﴾ ''پس وہ اسے پڑھ کران کوسناتا'' یعنی عجمی اگرانہیں قرآن پڑھ کرسناتا یاقرآن عجمی زبان میں ہوتا۔

(2)﴿مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو وہ اُس پر ایمان لانے والے نہ بنتے'' تب بھی یہ کہتے کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔تب عربی حمیت ان کے آڑے آتی اور یہ کہتے عجمی ہوکرعربی میں بات کرتا ہے۔ہم نہیں جانتے کہ وہ کس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(3)اس وقت وہ کہتے کہ یہ قرآن ہماری سمجھ میں نہیں آتااس لیے کہ یہ غیرزبان میں ہے اگرعربی میں ہوتا تو ہم اسے سمجھتے اوراس پرایمان لاتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگرہم اس کوعجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی(کلام) اورعربی(رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جولوگ ایمان لاتے ہیں یہ(قرآن) ان کے لئے ہدایت اورشفا ہے،اور جولوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہےاوروہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے،یہی لوگ ہیں جنہیں دُورکی جگہ سے آوازدی جاتی ہے۔'' (حم السجدہ:44)

(4)اب قرآن عربی زبان میں ہےاوراسے ایسا شخص سنارہاہے جس کی زبان عربی ہے۔اب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے خودقرآن تصنیف کرلیاہے۔

(5)سچ کہارب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ ''اوراگرواقعتاً ہم اُن پرفرشتے اُتاردیتے اورمردے اُن سے باتیں کرتے اورہم اُن کے سامنے ہرچیزجمع کردیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگریہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثرجہالت برتتے ہیں۔'' (الانعام:111)

(6)﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (١٤) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (١٥)﴾ ''اوراگرہم ان پرآسمان کاکوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہوجائیں۔تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم لوگوں پرجادوکیاگیاہے۔'' (الحجر:14،15)

﴿كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

''اسی طرح ہم نے اس(انکار) کومجرموں کے دلوں میں داخل کردیاہے'' (200)

سوال:﴿كَذٰلِكَ سَلَكۡنٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾''اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے''
کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ سَلَكۡنٰهُ﴾''اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو داخل کر دیا ہے''یعنی ہم نے تکذیب اور عدم ایمان کو داخل کر دیا ہے۔

(2)﴿فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾''مجرموں کے دلوں میں''یعنی قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کے دلوں، میں کافروں کے دلوں میں جھٹلانا اور ایمان نہ لانا داخل کر دیا ہے۔

﴿لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ﴾

''وہ اُس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں''(201)

سوال:﴿لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ﴾''وہ اُس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ﴾''وہ اُس پر ایمان نہیں لائیں گے''مجرم اپنے جرائم اور ظالم اپنے مظالم کی وجہ سے کبھی ایمان لانے والے نہیں۔

(2)﴿حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ﴾''یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں''یہاں تک کہ عذاب دردناک عذاب کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں۔

﴿فَيَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾

''پھر وہ اچانک اُن پر آئے گا اور وہ سمجھتے نہ ہوں گے''(202)

سوال:﴿فَيَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾''پھر وہ اچانک اُن پر آئے گا اور وہ سمجھتے نہ ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَيَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً﴾''پھر وہ اچانک اُن پر آئے گا''عذاب ان کو اچانک گھیر لے گا جب کہ وہ غفلت کی حالت میں ہوں گے۔

(2)﴿وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾''اور وہ سمجھتے نہ ہوں گے''یعنی انہیں احساس بھی نہ ہو گا اور انہیں بے خبری میں عذاب کے ذریعے سزا دے دی جائے گی اور وہ افسوس کرتے رہ جائیں گے۔

﴿فَيَقُوۡلُوۡا هَلۡ نَحۡنُ مُنۡظَرُوۡنَ﴾

''تو وہ کہیں گے کہ کیا ہم مہلت دیے گئے ہیں؟''(203)

سوال:﴿فَيَقُوۡلُوۡا هَلۡ نَحۡنُ مُنۡظَرُوۡنَ﴾''تو وہ کہیں گے کہ کیا ہم مہلت دیے گئے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَيَقُوْلُوْا﴾ ''تو وہ کہیں گے'' اس وقت وہ درخواست کرتے ہوئے کہیں گے۔

(2)﴿هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ﴾ ''کہ کیا ہم مہلت دیے گئے ہیں؟'' وہ امید کریں گے اور کہیں گے کہ انہیں مہلت دے دی جائے۔ مہلت کا وقت گزر جانے کے بعد عذاب ان سے ہٹایا نہیں جائے گا۔ (3) عذاب دیکھنے کے بعد نہ مہلت ملتی ہے نہ توبہ قبول ہوتی ہے۔

﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟'' (204)

سوال: ﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟'' کافر عذاب کے لیے کیوں جلدی مچاتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَبِعَذَابِنَا﴾ ''تو کیا ہمارے عذاب کو'' اللہ رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا کافر ہمارے عذاب کے لیے جو دردناک ہے۔

(2)﴿يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''وہ جلدی مانگتے ہیں'' یعنی کیا وہ ہمیں عذاب نازل کرنے سے عاجز سمجھتے ہیں یا گمان کرتے ہیں کہ ہم عذاب نازل نہیں کر سکتے۔

(3) کافر عذاب کو بعید سمجھتے ہیں اس لیے جلدی طلب کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (53) يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (54) يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (55)﴾ ''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے۔ (العنکبوت:53,55)

(4)﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (176) فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (177)﴾ ''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟ پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا تو اُن کی صبح بہت بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا۔'' (الصفت:177,176)

﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴾

''تو کیا تو نے دیکھا اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟'' (205)

سوال: ﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴾ ''تو کیا تو نے دیکھا اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَرَءَيْتَ﴾ ''تو کیا تو نے دیکھا'' یعنی آپ نے غور کیا۔

(2)﴿اِنۡ مَّتَّعۡنٰهُمۡ سِنِیۡنَ﴾ ’’اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟‘‘ یعنی اگر ہم انہیں چند برسوں کی مہلت دے دیں اور یہ خوب کھائیں پئیں اور موج اڑائیں۔

(3) امام زہری نے نقل فرمایا ہے کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز ہر روز صبح کو اپنی داڑھی پکڑتے اور اپنے نفس کو خطاب کر کے یہ آیت پڑھا کرتے تھے ﴿اَفَرَءَیۡتَ اِنۡ مَّتَّعۡنٰهُمۡ الآیة﴾ اس کے بعد ان پر گریہ طاری ہوجاتا اور یہ اشعار پڑھتے تھے،

’’اے فریب خوردہ تیرا سارا دن غفلت میں رات نیند میں صرف ہوتی ہے حالانکہ موت تیرے لئے لازمی ہے نہ تو بیدار لوگوں میں ہوشیار و بیدار ہے اور نہ سونے والوں میں اپنی نجات پر مطمئن ہے تیری کوشش ایسے کاموں میں رہتی ہے جس کا انجام عنقریب ناگوار صورت میں سامنے آئے گا، دنیا میں چوپائے جانور ایسے ہی جیا کرتے ہیں۔ (معارف القرآن:552/6)

﴿ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ﴾

’’پھر بھی وہ چیز اُن پر آجائے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا‘‘ (206)

سوال: ﴿ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ﴾ ’’پھر بھی وہ چیز اُن پر آجائے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ جَآءَهُمۡ﴾ ’’پھر بھی وہ چیز اُن پر آجائے‘‘ یعنی ان پر نازل ہوجائے۔

(2)﴿مَّا كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ﴾ ’’جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا‘‘ یعنی عذاب کا جو وعدہ کیا جاتا ہے۔

(3) بُرے عذاب سے وہی بچتا ہے جو نیک عمل کرتا ہے ورنہ عذاب کو مؤخر کردینے کی وجہ سے لوگ عذاب سے نہیں بچتے۔

﴿مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یُمَتَّعُوۡنَ﴾

’’تو ان کے کس کام آئے گا وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے‘‘ (207)

سوال: ﴿مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یُمَتَّعُوۡنَ﴾ ’’تو ان کے کس کام آئے گا وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ﴾ ’’تو ان کے کس کام آئے گا‘‘ یعنی کوئی چیز انہیں نہ فائدہ دے سکتی ہے۔ نہ ان کے کام آسکتی ہے۔

(2)﴿مَّا كَانُوۡا یُمَتَّعُوۡنَ﴾ ’’وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے‘‘ یعنی جن نعمتوں میں انہوں نے زندگی بسر کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں روک سکتیں، لذتیں ختم ہوگئیں، برے اثرات چھوڑ گئیں، انہیں عذاب کا مستحق بنا گئیں۔

(3) دُنیا کا مال و متاع انسان کو عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

(4) عذاب جلدی آئے یا دیر سے اس نے آنا تو ہے اور لمبی عمر فائدہ نہیں دے گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۚ یَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ یُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ یُّعَمَّرَ ؕ

﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا۔ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے حالانکہ وہ اُسے عذاب سے بچانے والی نہیں یہ کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔'' (البقرۃ:96)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوش حال تھا، اسے آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کبھی کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ تو وہ جواب دے گا کہ نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (کبھی نہیں) پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دہ زندگی گزاری ہوگی، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ بھی گزرا ہے؟ تو وہ جواب دے گا، نہیں اللہ کی قسم! اے میرے رب! مجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ نہیں گزرا اور نہ میں نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے۔'' (مسلم:7088)

﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ﴾

''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اُس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے'' (208)

سوال: ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اُس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا'' اللہ تعالیٰ کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتے۔

(2) ﴿اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ﴾ ''مگر اُس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے'' بستیوں کی ہلاکت سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے قانون عدل کے مطابق رسول بھیجتے ہیں، کتابیں بھیجتے ہیں۔رسول انہیں عذاب یاد دلاتے ہیں، ان پر حجت قائم کرتے ہیں، انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور ہلاکت کے برے انجام سے آگاہ کرتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے بارے میں اس کے طریقے سے آگاہ کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ ہر بستی میں منذر بھیجتے ہیں جو لوگوں کو بُرے انجام سے ڈراتے ہیں اس طرح حق کی دعوت کو قبول کرنے والے قبول کرتے ہیں اور قبول نہ کرنے والوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے۔اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

﴿ذِكۡرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ﴾

’’یاددہانی کے لیے اور ہم کبھی ظلم کرنے والے نہیں تھے‘‘(209)

سوال:﴿ذِكۡرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ﴾’’یاددہانی کے لیے اور ہم کبھی ظلم کرنے والے نہیں تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذِكۡرٰى﴾’’یاددہانی کے لیے‘‘ یاددہانی اور حجت قائم کرنے کے لیے۔

(2)﴿وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ﴾’’اور ہم کبھی ظلم کرنے والے نہیں تھے‘‘یعنی انجام سے ڈرائے بغیر کسی کو ہلاک کر کے ظلم نہیں کرتے کہ انہیں اپنے انجام کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو اور وہ دھر لیے جائیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ﴾’’اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے،اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں۔‘‘(القصص:59)

﴿وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ﴾

’’اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اُترے‘‘(210)

سوال:﴿وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ﴾’’اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اُترے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) کفار مکہ یہ الزام لگاتے تھے کہ قرآن مجید شیطان کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔

(2) جس طرح کاہنوں پر شیاطین اپنا کلام لے کر نازل ہوتے ہیں اس طرح محمد ﷺ پر بھی یہ کلام شیطانوں ہی کا نازل کردہ ہے۔(شوکانی)

(3) کفار مکہ کا ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ آپ ﷺ کو کاہن کہتے تھے اور سمجھتے بھی تھے۔چنانچہ جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا مزاج ناساز ہوا اور آپ ﷺ دو تین رات تہجد کے لیے اٹھ نہ سکے۔ایک عورت (عوراء بنت حرب، ابوسفیان کی بہن، ابولہب کی بیوی) آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی’’(محمد ﷺ) میں سمجھتی ہوں کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔دو تین راتوں سے تیرے پاس نہیں آیا‘‘اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔﴿وَالضُّحٰى ۙ(۱) وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ۙ(۲) مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ(۳)﴾’’قسم ہے روزِ روشن کی!اور رات کی جب کہ وہ سکون کے ساتھ چھا جائے!تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔‘‘(بخاری: کتاب التفسیر)(تیسیر القرآن)

﴿وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ﴾

''اور نہ ہی یہ اُن کے لائق ہے اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں'' (211)

سوال:﴿وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ﴾ ''اور نہ ہی یہ اُن کے لائق ہے اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں'' قرآن مجید کو شیاطین نہیں جبرئیل علیہ السلام لے کر اترے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمۡ﴾ ''اور نہ ہی یہ اُن کے لائق ہے'' اللہ تعالیٰ کی کتاب کو شیاطین لے کر نازل نہیں ہوئے نہ وہ اس لائق ہیں۔ وہ تو قرآن مجید کے نزول کے وقت بھی شیطانوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(2)﴿وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں'' شیاطین اس قرآن کے دائیں بائیں بھی پھٹک نہیں سکتے تھے۔

(3) شیاطین کا مقصد شر اور فساد پھیلانا اور بُرائیوں کی اشاعت کرنا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں قرآن مجید کا مقصد نیکی کا حکم دینا اور بُرائیوں کا سدّ باب کرنا ہے۔ دونوں کام ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے شیاطین قرآن مجید کو لے کر نازل نہیں ہو سکے۔

(4) یہ کتاب اول سے آخر تک رشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جس کی تعلیم سے وہ جماعت تیار ہوئی۔ جس سے زیادہ آسمان کے نیچے بجز انبیاء کے کوئی پاک باز، صادق خدا ترس اور خدا پرست جماعت نہیں تو اس کتاب کے علوم اور شیاطین کی طبائع میں کوئی مناسبت نہیں۔ نہ وہ اس لائق ہیں کہ اس عظیم الشان، متبرک بار امانت کو اٹھا سکیں۔ ﴿لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر بھی نازل کر دیتے تو تم اُسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے دَبا ہوا'' (الحشر:21) (تفسیر عثمانی:2/249,250)

﴿اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ﴾

''یقیناً وہ اس کے سُننے ہی سے دور رکھے گئے ہیں'' (212)

سوال:﴿اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ﴾ ''یقیناً وہ اس کے سُننے ہی سے دور رکھے گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهُمۡ﴾ ''یقیناً وہ'' یعنی شیاطین۔

(2)﴿عَنِ السَّمۡعِ﴾ ''اس کے سُننے ہی سے'' نزول قرآن کے وقت اس کے سننے سے۔

(3)﴿لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ﴾ ''دور رکھے گئے'' محروم رکھے گئے۔ نزول قرآن کے وقت آسمانوں پر ستاروں کو چوکیدار بنایا گیا۔

(4) نزول قرآن وقت کڑے پہرے کی وجہ سے قرآن مجید کو باطل کی آمیزش سے بچایا گیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ‌ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ (۴۲)﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔ (حم السجدہ:42)

(5) نزول قرآن کے وقت شیاطین کو چوری چھپے سننے سے روکنے کے لیے ان پر شہاب ثاقب چھوڑے گئے جیسا کہ فرمایا:﴿اَنَّا لَمَسۡنَا

السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿٨﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾﴾ ''اور یقینا ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا۔ اور یقینا ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے۔'' (الجن:8,9)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقینا ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر:9)

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾

''سو آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کو نہ پکاریں پھر آپ بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' (213)

سوال: ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''سو آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کو نہ پکاریں پھر آپ بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص عبادت کا جو حکم دیا ہے اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''سو آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کو نہ پکاریں'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو اور ان کے پیچھے ساری امت کو غیر اللہ کو پکارنے سے روکا ہے۔

(2) ﴿فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''پھر آپ بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' یعنی غیر اللہ کو پکارنے کی وجہ سے دائمی عذاب ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾ ''بلاشبہ ان لوگوں نے یقینا کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقینا مسیح ابنِ مریم ہی اللہ ہے حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی اور یقینا جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقینا اُس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (المائدہ:72)

(3) کسی کام سے روکنا دراصل اس کے مخالف کام کے کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس لئے شرک سے روکنا درحقیقت عبادت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص، اسی کے لئے محبت، اسی سے خوف، اسی سے امید، صرف اسی کے سامنے اظہارِ تذلل اور ہر وقت صرف اسی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ (تفسیر سعدی:1926/2)

(4)رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ اگر آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو پکاریں گے تو آپ بھی معذبین میں سے ہو جائیں گے۔

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾

''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں'' (214)

سوال:﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں'' قریبی رشتہ داروں کی اصلاح کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)قریبی رشتے داروں کو دعوت دینا دعوت عام کے منافی نہیں بلکہ یہ ترجیحی پہلو ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (تحریم:6)

(3)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر فرمانے لگے:''اے قریش کے لوگو! (یا کچھ ایسا ہی کلمہ کہا) تم اپنی اپنی جانیں بچالو۔ میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے بنو عبد مناف! میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! میرے مال سے جو چاہتی ہے مانگ لے لیکن اللہ کے سامنے میں تیرے کسی کام نہ آسکوں گا۔'' (تیسیر القرآن:369,370/3)

(4)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب آیت ''اور آپ اپنے خاندانی قرابت داروں کو ڈراتے رہیے۔'' نازل ہوئی تو نبی ﷺ ''صفا'' پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے اے بنی فہر! اور اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو! اس آواز پر سب جمع ہو گئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا کوئی چودھری بھیج دیا تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ ابولہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا نبی ﷺ نے انہیں خطاب کر کے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں ہم آپ کی تصدیق کریں گے ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر سنو کہ میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے اس پر ابولہب بولا تجھ پر سارے دن تباہی نازل ہو کیا تو نے ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی ہی اس کے آڑے آئی۔'' (بخاری:508)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ''اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈرا'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہوکر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ آپ نے فرمایا اللہ کی اطاعت کے ذریعے اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک وکفر سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آوں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کرسکوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! اللہ کی بارگاہ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ اے صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں اللہ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچاسکوں گا۔ اے فاطمہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ کی بارگاہ میں میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اس روایت کی متابعت اصبغ نے ابن وہب سے انہوں نے یونس سے اور انہوں نے ابن شہاب سے کی۔ (بخاری:4771)

(6) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والوں ہوں، لہٰذا جلدی بھاگو! تو اس کی قوم میں سے بعض لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور وہ شام ہوتے ہی چل پڑے اور محفوظ جگہ چلے گئے، تو نجات پا گئے، لیکن ان میں سے بعض لوگوں نے جھٹلایا، وہ صبح تک اسی جگہ رہے، چنانچہ صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور اس نے ان کو تباہ کردیا۔ تو یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس نے اس کی پیروی کی اور یہی ہے مثال اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔ (بخاری، 7283)

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور آپ مومنوں میں سے جو آپ کے پیچھے چلیں ان کیلئے اپنے بازو جھکائے رکھیں'' (215)

سوال: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ مومنوں میں سے جو آپ کے پیچھے چلیں ان کیلئے اپنے بازو جھکائے رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾ ''اور آپ اپنے بازو جھکائے رکھیں'' پروں کو بچھانے سے مراد تواضع کرنا ہے۔

(2) یعنی نرمی سے بات کریں، حسن سلوک کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہوگئے ہیں اور اگر آپ بد خُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناوہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہوجاتے، سو آپ انہیں معاف کردیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران:159)

(3)﴿لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''مومنوں میں سے ان کے لیے جو آپ کے پیچھے چلیں'' رسول اللہ ﷺ کو مومنوں کے بارے میں حکم دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں اہل ایمان کے ساتھ تواضع اختیار کی۔

(4)﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (التوبہ:128)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے، میرا ایک بھائی تھا جس کا نام ابو عمیر تھا، وہ ابھی دودھ چھڑائی عمر ہی کا تھا، تو نبی پاک ﷺ جب کبھی تشریف لاتے تو اس سے مزاحاً فرماتے: ''اے ابو عمیر! تیری ننھی سی چڑیا نے کیا کیا ہے (کہ داغ مفارقت دے گئی ہے)''۔ وہ چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ (بخاری:6203)

(6) اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو وہ فرماتی ہیں کہ آپ اپنے اہل خانہ کی حوائج وضروریات میں ہاتھ بٹاتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔ (بخاری:676)

(7) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ گھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی مصروفیت کیسی ہوتی تھی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے، آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگا لیتے تھے، اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے کام خود کر لیتے تھے۔ (ابن حبان:5675)

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا یہ حال تھا کہ مدینہ منورہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کسی کام کے لیے جہاں چاہتی لے جاتی۔ (بخاری:6072)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں نبی ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کی محبت جاگزیں نہ تھی، اس کے باوجود وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کام کو ناپسند فرماتے ہیں۔ (ترمذی:2754)

﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں یقیناً میں ان کاموں سے بے زار ہوں جو تم کرتے ہو'' (216)

سوال: ﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں یقیناً میں ان کاموں سے بے زار ہوں جو تم کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِنْ عَصَوْكَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں'' یعنی اگر وہ آپ ﷺ کے احکامات کی مخالفت کریں۔

(2)﴿فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو آپ کہہ دیں یقیناً میں ان کاموں سے بےزار ہوں جو تم کرتے ہو'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ لوگ آپ ﷺ کی نافرمانی کریں، تو آپ ﷺ کہہ دو میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں۔

(3) نافرمانی کرنے والا کوئی بھی ہو آپ ﷺ اس سے اظہار بےزاری کریں۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾

''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں'' (217)

سوال: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں'' اللہ تعالیٰ نے رب پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بھروسے کی وجہ سے انسان اپنے رب کے احکامات پر ثابت قدمی سے چل سکتا ہے۔

(2) توکل سے مراد حسن ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی قوت اور غلبے کی وجہ سے بندے کو شرک سے بچا سکتا ہے، بھلائی عطا کر سکتا ہے۔ وہ اپنی رحمت سے نفع پہنچاتا اور نقصان سے بچاتا ہے۔

(3) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا، جب رسول اللہ ﷺ واپس آئے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ واپس آگئے اور ایک ایسے جنگل میں دوپہر ہوگئی جس میں کانٹے بکثرت تھے پس رسول اللہ ﷺ (وہیں) اتر گئے اور لوگ جنگل میں جا بجا پھیل گئے اور درختوں کے سائے میں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ کیکر کے ایک گھنے درخت کے نیچے ٹھہرے اور اپنی تلوار اس پر لٹکا دی۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی ہی دیر سوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آواز دی۔ ہم آپ ﷺ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے میرے سونے کی حالت میں میری تلوار کھینچ لی، اسی اثنا میں میں اٹھ بیٹھا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں دیکھی۔ یہ مجھ سے کہنے لگا کہ اب بتا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ بچا سکتا ہے پس یہ ہے وہ جواب بیٹھا ہوا ہے۔'' لیکن پھر آپ ﷺ نے اسے کچھ سزا نہ دی۔ (بخاری:4135)

(4) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اپنے تمام کاموں میں کمال غلبہ رکھنے والے مہربان پر بھروسہ رکھو۔ وہی آپ کا کلمہ بلند کرنے والا آپ ﷺ کا محافظ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾ ''اور اپنے رب کا حکم آنے تک آپ صبر کریں، بےشک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ آپ تسبیح کیا کریں، جب آپ اُٹھیں۔'' (الطور:48)

﴿الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾

''جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں'' (218)

سوال:﴿الَّذِیۡ یَرٰىكَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ﴾ ''جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیۡ یَرٰىكَ﴾ ''جو آپ کو دیکھتا ہے'' اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں دیکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ پر توکل کے لیے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی نگرانی، علم اور خبر کا شعور دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا تَكُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡهِ ؕ وَمَا یَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

﴿وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَ﴾

''اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پھرنے کو بھی'' (219)

سوال:﴿وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَ﴾ ''اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پھرنے کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَ﴾ ''اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پھرنے کو بھی'' وہ آپ ﷺ کو نماز میں قیام، رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھتا ہے۔ وہ تنہا نماز پڑھتے بھی دیکھتا ہے اور باجماعت نماز پڑھتے بھی دیکھتا ہے۔

(2) جو شخص اس طرح نماز پڑھتا ہے کہ رب العزت اسے دیکھتے ہیں اسے خشوع حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنی نماز کی تکمیل کرتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:﴿اَنۡ تَعۡبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ﴾ ''احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری:50)

﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾

''یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (220)

سوال:﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ ''یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ ''یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ آپ ﷺ

کو جو خطرات درپیش ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں آپ ﷺ کو دعوت کے سلسلے میں جو مشکلات برداشت کرنی پڑ رہی ہیں اُن کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے وہ سنتا بھی ہے جانتا بھی ہے اس لیے آپ ﷺ بے فکر ہو جاؤ۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی ہر حالت میں اسے دیکھتا ہے۔ یہ یقین انسان کو احسان کی منزل تک پہنچنے کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے۔

﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ﴾

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں؟'' (221)

سوال: ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ﴾ ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید کے بارے میں اہل مکہ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ شیاطین کی پڑھائی ہوئی باتیں ہیں اس پر اُن کے شعور کو بیدار کیا گیا کہ بتائیں آپ کو کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں۔

(2) ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ﴾ ''کیا میں تمہیں بتاؤں'' مشرکوں کے الزام کی تردید ہے جو کہتے تھے کہ محمد ﷺ پر شیطان نازل ہوتا ہے اور یہ کہ کوئی جن آ کر آپ ﷺ کو قرآن سکھاتا ہے۔ (3) رب العزت نے فرمایا: کیا آپ لوگوں کو آگاہ کریں کہ شیاطین کس پر نازل ہوتے ہیں۔

﴿تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾

''وہ ہر زبردست جھوٹے سخت گناہ گار پر اُترتے ہیں'' (222)

سوال: ﴿تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ ''وہ ہر زبردست جھوٹے سخت گناہ گار پر اُترتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَنَزَّلُ﴾ ''اُترتے ہیں'' یعنی شیاطین نازل ہوتے ہیں۔

(2) ﴿عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ﴾ ''وہ ہر زبردست جھوٹے پر'' یعنی ہر کذاب پر شیاطین اترتے ہیں۔

(3) ﴿اَثِيْمٍ﴾ ''سخت گناہ گار'' گناہوں کا ارتکاب کرنے والے نافرمانوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔

(4) شیاطین جھوٹوں، گناہ گاروں پر اُترتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر نہیں اُترتے۔

﴿يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾

''وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں'' (223)

سوال:﴿يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ ”وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں“ کہانت کی بنیاد جھوٹ پر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُلْقُوْنَ السَّمْعَ﴾ ”وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں“ شیاطین اُچٹتی ہوئی ایک آدھ سنی سنائی بات کے ساتھ جھوٹی باتیں ملا کر بیان کر دیتے ہیں۔(2) یعنی وہ آسمانی خبروں، چرائی ہوئی باتوں کو کانوں میں ڈالتے ہیں۔

(3)﴿وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ ”اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں“ یعنی شیاطین جن کاہنوں پر اترتے ہیں وہ اپنی باتوں میں جھوٹے اور افعال میں برے ہوتے ہیں۔ اگر وہ ایک سچی بات کرتے ہیں تو سو جھوٹ ملا دیتے ہیں، جب کہ محمد ﷺ صادق اور امین ہیں۔ آپ ﷺ کا دل، آپ ﷺ کی زبان اور آپ ﷺ کے افعال سچے ہیں۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں۔ ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ لوگ بعض ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ بیان کیا کہ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ صحیح بات وہ ہے جسے شیطان فرشتوں سے سن کر یاد رکھ لیتا ہے اور پھر اسے مرغی کے کٹ کٹ کرنے کی طرح (کاہنوں) کے کانوں میں ڈال دیتا ہے اور یہ اس میں سو(100) سے زیادہ جھوٹ ملاتے ہیں۔ (بخاری:7561)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر جھکتے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا، سب سے بڑا ہے پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر بھاگتے ہیں، شیطان آسمان کے نیچے یوں نیچے اوپر ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیطان ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں۔ پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں۔ اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ یہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتائیں آگ کا گولا انہیں آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارا ان پر پڑتا ہے، اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ (ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اسی طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔ (بخاری:4800)

(6) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بادل میں فرشتے اترتے ہیں اور آسمان پر اللہ کے جو احکام

(اس دن) جاری ہوتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں، تو شیطان فرشتوں کی کوئی ایک بات اڑا لیتے ہیں اور کاہنوں کو خبر کردیتے ہیں، چنانچہ وہ کاہن ایک سچی بات میں سو جھوٹی باتیں اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں۔'' (بخاری:3210)

(7) سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے ایک زوجہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' (مسلم:5821)

(8) سیدنا ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کاہن یا کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔'' (مسند احمد:9548)

﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾

''اور شاعروں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلتے ہیں'' (224)

سوال: ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾ ''اور شاعروں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلتے ہیں'' شاعروں کے پیروکار گمراہ ہوتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾ ''اور شاعروں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلتے ہیں'' شاعر دل پسند باتیں کرتے ہیں غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اس لیے اُن کے پیچھے لگنے والوں کو گمراہ کہا گیا۔ (2) کافر شاعروں کی باتیں گمراہ لوگ مانتے ہیں۔

(3) اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کو نزول شیاطین سے مبرا قرار دیا تو شعر سے بھی منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ شاعر خود گمراہ ہوتے ہیں اور بھٹکے ہوئے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم عرج (ایک گاؤں ہے ۷۸ میل پر مدینہ سے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، اتنے میں ایک شاعر سامنے آیا جو شعر پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شیطان کو پکڑو یا روکو تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے تو بہتر ہے کہ شعر سے بھرے۔'' (مسلم:5895)

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ﴾

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناوہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں؟'' (225)

سوال: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناوہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں؟ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے'' یعنی کیا آپ ان کی گمراہی کے بارے میں نہیں جانتے۔

(2)﴿اَنَّهُمۡ﴾ ''کہ یقیناوہ''یعنی شعراء۔

(3)﴿فِیۡ کُلِّ وَادٍ یَّهِیۡمُوۡنَ﴾ ''ہر وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں''یعنی کبھی کسی کی ہجو کرتے ہیں، کبھی مدح کرتے ہیں، کبھی مذاق اڑتے ہیں، کبھی تکبر کرتے ہیں۔ انہیں کہیں بھی قرار نہیں ملتا۔ یہ زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔

(4)ان کے کلام میں تخیل اور غلو تک پہنچا ہوا مبالغہ ہوتا ہے جس کی مضبوط بنیاد نہیں ہوتی۔

(5)شاعروں کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا نہ وہ کسی اصول کے پابند ہوتے ہیں۔

﴿وَاَنَّهُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا یَفۡعَلُوۡنَ﴾

''اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں''(226)

سوال:﴿وَاَنَّهُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا یَفۡعَلُوۡنَ﴾ ''اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں''شاعر قول وفعل کے تضاد کا شکار ہوتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّهُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا یَفۡعَلُوۡنَ﴾ ''اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں''شاعروں کے قول وفعل میں تضاد ہوتا ہے وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں جب کہ نبی ﷺ جو تعلیم دیتے تھے اس پر پہلے خود عمل پیرا ہوتے تھے۔

(2)یہ شعراء کا وصف ہے کہ ان کے قول وفعل میں سخت تضاد ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی شاعر کو رقت انگیز غزل کہتے ہوئے سنیں گے تو آپ کہہ اٹھیں گے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ عشق کا مارا ہوا شخص ہے حالانکہ اس کا دل عشق سے خالی ہوگا۔ اگر آپ اس کو کسی کی مدح یا مذمت کرتے ہوئے سنیں تو کہیں گے کہ یہ سچ ہے حالانکہ وہ جھوٹ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بعض افعال پر اپنی ستائش آپ کرتا ہے حالانکہ وہ ان افعال کے قریب سے نہیں گزرا ہوتا، وہ افعال کے ترک کرنے پر اپنی تعریف کرتا ہے حالانکہ اس نے اس فعل کو کبھی ترک نہیں کیا ہوتا، وہ اپنی سخاوت کی تعریف میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے حالانکہ اس کا اس کوچے سے کبھی گزر ہی نہیں ہوا ہوتا۔ وہ اپنی شجاعت کے تذکرے کرتا ہے جس کی بنا پر اس نے بڑے بڑے شہسواروں کو زیر کرلیا ہوتا ہے حالانکہ آپ اسے دیکھیں گے کہ وہ انتہائی بزدل ہے۔ یہ ہیں شعراء کے اوصاف۔ اب آپ غور کیجئے کہ آیا مرقومہ بالا احوال رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ جیسی ہدایت یافتہ اور پاکیزہ ہستی کے احوال سے مطابقت رکھتے ہیں، جن کی پیروی ہر وہ شخص کرتا ہے جو صاحب رشد وہدایت ہے۔ آپ ﷺ راہ راست پر نہایت استقامت سے گامزن اور ہلاکت کی وادیوں سے دور رہتے ہیں۔ آپ ﷺ کے افعال تناقض سے پاک ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کے اقوال وافعال میں تضاد نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ صرف نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، ہمیشہ سچی خبر دیتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو اس پر سب سے پہلے خود عمل کرتے ہیں اور اگر کسی کام سے روکتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس کام کو ترک کرتے

ہیں۔کیا آپ کا حال ان شاعروں کے احوال سے کوئی مناسبت رکھتا ہے یا ان کے احوال کے کہیں قریب دکھائی دیتا ہے؟ یا ہر لحاظ سے آپ کے احوال ان شعراء حضرات کے احوال سے بالکل مختلف ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو ابدلا آباد تک اس رسول اکمل اور سب سے افضل، عالی ہمت سردار پر جو شاعر ہے نہ ساحر و مجنون بلکہ اوصاف کمال کے سوا اور کچھ اس کے لائق نہیں۔ (تفسیر سعدی:1929,1930/2)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ضماد مکہ مکرمہ میں آیا اس کا تعلق قبیلہ ازد شنوءہ سے تھا اور جنوں اور آسیب وغیرہ کے لیے جھاڑ پھونک کرتا تھا تو اس نے مکہ کے بیوقوفوں سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ محمد (العیاذ باللہ) مجنون ہیں تو اس نے کہا کہ میں اس آدمی پر دیکھتا ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھ سے شفا دے دے۔اس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور کہا کہ اے محمد ﷺ! میں جنوں وغیرہ کے لیے جھاڑ پھونک کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفا دیتا ہے تو آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بعد حمد وصلوٰۃ۔ کہنے لگے کہ ان کلمات کو دوبارہ پڑھیے! رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کو تین مرتبہ دہرایا۔ضماد نے کہا کہ میں نے کاہنوں کا کلام سنا، جادوگروں کا کلام سنا، شاعروں کا کلام سنا لیکن آپ ﷺ کے کلام کی طرح کا کلام (کبھی) نہیں سنا۔یہ کلام تو سمندر کی بلاغت تک پہنچ گیا ہے اور ضماد نے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے! میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، پھر اس نے بیعت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے اور تمہاری قوم کی طرف سے بھی بیعت لیتا ہوں۔ضماد نے کہا کہ میں اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا۔وہ لشکر اس کی قوم میں سے گزرا تو اس لشکر کے سردار نے کہا کہ کیا تم نے اس قوم والوں سے کچھ لیا ہے؟ تو جماعت کے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ان سے لیا ہے تو اس لشکر کے سردار نے کہا: جاؤ اسے واپس کرو کیونکہ یہ ضماد کی قوم کا ہے۔(اور یہ لوگ ضماد کی بیعت کی وجہ سے اس میں آ گئے ہیں)۔(مسلم:2008)

﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ انۡتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا ؕ وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ﴾

”سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں؟“ (227)

سوال:﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ انۡتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا ؕ وَ سَیَعۡلَمُ

﴿الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے ادکیا اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے'' یعنی جو توبہ کر کے ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے وہ شعراء مستثنیٰ ہیں۔

(2)﴿وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔

(3)﴿وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا﴾ ''اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا'' یعنی جو ظلم کیے جانے کے بعد بدلہ لیتے ہیں۔ان کی شاعری ان کے نیک اعمال میں شمار ہوتی ہے۔کیونکہ وہ دین کے دفاع میں ہوں گے۔

(4)﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں؟'' یعنی ظالم جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا'' (غافر:52) (6) ظالموں سے مراد برے شاعر ہیں۔

ایاتها ۹۳ | ۲۷ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ۴۸ | رکوعاتها ۷

سوال 1: سورۃ النمل کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ النمل مکی سورت ہے۔اس میں سات رکوع اور 93 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 27 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 48 ہے۔

رکوع نمبر:16

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾

''طس۔ یہ آیات قرآن اور ایک واضح کتاب کی ہیں''(1)

سوال:﴿طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾''طس۔ یہ آیات قرآن اور ایک واضح کتاب کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿طٰسٓ﴾''طس'' ط۔س یہ حروف مقطعات ہیں۔جن کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(2) حروف مقطعات اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ یہ قرآن اُنہی حروف سے بنا ہے جو زبان انسان بولتے ہیں مگر ایسا کلام بنانے سے سبھی عاجز ہیں۔

(3)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ﴾''یہ آیات قرآن کی ہیں'' یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہے۔یہ سچی خبروں پر مشتمل آیات ہیں۔ان آیات قرآن کا مقصد عظیم ہے،جن اعمال کی طرف یہ آیات راہ نمائی کرتی ہیں وہ اعمال عظیم ،جن اخلاق کی طرف یہ آیات ہدایت دیتی ہیں وہ اخلاق عظیم ہیں۔یہ آیات ردی اعمال اور برے اخلاق کی مذمت کرتی ہیں۔یہ آیات ایمان کی دعوت دیتی ہیں۔یہ آیات رب عظیم کی معرفت کی دعوت دیتی ہیں۔یہ آیات ہیں جنھوں نے رسولوں کی پہچان کروائی۔ان آیات سے وہ لوگ راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔جن کے دل روشن ہیں اور جو ایمان سے بہرہ مند ہیں۔

(4)﴿وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾''اور ایک واضح کتاب کی ہیں'' یہ کتاب واضح اور روشن ہے۔یہ کتاب ماضی کے حالات اور مستقبل کے واقعات کی خبر دیتی ہے۔یہ کتاب ہے جو ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتی ہے۔

﴿هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''مومنوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہیں''(2)

سوال:﴿هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾''مومنوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہیں'' قرآن ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُدًى﴾''ہدایت'' یہ قرآن مجید کی صفت ہے۔یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق اور سلامتی کے راستوں کو واضح کرتی ہے۔(جامع البیان:130/19)

(2) یہ کتاب صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔جو اپنے اوپر چلنے والے کو سعادت اور کمال تک پہنچاتی ہے۔(ایسر التفاسیر:1070)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾''چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب وہ انہیں

اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا۔" (النساء:175)

(4) یحییٰ بن سلام کہتے ہیں یہ کتاب جنت کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔(جامع البیان)

(5) قرآن مجید کے مومنوں کے لیے ہدایت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ ان کی ہدایت پر مزید ہدایت کا اضافہ کرتی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ "اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے،سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔" (التوبہ:124)

(6)﴿وَبُشْرٰى﴾ "اور خوشخبری" یعنی یہ کتاب مومنوں کے لیے عظیم بشارت ہے۔

(7) یحییٰ بن سلام نے کہا یہ کتاب ثواب کی بشارت دیتی ہے۔(جامع البیان)

(8)﴿لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "مومنوں کے لئے" یعنی تصدیق کرنے والوں کے لیے۔(ابن ابی حاتم:2839/9)

(9) یعنی یہ آیات اہل ایمان کی صراط مستقیم کی طرف چلنے میں راہنمائی کرتی ہیں۔ان کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتی ہیں کہ انہیں کس راستے پر چلنا چاہیے اور کس راستے کو ترک کرنا چاہیے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ثواب کی خوشخبری دیتی ہیں۔جو اس راستے پر گامزن ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1932/2)

(10) قرآن مجید کے خزانوں کی چابی ایمان ہے،ایمان کے بغیر اس قرآن مجید کی معرفت نہیں ملتی۔قرآن مجید کا مخاطب سب سے پہلے دل ہے جو انسان ایمان اور یقین کے ساتھ کھلے دل سے قبول کرتا ہے قرآن مجید کی حکمت اسی کو نصیب ہوتی ہے۔رب العزت نے فرمایا:
﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ "اور اُن لوگوں کو خوشخبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناً اُن کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب کبھی اُن میں سے کوئی پھل اُنہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے:"یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے" اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور اُن کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (البقرہ:25)

﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾

"جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں" (3)

سوال:﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ "جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ

ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ''جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں'' رب العزت نے اہل ایمان کی پہلی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں شرائط، ارکان، واجبات، سنن اور آداب کا خیال رکھتے ہوئے وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1070)

(2) یعنی وہ نماز کو ظاہری اور باطنی آداب کا خیال رکھتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔ باطنی آداب سے مراد خشوع ہے جو نماز کی اصل روح ہے۔ جو نماز میں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتے ہیں۔ وہ تلاوت اور رکوع، سجدوں اور دیگر افعال کو انجام دیتے ہوئے غور و فکر کرتے ہیں۔

(3) ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوۃ ادا کرتے ہیں'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ زکوۃ ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 2840/9)

(4) ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور وہی آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں'' یعنی وہ آخرت کے گھر کے وجود اور اس تک پہنچنے کا حساب کتاب اور جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1070)

(5) ان کے ایمان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ درجہ یقین تک پہنچا ہوا ہے۔ یقین سے مراد علم کامل ہے جو قلب کی گہرائیوں میں اتر کر عمل کی دعوت دیتا ہے۔ آخرت پر ان کا یقین تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے حصول کے لئے پوری کوشش کریں، عذاب کے اسباب اور عقاب کے موجبات سے بچیں اور یہ ہر بھلائی کی بنیاد ہے۔ (تفسیر سعدی: 1932/2)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ غیب، قیامت، جنت، دوزخ حساب اور میزان پر یقین رکھتے ہیں۔

(7) جو شخص آخرت کے حق ہونے کا سچے دل سے اعتراف کرے تو اس کے نتیجے میں اس کا ذہن درست سمت چل نکلتا ہے اس طرح اس کی زندگی درست ہوتی چلی جاتی ہے۔ (8) آخرت پر ایمان ایسی قوت ہے جو اس دنیا میں خواہشات اور جذبات کو دباتی اعتدال اور توازن عطا کرتی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾

''یقینا جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا ہے چنانچہ وہ حیران پھرتے ہیں'' (4)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''یقینا جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا ہے چنانچہ وہ حیران پھرتے ہیں'' آخرت پر ایمان نہ لانے کی سزا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ ''یقینا جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے'' یعنی جو بعث، جزا اور ان لوگوں کو جھٹلاتے ہیں جو آخرت پر یقین کرتے ہیں۔

(2)﴿زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''ہم نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا ہے'' یعنی ہم نے اپنی سنت کے مطابق ان لوگوں کے لیے جو آخرت بعث اور جزا پر یقین نہیں رکھتے ان کے شر اور فساد پر مبنی اعمال کو خوش نما دیا ہے۔(i) بُرائی کا پسند آنا گناہوں کے وبال کی جزا ہے۔(ii) بُرائی کے پسند آنے کا بنیادی سبب آخرت پر ایمان نہ ہونا ہے۔

(3) یعنی ان کے لیے برے اعمال کو خوب صورت اور آسان بنا دیا ہے۔(جامع البیان 137/19)(4) یعنی برائی کو وہ نیکی اور بھلائی کے طور دیکھتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے بُرائی کو خوش نما بنانے کی نسبت اپنی طرف اس لیے کی ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کا اصول جاری ہے نیک لوگوں کے لیے نیکی کا راستہ آسان ہوتا ہے اور بُروں کے لیے بُرائی کا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے تاہم بُرائی یا اچھائی کو اختیار کرنا انسان کے اپنے ارادے پر منحصر ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110)

(6)﴿فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ حیران پھرتے ہیں'' تزئین اعمال کا شکار لوگ گمراہی کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور صحیح راستے کی طرف راہ نمائی نہیں پاتے۔(7) یعنی وہ معروف کو نہیں پہنچانتے اور برائی کو برا نہیں جانتے۔

(8) وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی پروا نہیں کرتے اور اس کی رضا کے مطابق کام نہیں کرتے۔

(9) رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا اُن کی مکاریاں اُن کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے پھر اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں'' (الرعد:33)

(10)﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۗؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تا کہ اُن پر اُن کے دین ہی کو مشتبہ بنا دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دو اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں!'' (الانعام:137)

﴿اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے۔اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارہ اُٹھانے والے ہوں گے'' (5)

سوال:﴿اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا

عذاب ہے۔اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارہ اُٹھانے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے''یعنی جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔وہ دنیا میں بھی بدترین عذابوں میں گرفتار رہتے ہیں اور آخرت میں ان کے لیے بدترین عذاب ہے۔

(2)تزئین اعمال کے شکار لوگ اپنی اصلاح کی طرف سے غافل ہوجاتے ہیں انہیں اپنے بُرے اعمال کو درست سمجھنے کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے یہ لوگ ایسے راستے پر چل نکلتے ہیں جس کی آخری منزل جہنم ہے۔

(3)﴿وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ﴾''اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارہ اُٹھانے والے ہوں گے''یعنی اہل دوزخ میں سے وہ سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں یعنی سب سے سخت عذاب دیئے جانے والے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1070)

(4)یعنی انہوں نے ایمان کے بارے میں خسارہ پایا تو وہ خود اور ان کے گھر والے قیامت کے دن خسارے میں ہوں گے۔

﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾

''اور بلاشبہ آپ کو یہ قرآن کمال حکمت والے،سب کچھ جاننے والے کی جناب سے دیا جارہا ہے''(6)

سوال:﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾''اور بلاشبہ آپ کو یہ قرآن کمال حکمت والے،سب کچھ جاننے والے کی جناب سے دیا جارہا ہے،''قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سکھا رہا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ﴾''اور بلاشبہ آپ کو یہ قرآن دیا جارہا ہے''یعنی یہ قرآن جو آپ ﷺ پر نازل ہوتا ہے جس کی آپ ﷺ کو تلقین کی جاتی ہے جو آپ ﷺ کو سکھایا جاتا ہے۔(2)(i)قرآن مجید کی ہدایات نبی ﷺ کو براہ راست دی جارہی تھیں۔(ii) تُلَقَّى کے لفظ سے ہدایات کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ براہ راست دی جارہی تھیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے۔''(بنی اسرائیل:39)

(4)یہ کتاب ایسی ہستی کی طرف نازل شدہ ہے جو تمام لوگوں کے احوال سے پوری طرح باخبر ہے۔اس کی نظروں میں تمام انسان بحیثیت انسان ایک جیسے ہیں جو ہر ایک کے حقوق وفرائض اپنی اسی وسیع علم کی بنا پر مقرر کرتی ہے۔پھر وہ حکیم بھی ہے۔جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کے ہر حکم میں کچھ نہ کچھ حکمتیں مضمر ہوتی ہیں اور اس کے احکام بندوں کی مصلحت پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔(تیسیر القرآن3/375)

(5)﴿مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾''کمال حکمت والے،سب کچھ جاننے والے کی جناب سے''(i)علیم کا مطلب ہے جاننے والا۔اللہ تعالیٰ نے علیم ہونے کی بنیاد پر قرآن مجید نازل کیا ہے یعنی اپنے علم سے ہر کام کی تدبیر کرنے والے رب نے اسے نازل کیا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ حکیم ہے ہر چیز کو اُس نے حکیمانہ انداز میں بتایا ہے۔

(iii) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کا نمونہ ہے اس کے مقاصد، احکام و فرائض، طریقہ کار، اجزاء کے تسلسل، اپنے موضوعات کے درمیان ہم آہنگی اور توازن کے اعتبار سے یہ علم وحکمت کا نادر نمونہ ہے۔

(6) ﴿حَكِيمٍ﴾ دانا ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام اشیاء کو ان کے مقام پر رکھتی اور ان کی جگہ پر نازل کرتی ہے۔ ﴿عَلِيمٍ﴾ باخبر ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام امور کے اسرار اور ان کے باطن کا اسی طرح علم رکھتی ہے جس طرح وہ ان کے ظاہر کا علم رکھتی ہے۔ چونکہ یہ قرآن دانا و باخبر ہستی کی طرف سے ہے اس لئے معلوم ہوا کہ یہ تمام تر حکمت و دانائی اور بندوں کے مصالح پر مشتمل ہے اور کون ہے جو ان کے مصالح کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر جانتا ہو؟ (تفسیر سعدی: 1932,1933/2)

﴿إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ﴾

”جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: ”یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ جلد ہی میں آپ کے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤں گا یا آپ کے لئے کوئی سُلگتا انگارہ لے کر آؤں گا تاکہ آپ سینکیں“ (7)

سوال: ﴿إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ﴾ ”جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: ”یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ جلد ہی میں آپ کے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤں گا یا آپ کے لئے کوئی سُلگتا انگارہ لے کر آؤں گا تاکہ آپ سینکیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حالات سے ابتدا کی ہے کہ ان پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیسے کلام کیا۔ انہیں کیسی عاجز کر دینے والی دلیلیں دی اور فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف مبعوث فرمایا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے مدین پہنچے تو چند سال قیام کرنے کے بعد مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

(3) ﴿إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ﴾ ”جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا“ یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر مدین سے مصر واپس جا رہے تھے تاریک اور ٹھنڈی رات میں انہوں نے اپنی بیوی اور اولاد سے کہا۔

(4) ﴿إِنِّي آنَسْتُ نَارًا﴾ ”یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دور سے آگ دیکھی تو گھر والوں سے کہا میں نے آگ دیکھی ہے۔

(5) ﴿سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ﴾ ”جلد ہی میں آپ کے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤں گا“ میں وہاں جا کر راستے کے بارے میں خبر لے کر

تمہارے پاس آتا ہوں یہ دلیل ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام راستہ بھٹک گئے تھے۔ سیدنا موسیٰ آگ کے پاس سے ایک بڑی خبر لے کر آئے۔ انہیں آخرت کی روشنی مل گئی۔

(6)﴿اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ﴾ ''یا آپ کے لئے کوئی سُلگتا انگارہ لے کر آؤں گا'' یا تمہارے پاس آگ کا کوئی انگارہ ہی اٹھا لاؤں گا۔

(7)﴿لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ''تا کہ آپ سینکیں'' تا کہ تم آگ تاپ سکو۔ کیونکہ رات شدید ٹھنڈی تھی اور سردی سے بچاؤ کے لیے آگ نفع مند تھی۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا، آواز دی گئی: ''برکت دی گئی ہے اُسے جو آگ میں ہے اور جو اُس کے اردگرد ہے اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے''(8)

سوال:﴿فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا، آواز دی گئی: ''برکت دی گئی ہے اُسے جو آگ میں ہے اور جو اُس کے اردگرد ہے اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَهَا﴾ ''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچ گئے۔

(2)﴿نُوْدِيَ﴾ ''آواز دی گئی'' یعنی انہیں رب العزت نے آواز دی۔

(3)﴿اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ﴾ ''یہ کہ برکت دی گئی ہے اُسے جو آگ میں ہے'' یعنی جو آگ میں ہے وہ پاک ہے اور وہ اللہ جل جلالہ کا نور تھا۔

(4)﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ''اور جو اُس کے اردگرد ہے'' ان کے اردگرد ارض مقدس اور شام تھا۔ اس سے مراد اردگرد والے فرشتے بھی ہیں۔

(5) یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا اور آگاہ فرمایا کہ یہ نہایت مقدس اور مبارک جگہ ہے۔ یہ اس مقام کی برکت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشنے، آپ کو آواز دینے اور آپ کو رسالت سے سرفراز کرنے کے لئے منتخب فرمایا۔ (سعدی:2/1934)

(6) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے۔ میزان ایمان کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔ اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے اور اس کا حجاب نور ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کا حجاب آگ ہے۔ اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے

کی شعاعیں جہاں تک اس کی نگاہیں پہنچتی ہیں مخلوق کو جلا دیں۔ (مسلم:445)

(7)﴿وَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ''اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے'' یعنی اللہ پاک ہے کوئی اس کے مشابہہ نہیں، کوئی اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ وہ عالی شان اور عظیم کبریائی والا ہے۔ اور تمام مخلوق سے علیحدہ ہے۔ زمین و آسمان اسے گھیر نہیں سکتے بلکہ وہ اکیلا ہے، بے پرواہ ہے اور مخلوق کی مشابہت سے پاک اور بری ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1422)

﴿یٰمُوۡسٰۤی اِنَّہٗۤ اَنَا اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾

''اے موسیٰ! یقیناً میں اللہ ہوں، سب پر غالب، کمال حکمت والا'' (9)

سوال: ﴿یٰمُوۡسٰۤی اِنَّہٗۤ اَنَا اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں اللہ ہوں، سب پر غالب، کمال حکمت والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿یٰمُوۡسٰۤی اِنَّہٗۤ اَنَا اللّٰہُ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں اللہ ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت نے خبر دی کہ جو تم سے خطاب کر رہا ہے وہ ان کا رب اللہ تعالیٰ ہے جو اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو'' (طٰہٰ:14)

(2)﴿الۡعَزِیۡزُ﴾ ''سب پر غالب'' جو ہر چیز پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے جس کے سامنے ساری مخلوقات جھکی ہوئی ہیں۔

(3)﴿الۡحَکِیۡمُ﴾ ''کمال حکمت والا'' وہ اپنے امر اور افعال میں کمال درجے کی حکمت رکھتا ہے۔

(4) وہ اپنے امر و خلق میں حکمت والا ہے۔ یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اس نے اپنے بندے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا جن کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ رسالت، وحی اور شرف کلام بخشے جانے کے اہل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہی ہے کہ آپ اس پر بھروسہ کرتے ہیں آپ اپنے تنہا ہونے، دشمنوں کی کثرت اور ان کے ظلم و جبر کے باوجود وحشت نہیں کھاتے۔ کیونکہ ان کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور ان کی حرکات و سکون اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1934)

﴿وَاَلۡقِ عَصَاکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہَا تَہۡتَزُّ کَاَنَّہَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ ۟ اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴾

''اور اپنی لاٹھی ڈال دو۔'' پھر جب اُس نے اُسے بل کھاتے دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ یقیناً رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' (10)

سوال1: ﴿وَاَلۡقِ عَصَاکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہَا تَہۡتَزُّ کَاَنَّہَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ ۟ اِنِّیۡ لَا یَخَافُ

لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اور اپنی لاٹھی ڈال دو۔'' پھر جب اُس نے اُسے بل کھاتے دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور پیچھے مُڑ کر نہ دیکھا ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ یقیناً رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ﴾ ''اور اپنی لاٹھی ڈال دو'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اپنا عصا زمین پر ڈال دو تا کہ روشن دلیل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(2) ﴿فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ﴾ ''پھر جب اُس نے اُسے بل کھاتے دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور پیچھے مُڑ کر نہ دیکھا'' پھر جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فوراً ایک تیز رفتار سانپ کی شکل میں بدل گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ عصا تیز رفتار سانپ کی طرح رینگ رہا ہے تو بری طرح ڈر گئے اور بشری تقاضے کے مطابق خوف کر پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کو اپنے ہاتھ کی چیز کے بارے میں بھی غیبی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا یعنی نبی عالم الغیب نہیں ہوتا۔

سوال 2: ﴿يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ یقیناً رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ﴾ ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں'' رب العزت نے آواز دی اے موسیٰ! سانپ دیکھ کر ڈرو نہیں۔

(2) ﴿اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''یقیناً رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' یعنی میں تمہیں رسول بنانا چاہتا ہوں۔

(3) پیغمبروں کو کوئی امر خوف زدہ نہیں کرتا اس لیے کہ تمام مقامات خوف اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر، اس کے تصرف اور امر کے مطابق درج ہیں۔ وہ نفوس قدسیہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے مختص اور اپنی وحی کے لئے چن لیا ہے ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ سے ڈریں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی قرب اور اس سے ہم کلامی کے موقع پر۔ (تفسیر سعدی: 1934,1935/2)

﴿اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''مگر جس نے ظلم کیا پھر اُس نے بُرائی کو بھلائی سے بدل دیا تو یقیناً میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' (11)

سوال: ﴿اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''مگر جس نے ظلم کیا پھر اُس نے بُرائی کو بھلائی سے بدل دیا تو یقیناً میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ ''مگر جس نے ظلم کیا'' یعنی ظلم اور جرم کی وجہ سے خوف آتا ہے۔ انبیاء کا خوف اور وحشت سے کوئی تعلق نہیں

ہوتا۔

(2)﴿ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا﴾ ’’پھر اُس نے بُرائی کو بھلائی سے بدل دیا‘‘ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ظلم کیا اور بعد میں توبہ کر کے اپنی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل لیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ’’مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ (الفرقان:70)

(3) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرو اور ہر برائی کے بعد نیکی کرو، تاکہ برائی مٹ جائے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔‘‘ (ترمذی:1987)

(4)﴿فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ’’تو یقیناً میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھیں وہ سارے گناہوں کا بخشنے والا اپنے بندوں پر نہایت رحم والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ’’اور جو شخص کوئی بُرائی کرے اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا۔‘‘ (النساء:110)

سوال: توبہ کی قبولیت کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: اگر کوئی انسان گناہ یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کر لیتا ہے اور وہ اس پر نادم ہو تو سچے دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔﴿وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ ’’اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔‘‘ (طٰہٰ:82)

﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾

’’اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (جاؤ) یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے‘‘ (12)

سوال 1:﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ﴾ ’’اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا‘‘ ید بیضا کے معجزے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: اپنا ہاتھ قمیض کے گریبان میں ڈال کر باہر نکالیں۔

(2)﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ﴾ ''اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ ید بیضا کا دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے فاعل اور مختار ہونے اور معجزے کی صداقت پر ایسی دلیل ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

(3)﴿تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ﴾ ''وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا'' آپ کا ہاتھ صاف شفاف بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکل آئے گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں نہ کوئی نقص تھا نہ برص۔ ہاتھ سے سفید شعاعیں نکل رہی تھی جو دیکھنے والوں کو حیران کر رہی تھیں۔

سوال 2:﴿فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (جاؤ) یقیناوہ نافرمان لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ﴾ ''یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (جاؤ)'' یہ دو معجزات عصا اور ید بیضا ان نو معجزات میں سے ہیں۔ جو تمہاری صداقت کی دلیلیں ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ (الاعراف:133)

(2) جن معجزات کے ساتھ آپ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْــَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰي مَسْحُوْرًا﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں، جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں۔'' (بنی اسرائیل:101)

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''یقیناوہ نافرمان لوگ تھے'' یعنی وہ اعتدال سے نکلنے والے غلو کرنے والے اور شر اور فساد میں اسراف کرنے والے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1072)

(4) انہوں نے شرک اور زمین میں ناحق تکبر، سرکشیوں اور نافرمانیوں کے ذریعے سے فسق کا ارتکاب کیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔'' (المومنون:46)

﴿فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''تو جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے'' (13)

سوال:﴿فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے

سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے'' معجزے کو دیکھ کر جو الزام لگایا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً﴾''تو جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے سامنے آئیں''یعنی جب ان کے پاس ہماری کھلی کھلی نشانیاں آئیں جو حق پر دلالت کرتی تھیں۔ان نشانیوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔

(2)﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾''تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے''تو انہوں نے الزام لگاتے ہوئے کہا یہ جادو ہے اور مزید کہا۔

(3)﴿مُّبِيْنٌ﴾''کھلا''یعنی ایسا جادو ہے جو ہر ایک پر ظاہر بھی ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ حق کے دلائل اتنے واضح تھے کہ ان کی فرضی کہانیوں کے مقابلے میں وہ ہر طرف پھیل جانے والی روشنی تھی اس کے باوجود انہوں نے حق کو صریح جادو قرار دے دیا۔

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''اور اُنہوں نے اُن کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے پس آپ دیکھیں فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا!''(14)

سوال1:﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾''اور اُنہوں نے اُن کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَحَدُوْا بِهَا﴾''اور اُنہوں نے اُن کا انکار کیا''یعنی انہوں نے نشانیوں کا اقرار اور اعتراف نہ کیا۔

(2)﴿وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾''حالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے''ان کے دل ماننے کو تیار تھے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔اور وہ نشانیاں سچی ہیں۔(3)ان کا انکار کسی شک کی بنیاد پر نہیں تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا علم اور یقین کے باوجود انکار کیا۔

(4)﴿ظُلْمًا﴾''ظلم سے''یعنی انہوں نے ناحق اپنے اوپر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے رب کے حق میں کمی کرتے ہوئے۔

(5)﴿وَّعُلُوًّا﴾''اور تکبر کے ساتھ''انبیاء کے مقابلے میں تکبر کرتے ہوئے بندوں پر غلبے کی وجہ سے غرور سے نشانیوں کو ٹھکرا دیا۔

(6) تصدیق اور تکذیب کے لحاظ سے ایمان اور کفر کی چار قسمیں ہیں۔ایک یہ کہ دل سے رسالت کی تصدیق کرے اور زبان سے بھی اقرار کرے یہ صحیح اور خالص ایمان ہے۔دوسرا یہ بھی کہ دل بھی تکذیب کرے اور زبان بھی انکار کرے۔یہ خالص کفر ہے۔تیسرے یہ کہ دل تکذیب کرے یعنی دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اقرار کرے۔یہ نفاق ہے۔چوتھا یہ کہ دل تصدیق کرے لیکن زبان سے انکار کرے یہ جحود ہے۔ان میں سے پہلی قسم اللہ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے۔اور تیسری اور چوتھی قسم بھی اگرچہ کفر میں شامل ہیں لیکن یہ بدترین قسم کا کفر ہیں۔اور ایسے لوگ عام کافروں سے زیادہ سزا یا عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔کیونکہ یہ دونوں اپنی دلی کیفیت کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔(تیسیر القرآن 378/3)

سوال2:﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾"پس آپ دیکھیں فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَانْظُرْ﴾"پس آپ دیکھیں" اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ آپ غور کریں۔

(2)﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾"فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا" کہ ان فساد کرنے والے شر پسندوں کا کیا انجام ہوا؟

رکوع نمبر:17

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا اور اُن دونوں نے کہا:"تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے"(15)

سوال:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا﴾"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا" داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو احسان کیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا﴾"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا" اللہ رب العزت نے اپنے دو رسولوں پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انہیں وسیع علم عطا فرمایا۔ دونوں باپ بیٹے کیسے علوم رکھتے تھے، پرندوں کی بولیاں جانتے تھے، زرہیں بنانے کی صنعت، لوہا پگھلانا، تانبے کی صنعت اور اس پر مستزاد کہ وہ شریعت اور قضا کا علم رکھتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ (٧٨) فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۖ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ (٧٩)﴾"اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے۔ تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے۔" (الانبیاء:78,79)

(2) دنیا میں اللہ رب العزت نے انہیں حکومت اور طاقت عطا کی تھی اور دین میں وہ نبوت کے منصب پر فائز تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾"اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔" (المجادلہ:11)

(4) اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی جس سے علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ

عِلْمًا﴾ ''اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر!'' (طٰہٰ:114)

(5) نبی ﷺ نے سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو علم کی دعا دی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے (مجھے سینے سے) لگالیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اے اللہ! اسے علم کتاب (قرآن) عطا فرما۔'' (بخاری:75)

(6)﴿وَقَالَا﴾ ''اور اُن دونوں نے کہا'' یعنی انہوں نے رب العزت کے اس احسان پر کہ اس نے انہیں تعلیم دی رب کا شکر بجالاتے ہوئے فرمایا:

(7)﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا﴾ ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں فضیلت دی'' یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں فضیلت عطا کی۔

(8)﴿عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اپنے بہت سے مومن بندوں پر'' یعنی اپنے کثیر مومن بندوں کو جو نعمتیں عطا کیں ان سے بڑھ کر ہم پر فضل کیا۔

(9) رب العزت نے دونوں کے لیے دنیا اور آخرت کی سعادتیں جمع کر دی تھیں۔ بندے کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ دینی اور دنیاوی انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یقین رکھے کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہیں نعمتوں پر فخر اور تکبر نہیں شکر ادا کرنا ہی بندگی ہے۔

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾

''اور داوٗد کا وارث سلیمان ہوا اور اُس نے کہا: ''اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں بلاشبہ یہ یقیناً کھلا فضل ہے'' (16)

سوال: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور داوٗد کا وارث سلیمان ہوا اور اُس نے کہا: ''اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں بلاشبہ یہ یقیناً کھلا فضل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے دونوں رسولوں کی مدح کرنے کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام کا خصوصی ذکر کیا کیونکہ انہوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو سیدنا داوٗد علیہ السلام نہ دے پائے۔

(2)﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ﴾ ''اور داوٗد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام ہوا'' سیدنا سلیمان، سیدنا داوٗد علیہ السلام کے وارث بنے یہ مال کا ورثہ نہ تھا بلکہ سلطنت اور علم نبوت کا ورثہ تھا۔ انبیا درہم اور دینار کا ورثہ نہیں چھوڑتے۔

(3) نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر سے فرمایا۔ہم گروہ انبیا ہیں ہماری میراث نہیں ہوتی ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ کردیا جاتا ہے (بخاری:3712)

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داؤد علیہ السلام کے علم اور نبوت کے وارث بنے۔انہوں نے والد سے علم سیکھا والد کی موجودگی میں بھی ان کے پاس علم تھا۔رب العزت نے فرمایا ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۖ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے۔'' (الانبیاء:79)

(5) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سیدنا داؤد علیہ السلام سے علم کی وراثت پائی تھی۔اگرچہ سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اقتدار بھی عطا کیا تھا لیکن یہاں اقتدار کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اقتدار علم کے مقابلے میں حقیر ہے۔

(6) ﴿وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اور اُس نے کہا: ''اے لوگو!'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے انعامات کی خبر دیتے ہوئے کہا: اے لوگو۔

(7) ﴿عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ﴾ ''ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے جنوں، انسانوں اور پرندوں کو ہمارا فرماں بردار بنایا اور ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائیں۔

(8) ﴿وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں'' یعنی ہمیں نبوت، ملک، علم اور حکمت عطا کی گئی۔(ایسر التفاسیر:1073)

(9) انہوں نے اپنے رب سے دعا کی تھی ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔'' (ص:35) (10) ﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''بلاشبہ یہ'' یعنی وہ سب کچھ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا۔

(11) ﴿لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ ''یقیناً کھلا فضل ہے'' اللہ تعالیٰ کا واضح فضل ہے۔(الاساس فی التفاسیر:7/3994)

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾

''اور سلیمان کے لیے اُس کا لشکر جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیا گیا تو ان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی'' (17)

سوال: ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے اُس کا لشکر جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیا گیا تو ان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار کی کیفیت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ﴾ ''اور سلیمان کے لیے اُس کا لشکر جنوں، انسانوں اور

پرندوں میں سے جمع کیا گیا' سیدنا سلیمان علیہ السلام کا اقتدار تاریخ انسانی میں اس اعتبار سے منفرد تھا کہ ان کا اقتدار انسانوں، جنات، پرندوں حتیٰ کہ ہوا پر بھی تھا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہر قسم کے لشکر انسان، جنات، پرندے، جانور سب جمع ہو جاتے تھے ان کی سواری بڑی شان وشوکت سے نکلتی تھی۔

(3) ﴿فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾ ''توان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی' سارے لشکروں کو اپنے اپنے مقام اور اپنے اپنے مرتبہ پر رکھا جاتا تھا اور اول سے آخر تک اپنی جگہ قائم رہتا تھا۔

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہر قسم کو الگ کر کے ان کے آفیسر مقرر کر رکھے تھے۔ جو انہیں ان کی جگہ سے نہیں ہٹنے دیتے تھے۔

(5) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ارد گرد انسان ہوتے تھے، ان کے بعد جن، ان کے بعد پرندے، پرندوں کا مقام آپ کے سر پر ہوتا تھا۔ گرم موسم میں وہ آپ پر سایہ کر لیتے تھے۔

(6) (i) اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی کہ ان کے لیے یہ سارے لشکر جمع کر دیئے گئے تھے کہ ان سب کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔
(ii) ان لشکروں کو روک روک کر درست کیا جاتا تھا، یعنی لشکروں میں بڑی تنظیم تھی۔

(7) اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر نبی ﷺ بہترین منتظم تھے۔ غزوہ احد میں آپ ﷺ کے انتظامات کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جب آپ صبح کے وقت اپنے گھر والوں سے نکل کر مومنوں کو جنگ کے مورچوں پر متعین کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (آل عمران:121)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ امام اس لیے ہوتا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے اس لئے تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو۔ اور نماز میں صفیں برابر رکھو۔ کیونکہ نمازوں کا حسن صفیں برابر رکھنے میں ہے۔ (بخاری:722)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔'' (بخاری:723)

(10) ''سیدنا ابو مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے کندھوں پر نماز کے وقت ہاتھ پھیرتے اور فرماتے برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو، ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور چاہیے کہ تم میں سے جو عقل مند اور سمجھدار ہوں وہ میرے قریب ہوں پھر جوان کے قریب ہوں پھر جوان کے قریب ہوں۔ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج تو لوگوں میں سخت اختلاف ہو گیا ہے۔'' (مسلم:972)

(11)''سیدنا نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے اپنی صفوں کو درست رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔'' (مسلم:978)

﴿حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُهٗ ۙ وَ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾

''حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: ''اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان اور اُس کے لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں'' (18)

سوال:﴿حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ﴾''حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: ''اے چیونٹیو!'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی آبادی پر جب گزر ہوا ان واقعات کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ﴾''حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ اپنے لشکروں کو لے کر نکلے تو ان کا گزر چیونٹیوں کی آبادی پر ہوا۔

(2)﴿قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ﴾''ایک چیونٹی نے کہا: ''اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ'' ایک چیونٹی نے آواز دے کر سب کو بلوں میں گھس جانے کا حکم دیا۔

(3) اس چیونٹی نے خیر خواہی کی اور یہ بات چیونٹیوں کو سنائی۔ یہ بات یا تو اس نے خود سنائی اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر چیونٹیوں کو سماعت عطا کر دی ہو کیونکہ چیونٹیوں کو ایک چیونٹی کی آواز کے ذریعے سے آگاہ کرنا، جبکہ چیونٹیوں نے وادی کو بھر رکھا تھا، بہت ہی تعجب انگیز بات ہے۔ یا اس چیونٹی نے ساتھ والی چیونٹی سے کہا ہو گا اور یہ خبر ایک چیونٹی سے دوسری چیونٹی تک حتی کہ تمام چیونٹیوں میں سرایت کر گئی ہو گی اور اس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کے بچنے کے لئے کہا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ تمام چیونٹیاں اپنے اپنے بلوں میں گھس جائیں۔ (تفسیر سعدی:1941/2)

(4)﴿لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُهٗ ۙ وَ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾''کہیں سلیمان اور اُس کے لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔'' چیونٹی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حالات، ان کی سلطنت کی عظمت اور ان کے لشکروں کو جانتی تھی اس نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر انہوں نے چیونٹیوں کو کچل ڈالا تو یہ ارادی اور شعوری کام نہیں ہو گا۔

(5)﴿وَ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾''اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں'' (i) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اتنے بڑے اقتدار اور اللہ سے علم پانے کے باوجود سیدنا

سلیمان علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے۔(ii) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حیوانات بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں۔

(6) ''چیونٹی نے اپنی ساتھیوں سے یہ کہا کہ اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمھیں کچل نہ ڈالے'' سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چیونٹیوں میں بھی ایک طرح کا شعور موجود ہے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تمھیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا، لیکن تم نے ایک ایسی مخلوق کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔ (بخاری:3019)

(8) چیونٹیوں کا معاشرتی اور سیاسی نظام کے بارے میں علمائے حیوانات کی جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جس طرح انسان اپنے اجتماعی اور سیاسی نظام کے لیے چند مخصوص ضوابط کی پابندی کرتا ہے۔ چیونٹیوں جیسی حقیر ترین جانور کی بستیوں میں بھی اسی سے ملتا جلتا نظام پایا جاتا ہے۔ آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے بھی خاندان اور قبائل ہوتے ہیں ان میں باہمی تعاون اور تقسیم کار کا اصول اور نظام حکومت کے ادارات پائے جاتے ہیں ان کی بھی زبان ہے جس کو سب چیونٹیاں سمجھتی ہیں۔ (تیسیر القرآن:3/380)

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''سلیمان اُس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا اور اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے اور میں ایسا نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما'' (19)

سوال1: ﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ ''سلیمان اُس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مسکراہٹ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ ''سلیمان اُس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی گفتگو سن کر سمجھ لینے سے، شکر گزاری کے احساس سے مسکرائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا ہے۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سن لی یہ انبیائے کرام کا حال ہے جو ادب کامل اور اپنے مقام پر اظہار تعجب کو شامل ہے نیز یہ کہ ان کا ہنسنا تبسم کی حد تک ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ تر ہنسنا مسکراہٹ کی حد تک ہوتا تھا۔ کیونکہ قہقہہ لگا کر ہنسنا خفت عقل اور سوء ادب پر دلالت کرتا ہے۔ خوش ہونے والی بات پر خوش نہ ہونا اور عدم تبسم بد خلقی اور طبیعت کی سختی پر دلالت کرتا ہے اور انبیاء ورسل اس

سے پاک ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1941,1942/2)

(3) تبسم مسکراہٹ کا ابتدائی درجہ ہوتا ہے اور اس کا آخری درجہ قہقہہ ہوتا ہے جو کہ نہ پسندیدہ ہے نبی ﷺ مسکراتے تھے آپ ﷺ کی مسکراہٹوں پر الگ کتب بھی تصنیف کی گئی ہے۔

سوال 2: ﴿وَقَالَ رَبِّ أَوۡزِعۡنِيٓ أَنۡ أَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَيَّ وَأَنۡ أَعۡمَلَ صَٰلِحٗا تَرۡضَىٰهُ وَأَدۡخِلۡنِي بِرَحۡمَتِكَ فِي عِبَادِكَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾ ''اور اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے اور میں ایسا نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ﴾ ''اور اس نے کہا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے رب العزت کے انعامات پر شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

(2) ﴿رَبِّ أَوۡزِعۡنِيٓ﴾ ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے'' یعنی اے میرے رب مجھے توفیق دے۔

(3) یہاں ﴿أَوۡزِعۡنِيٓ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور وزع کا لغوی معنی روکنا یا روک کے رکھنا ہے اور وزع الجیش یعنی فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام دعا یہ فرما رہے ہیں کہ جس قدر تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعامات کی بارش کی ہے اس پر کہیں میرا نفس بے قابو اور بے لگام ہو کر سرکشی کی راہ اختیار نہ کر لے۔ (تیسیر القرآن)

(4) ابن زید نے کہا اوزعنی کا مطلب ہے مجھے الہام کر دے اور مجھے رغبت دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں۔

(5) ﴿أَنۡ أَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَيَّ﴾ ''کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں'' سیدنا سلمان علیہ السلام نے رب کے دینی اور دنیاوی انعامات پر شکر ادا کرنے کی توفیق کا سوال کیا۔

(6) ﴿وَأَنۡ أَعۡمَلَ صَٰلِحٗا تَرۡضَىٰهُ﴾ ''اور میں ایسا نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرے'' یعنی میں ایسے نیک کام کروں جو تیرے احکامات کے مطابق ہوں جن سے تو راضی ہو جائے۔

(7) ﴿وَأَدۡخِلۡنِي بِرَحۡمَتِكَ﴾ ''اور مجھے اپنی رحمت سے داخل فرما'' یعنی اپنی رحمت میں، جنت میں داخل فرما۔

(8) ﴿فِي عِبَادِكَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾ ''اپنے نیک بندوں میں'' اپنے صالح بندوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما جن کو تو نے اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔

(9) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دیکھو جو نیک کام کرو ٹھیک طور سے کرو اور حد سے نہ بڑھ جاؤ بلکہ اس کے قریب رہو (میانہ روی اختیار کرو) اور خوش رہو اور یاد رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ ﷺ

بھی نہیں یا رسول اللہ، فرمایا: میں بھی نہیں۔ سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور رحمت کے سایہ میں مجھے ڈھانک لے۔ (بخاری: 6467)

(10)(i) سیدنا سلیمان علیہ السلام یہ علم رکھتے تھے کہ انسان انعام پا کر بے قابو ہو جاتا ہے اس لیے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ مجھے قابو میں رکھ۔ (ii) سیدنا سلیمان علیہ السلام علم کی وجہ سے احسان شناس تھے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتے تھے۔

(iii) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے والدین پر ہونے والے انعامات کو بھی پہچانتے تھے۔

(iv) سیدنا سلیمان علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ اعمال صالح کی ہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں قدر و قیمت ہے۔

(v) سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہی اعمال صالح کی بنیاد بنائے ہوئے تھے اسی کے لیے دُعائیں کرتے تھے۔

(vi) سیدنا سلیمان علیہ السلام یہ شعور رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ داخل نہیں ہو سکے گا اس لیے رب سے دُعائیں کرتے تھے۔

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾

''اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: ''کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے؟'' (20)

سوال: ﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾ ''اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: ''کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے'' ہدہد کی غیر حاضری کا سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کیسے نوٹس لیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ﴾ ''اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کا جائزہ لیتے تھے۔

(2) ﴿فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾ ''تو کہا: ''کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کے ساتھ مخاطب ہو کر بات کہی یعنی کیا ہدہد کا نظر نہ آنا میری قلت فطانت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق کے بے شمار گروہوں میں چھپا ہوا ہے؟ یا میری بات برمحل ہے کہ وہ میری اجازت اور حکم کے بغیر غیر حاضر ہے؟ (تفسیر سعدی: 1942/2)

(3) یہ چیز آپ کے کامل عزم و حزم، آپ کی افواج کی بہترین تنظیم اور چھوٹے بڑے معاملات میں آپ کی بہترین تدبیر پر دلالت کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پرندوں کو بھی مہمل نہیں چھوڑا بلکہ آپ نے ان کا بغور معائنہ کیا کہ تمام پرندے حاضر ہیں یا ان میں سے کوئی مفقود ہے؟ یہ ہے آیت کریمہ کا معنی۔ ان مفسرین کا یہ قول صحیح نہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا معائنہ اس لئے کیا تھا تا کہ وہ ہدہد کو تلاش کریں کہ وہ کہاں ہے؟ جو ان کی رہنمائی کرے کہ آیا پانی قریب ہے یا دور ہے۔ جیسا کہ ہدہد کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ زمین کی

کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہے۔ان کے اس قول پر کوئی دلیل نہیں بلکہ عقلی اور لفظی دلیل اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔عقلی دلیل یہ ہے کہ عادت، تجربات اور مشاہدات کے ذریعے سے یہ بات معلوم ہے کہ تمام حیوانات میں کوئی حیوان ایسا نہیں جو خرق عادت کے طور پر زمین کی کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہو۔اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور کرتا کیونکہ یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔رہی لفظی دلیل، تو اگر یہی معنی مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: ''سلیمان نے ہدہد کو طلب کیا تاکہ وہ ان کے لئے پانی تلاش کرے جب انہوں نے ہدہد کو موجود نہ پایا تو انہوں نے کہا جو کہا۔'' یا عبارت اس طرح ہوتی ''سلیمان نے ہدہد کے بارے میں تفتیش کی'' یا ''ہدہد کے بارے میں تحقیق کی'' اور اس قسم کی دیگر عبارات۔انہوں نے تو پرندوں کا صرف اس لئے جائزہ لیا تھا تاکہ وہ معلوم کریں ان میں سے کون حاضر اور کون غیر حاضر ہے اور ان میں سے کون اپنے اپنے مقام پر موجود ہے جہاں اس کو متعین کیا گیا تھا۔سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پانی کے محتاج نہ تھے کہ انہیں ہدہد کے علم ہندسہ کی ضرورت پڑتی۔اس لیے کہ آپ کے پاس جن اور بڑے بڑے عفریت تھے جو پانی کو خواہ کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہوتا زمین کھود کر نکال لاتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا تھا وہ صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی ان تمام نعمتوں کے ہوتے ہوئے وہ ہدہد کے کیسے محتاج ہو سکتے تھے؟ یہ موجودہ تفاسیر جو شہرت پا چکی ہیں ان کے سوا کوئی تفسیر معروف ہے نہ پائی جاتی ہے سب مجرد اسرائیلی روایات ہیں اور ان کے ناقلین صحیح معانی سے ان کے تناقض اور صحیح اقوال کے ساتھ ان کی تطبیق سے بے خبر ہیں۔پھر یہ تفاسیر نقل چلی آئیں، متاخرین متقدمین کے اعتماد پر ان کو نقل کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے حق ہونے کا یقین آنے لگا۔پس تفسیر میں ردی اقوال اسی طرح جگہ پاتے ہیں۔ایک عقل مند اور ذہین شخص خوب جانتا ہے کہ یہ قرآن کریم عربی مبین میں نازل ہوا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے عالم وجاہل تمام مخلوق کو خطاب کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور ان کو معروف عربی الفاظ کے ساتھ جن کے معانی معروف ہیں تطبیق دینے کی کوشش کریں۔جن سے اہل عرب ناواقف نہیں۔اگر کچھ تفسیریں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور سے منقول ہیں تو ان کو اس اصل پر رکھنا چاہیے۔اگر وہ اس اصل کے مطابق ہیں تو ان کو قبول کر لیا جائے کیونکہ الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں۔اگر یہ اقوال لفظ اور معنی کی مخالفت کرتے ہیں یا وہ لفظ یا معنی میں سے ایک کی مخالفت کرتے تو ان کو رد کر دے اور ان کے بطلان کا یقین کرے کیونکہ اس کے پاس ایک مسلمہ اصول ہے اور یہ تفسیری اقوال اس اصول کی مخالفت کرتے ہیں اور یہ اصول ہمیں کلام کے معنی اور اس کی دلالت کے ذریعے سے معلوم ہے۔اور محل استشہاد یہ ہے کہ سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا پرندوں کا معائنہ کرنا اور ہدہد کو مفقود پانا ان کے کمال حزم واحتیاط، تدبیر سلطنت میں ذاتی عمل دخل اور ان کی ذہانت وفطانت پر دلالت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1942,1943)

﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''میں اُسے ضرور بہت سخت عذاب دوں گا یا یقیناً میں اُسے ضرور ذبح کر دوں گا یا وہ لازماً کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے گا'' (21)

سوال:﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ میں اُسے ضرور بہت سخت عذاب دوں گا یا یقینا میں اُسے ضرور ذبح کردوں گا یا وہ لازماً کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے گا'' ہدہد کی غیر حاضری پر سیدنا سلمان علیہ السلام نے جو وعدہ کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا﴾''میں اُسے ضرور بہت سخت عذاب دوں گا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام ہدہد پر ناراض ہوکر دھمکی دینے لگے کہ میں اسے سخت سزا دوں۔(2)﴿اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ﴾''یا یقینا میں اُسے ضرور ذبح کردوں گا'' یعنی میں اسے قتل کردوں گا۔

(3)﴿اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾''یا وہ لازماً کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے گا'' یعنی ہدہد اپنے پیچھے رہ جانے کے لیے کوئی معقول عذر اور واضح دلیل پیش کرے یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تقویٰ کی دلیل ہے۔ کیونکہ ہدہد کی غیر حاضری میں کوئی معقول عذر بھی ہوسکتا ہے۔

﴿فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ﴾

''تو وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی، پھر کہا:''میں نے احاطہ کیا ایک بات کا، جس کا تو نے احاطہ نہیں کیا اور میں سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں'' (22)

سوال:﴿فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ﴾''تو وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی، پھر کہا:''میں نے احاطہ کیا ایک بات کا، جس کا تو نے احاطہ نہیں کیا اور میں سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں'' ہدہد کے غیر حاضری کے معقول عذر کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ﴾''تو وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی'' ہدہد سیدنا علیہ السلام سلیمان کے دربار میں حاضر ہوا۔ وہ طویل عرصے تک غیر حاضر نہ رہ سکا کیونکہ سیدنا سلیمان علیہ السلام معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے لشکر میں ان کی ہیبت بھی بہت تھی۔

(2)﴿فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ﴾''پھر کہا:''میں نے احاطہ کیا ایک بات کا'' ہدہد سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس آکر بتانے لگا کہ میں ایسی خبر لے کر آیا ہوں جس سے آپ اور آپ کے لشکر ناواقف ہیں۔

(3)﴿وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ﴾''اور میں سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں'' ہدہد نے کہا میں آپ کے پاس ملک سبا سے سچی اور یقینی خبر لایا ہوں جس میں کوئی شک نہیں۔(4) اس خبر کے بعد ہدہد سے قتل اور عذاب دونوں کا خطرہ دور ہو گیا۔

﴿اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ﴾

''یقینا میں نے ایک عورت کو پایا جو اُن پر حکمرانی کرتی ہے۔ اور اُسے ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں اور اُس کا بہت بڑا تخت ہے'' (23)

سوال:﴿اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ﴾''یقینا میں نے ایک عورت کو

پایا جو اُن پر حکمرانی کرتی ہے۔ اور اُسے ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں اور اُس کا بہت بڑا تخت ہے۔'' ملکہ سبا کے حالات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ﴾ ''یقینا میں نے ایک عورت کو پایا جو اُن پر حکمرانی کرتی ہے'' ہدہد نے کہا: میں نے یمن میں قبیلہ سبا پر ایک عورت کو حکومت کرتے پایا ہے۔

(2) وہ سبا کی ملکہ بلقیس بنت شراحیل تھیں ابن عباس فرماتے ہیں ان کا لاکھوں کا لشکر تھا۔ بارہ ہزار سپہ سالار تھے۔ اور ہر سپہ سالار کے ماتحت ایک ایک لاکھ فوج تھی۔ ان کے درباری مشیر 312 تھے۔ جن میں سے ہر ایک کے ماتحت دس دس ہزار کا لشکر تھا۔ یہ مآرب کی سرزمین پر حکومت کرتی تھیں جو صنعاء سے تین میل دور ہے۔ ان کی سلطنت کا اکثر حصہ ملک یمن میں تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں سب کچھ دے رکھا تھا۔ ملک کی تمام چیزیں مہیا تھیں۔ ان کے پاس ایک رعب دار جڑاؤ تخت بھی تھا جس کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جائے۔ جس میں طرح طرح کے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 1426,1427/2)

(3) ﴿وَاُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ﴾ ''اور اُسے ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہے'' یعنی دنیا کی زینت، مال، لشکر اور علم۔ (الوسیط: 375/3)

(4) جو بادشاہوں کو عطا ہوتا ہے، مثلاً مال و دولت، اسلحہ، فوج، مضبوط دفاعی حصار اور قلعے وغیرہ۔ (تفسیر سعدی: 1944/2)

(5) ﴿وَّلَہَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ﴾ ''اور اُس کا بہت بڑا تخت ہے'' یعنی وہ تخت حیران کن ہے جس پر ملکہ بیٹھتی ہے تخت کا عظیم ہونا مملکت کے عظیم ہونے کی دلیل تھی۔

﴿وَجَدۡتُّہَا وَقَوۡمَہَا یَسۡجُدُوۡنَ لِلشَّمۡسِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَزَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَہُمۡ فَصَدَّہُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ فَہُمۡ لَا یَہۡتَدُوۡنَ﴾

''میں نے اُس کو اور اُس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں، پس انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، سو وہ ہدایت نہیں پاتے'' (24)

سوال: ﴿وَجَدۡتُّہَا وَقَوۡمَہَا یَسۡجُدُوۡنَ لِلشَّمۡسِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَزَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَہُمۡ فَصَدَّہُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ فَہُمۡ لَا یَہۡتَدُوۡنَ﴾ ''میں نے اُس کو اور اُس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں، پس انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، سو وہ ہدایت نہیں پاتے'' ملکہ سبا سورج کو سجدہ کیوں کرتی تھی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾''میں نے اُس کواور اُس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں'' ہدہد نے دنیاوی حالات کی خبر دینے کے بعد ان کے دینی حالات کی خبر دی کہ ملکہ اور اس کی قوم سورج کی پرستش کرتے ہیں۔

(2)﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾''اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں'' شیطان نے ان کے برے اعمال ان کے سامنے مزین کر دیئے ہیں۔ اب انہیں اپنے اعمال حق نظر آتے ہیں۔

(3)﴿فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾''پس انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے'' شیطان نے اس قوم کو اور ان کی ملکہ کو سیدھے راستے سے روک دیا ہے۔

(4)﴿فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾''سو وہ ہدایت نہیں پاتے'' اب انہیں راستہ نہیں ملتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور اس کی مخلوق کے آگے نہ جھکیں رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو'' (فصلت:37)

﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾

''یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں سے پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے'' (25)

سوال:﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾''یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں سے پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ﴾''یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ نہیں کرتے'' ان کے سجدہ نہ کرنے کا سبب تزین اعمال ہے۔

(2)﴿الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''جو آسمانوں اور زمین میں سے پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے'' یعنی اس ذات کو سجدہ نہیں کرتے جو نباتات کے بیج نکالتا ہے۔ اور سینوں کے چھپے ہوئے بھید جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین کے دور دراز گوشوں میں رہنے والی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کا علم رکھتا ہے۔ وہ زمین کے راز بھی تب ظاہر کرے گا جب صور پھونکا جائے گا۔

(3)﴿وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾''اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے'' وہ انسانوں کے کھلے چھپے

اقوال اور افعال جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپائی نہیں جاسکتی۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (النمل:75)

(4)﴿وَمَا تَكُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡهِ ؕ وَمَا یَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

(5)﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّیۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)

(6)﴿اَلَاۤ اِنَّهُمۡ یَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ لِیَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ ؕ اَلَا حِیۡنَ یَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِیَابَهُمۡ ۙ یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ (ہود:5)

﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ﴾

''اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے'' (26)

سوال:﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ معبود ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے، محبت اسی کے لائق ہے کیونکہ اس کی صفات کامل اور سارے انعامات اسی کی طرف سے ہیں جو عبادت کو اس کے لیے واجب کرتے ہیں۔

(2)﴿هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ﴾ ''جو عرشِ عظیم کا رب ہے'' (i) عرش الٰہی کائنات کی سب سے عظیم اور سب سے برتر خیر ہے اس لیے اس کی ملکیت کا ذکر کیا گیا۔ (ii) یہ واضح کیا گیا کہ ملکہ سبا کا تخت بڑا ہے لیکن عرش عظیم سے اسے کوئی نسبت نہیں۔

﴿قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِیۡنَ﴾

''سلیمان نے کہا: ''ہم جلد ہی دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تم جھوٹوں میں سے ہو'' (27)

سوال:﴿قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ﴾ ''سلیمان نے کہا: ''ہم جلد ہی دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تم جھوٹوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''سلیمان نے کہا:'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی دانائی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ﴾ ''ہم جلد ہی دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تم جھوٹوں میں سے ہو'' سلیمان علیہ السلام نے کہا: ہم دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے یعنی تحقیق کریں گے۔

(3) یعنی ہم دیکھیں گے تحقیق کریں گے کہ یہ سزا سے بچنے کے لیے تمہاری جانب سے ایک تدبیر ہے یا یہ واقعی سچ ہے۔

﴿اِذۡهَبۡ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ﴾

''میرا یہ خط لے جاؤ، چنانچہ اسے اُن لوگوں کی طرف پھینک دینا پھر اُن سے لوٹ جانا پھر دیکھو کہ وہ کس چیز کی طرف لوٹتے ہیں؟'' (28)

سوال:﴿اِذۡهَبۡ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ﴾ ''میرا یہ خط لے جاؤ، چنانچہ اسے اُن لوگوں کی طرف پھینک دینا پھر اُن سے لوٹ جانا پھر دیکھو کہ وہ کس چیز کی طرف لوٹتے ہیں؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کے نام خط دیتے ہوئے ہدہد کو ہدایات دیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذۡهَبۡ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا﴾ ''میرا یہ خط لے جاؤ'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا: میرا یہ خط لے جاؤ جو انہوں نے ملکہ بلقیس کے نام لکھا۔

(2)﴿فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ﴾ ''چنانچہ اسے اُن لوگوں کی طرف پھینک دینا'' یہ خط ان کو دے دینا۔ ہدہد خط لے کر اڑا اور ان کے خلوت خانے میں ڈال دیا۔ (3)﴿ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ﴾ ''پھر ان سے لوٹ جانا'' پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا اور ہدہد ادب سے ایک طرف ہٹ گیا۔

(4)﴿فَانۡظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ﴾ ''پھر دیکھو کہ وہ کس چیز کی طرف لوٹتے ہیں؟'' پھر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ملکہ نے خط اٹھایا اور اسے پڑھا کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟

﴿قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ﴾

''ملکہ نے کہا: ''اے سردارو! یقیناً میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے'' (29)

سوال:﴿قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ﴾ ''ملکہ نے کہا: ''اے سردارو! یقیناً میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے'' ملکہ نے خط کے بارے میں سرداروں سے کیا مشورہ کیا؟

جواب:(1)﴿قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا﴾ ''ملکہ نے کہا: ''اے سردارو!'' ملکہ نے اپنے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا۔

(2) ﴿اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ﴾ ''یقینا میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے'' ملکہ نے کہا میرے پاس ایک معزز آدمی کا خط آیا ہے۔ جو زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کی جانب سے آیا ہے۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

''یقینا وہ سلیمان کی جانب سے ہے اور یقینا وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' (30)

سوال: (1) ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ''یقینا وہ سلیمان کی جانب سے ہے اور یقینا وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کے نام خط کا آغاز کیسے کیا؟

جواب: (1) ملکہ نے خط کے مضامین کو پڑھ کر سنانا شروع کیا یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور یہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' سے شروع کیا گیا ہے۔

(2) اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خط کا آغاز بسم اللہ سے کرنا اور اپنے نام سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔

(3) علماء کرام کا مقولہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی۔ (ابن کثیر: 72/4)

﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾

''یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس مسلم ہو کر حاضر ہو جاؤ'' (31)

سوال: ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ ''یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس مسلم ہو کر حاضر ہو جاؤ'' ملکہ سبا سے سیدنا سلمان علیہ السلام نے کیا مطالبہ کیا تھا، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ﴾ ''یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو'' یعنی میرے مقابلے میں بڑے مت بنو۔

(2) ﴿وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ ''اور میرے پاس مسلم ہو کر حاضر ہو جاؤ'' میرے احکامات کو مان جاؤ اور میرے پاس فرماں برداروں کی طرح آؤ۔ (3) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے دعوت دیتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو دعوت دی۔

رکوع نمبر: 18

﴿قَالَتْ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ﴾

''ملکہ نے کہا: ''اے سردارو! میرے اس مسئلہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں

یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو‘‘ (32)

سوال 1: ﴿قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ﴾ ملکہ نے کہا: ’’اے سردارو! میرے اس مسئلہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو۔‘‘ ملکہ نے سرداروں سے جو مشورہ لیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَتْ﴾ ’’ملکہ نے کہا‘‘ ملکہ بلقیس نے دانش مندی سے سرداروں کو جمع کیا اور کہنے لگی۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ﴾ ’’اے سردارو! میرے اس مسئلہ میں مجھے مشورہ دو‘‘ ملکہ نے سلیمان علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا اور سرداروں سے اس مہم میں مشورہ طلب کیا کہ ہم اطاعت قبول کرلیں یا کچھ اور کریں۔

(3) ﴿مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ﴾ ’’میں کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو‘‘ ملکہ نے کہا: میں حکومت کے کسی معاملے کا فیصلہ تمھارے مشورہ کے بغیر نہیں کرتی۔

(4) ملکہ نے کہا میں تمھاری رائے اور مشورے کے بغیر احکامات جاری نہیں کرتی۔ (5) یہ ملکہ کے حسن سیاست اور اس کی حکمت کی دلیل ہے۔

(6) مشاورت ہر خاص اور عام معاملے میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ ’’اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں‘‘ (آل عمران:159)

سوال 2: مشاورت کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) اسلام نے مشورہ کو خاص اہمیت دی اور عمال حکومت کو مشورہ کا پابند کیا۔ یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ جو وحی الٰہی کے معمور تھے اور آسمانی ہدایات آپ کو ملتی تھیں۔ اس کی وجہ سے آپ کو کسی رائے مشورہ کی درحقیقت ضرورت نہ تھی، مگر امت کے لیے سنت قائم کرنے کے واسطے آپ کو بھی حکم دیا گیا یعنی آپ اہم امور صحابہ کرام سے مشورہ لیا کریں۔ اس میں صحابہ کرام کی دلجوئی اور عزت افزائی بھی ہے اور آئندہ آنے والے اعمال حکمت کی اس کی تاکید بھی مشورہ سے کام کیا کریں۔ (معارف القرآن:580/6)

(2) رب العزت نے اپنے اولیا کی مدح بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ ’’اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے‘‘۔ (الشوریٰ:38)

﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾

’’انہوں نے کہا: ’’ہم لوگ طاقت ور اور سخت جنگجو ہیں، اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، سو آپ دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں؟‘‘ (33)

سوال: ﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾ ’’انہوں نے کہا: ’’ہم

لوگ طاقت ور اور سخت جنگجو ہیں، اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، سو آپ دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں؟'' اراکین سلطنت نے ملکہ کو کیا مشورہ دیا؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم لوگ طاقت ور اور سخت جنگجو ہیں'' سرداروں نے مشورہ دیا کہ جہاں تک طاقت اور جنگ کا سوال ہے ہماری فوج باقاعدہ مسلح ہے اور ہم زبردست طاقت کے مالک اور جنگجو ہیں۔ آگے معاملہ آپ کے اختیار میں ہے آپ جیسا حکم فرمائیں ہم اسے بجالانے کے لیے حاضر ہیں نہ تو ہم کمزور ہیں اور نہ ہمیں کوئی اندیشہ ہے۔ اگر آپ جنگ کا اشارہ کریں گی تو ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔ (مختصر ابن کثیر،1429)

(2) سرداروں نے مشورہ دیا ہمارے پاس قوت اور اسلحہ ہے اور ہم پامردی سے لڑنے والے بھی ہیں۔ اس لیے جھکنے اور دبنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(3)﴿وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ﴾ ''اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے'' سردار اپنی رائے پر قائم رہنے کی بجائے ملکہ سے کہنے لگے کہ جو آپ رائے دیں گی اسی کو اختیار کریں گے کیونکہ وہ ملکہ کی خیر خواہی اور عقل مندی کو جانتے تھے۔

(4)﴿فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾ ''سو آپ دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں؟'' آپ غور وفکر کرلیں اور حکم دیں جو فیصلہ کریں گی ماننے کو تیار ہیں۔

﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾

''ملکہ نے کہا: ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اُسے خراب کردیتے ہیں اور اُس کے عزت داروں کو ذلیل کردیتے ہیں اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے'' (34)

سوال1: ﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''ملکہ نے کہا: ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اُسے خراب کردیتے ہیں اور اُس کے عزت داروں کو ذلیل کردیتے ہیں اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے'' ملکہ نے صلح کی طرف میلان کا جو اظہار کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَتْ﴾ ''ملکہ نے کہا'' ملکہ سبا نے جنگ کا انجام واضح کرکے صلح کی طرف مائل کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا﴾ ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اُسے خراب کردیتے ہیں'' بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں قتل و غارت گری کرتے ہیں۔ گھروں کو برباد کرتے ہیں اور لوگوں کو قیدی بنا لیتے ہیں۔

(3)﴿وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً﴾ ''اور اُس کے عزت داروں کو ذلیل کردیتے ہیں'' یعنی وہ معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ اس لیے

جنگ والا معاملہ تو درست نہیں ہے۔

(4)﴿وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے'' ملکہ کے الفاظ پر رب العزت نے فرمایا وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

سوال 2: ملکہ سبا کی گفتگو سے اس کی شخصیت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) ملکہ سبا کی گفتگو سے اس کی شخصیت کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔(i) ملکہ سبا فطرتاً تباہی اور بربادی کو ناپسند کرتی تھی۔ (ii) ملکہ سبا جنگی ہتھیاروں سے پہلے تدبیر آزمانا چاہتی تھی۔

﴿وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

''اور یقیناً میں اُن کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ پھر انتظار کرنے والی ہوں سفیر کس جواب کے ساتھ لوٹتے ہیں؟'' (35)

سوال: ﴿وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اور یقیناً میں اُن کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ پھر انتظار کرنے والی ہوں سفیر کس جواب کے ساتھ لوٹتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ﴾ ''اور یقیناً میں اُن کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں'' ملکہ نے کہا میں ان کی طرف تحائف بھیجتی ہوں کہ ہدیہ اس کی رائے اور ارادے کو بدل دیتا ہے۔

(2)﴿فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''پھر انتظار کرنے والی ہوں سفیر کس جواب کے ساتھ لوٹتے ہیں'' میں دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر آتا ہے۔ (3) ملکہ نے صاحب رائے لوگوں کو ہدیوں کے ساتھ روانہ کیا۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾

''سو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اُس نے کہا: ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اُس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو'' (36)

سوال: ﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾ ''سو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اُس نے کہا: ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اُس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو'' ملکہ کے شاندار تحائف کو سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کیوں رد کر دیا وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ﴾ ''سو جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا'' جب ملکہ کا سفیر شاندار تحائف لے کر سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا۔(2)﴿قَالَ﴾ ''تو اُس نے کہا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دعوت قبول نہ کرنے پر ناراض ہوتے ہوئے کہا:

(3)﴿اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ﴾ ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تحائف کی طرف توجہ بھی نہ کی اور سفیر سے کہا: کیا تم مجھے مال دے کر رشوت دینا چاہتے ہو تاکہ میں تمھیں تمہارے شرک پر برقرار رہنے دوں؟

(4)﴿فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت، علم، مملکت، دولت اور عسکری قوت دے رکھی ہے وہ تمہارے ملک اور مال سے بہتر ہے۔

(5)﴿بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾ ''بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے رہو'' تم دنیا سے محبت کی وجہ سے تحائف پر نازاں ہو۔

﴿اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾

''لوٹ جاؤ اُن کے پاس پھر ہم ضرور اُن پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم اُنہیں لازماً وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ بہت خوار ہوں گے'' (37)

سوال:﴿اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ ''لوٹ جاؤ اُن کے پاس پھر ہم ضرور اُن پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم اُنہیں لازماً وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ بہت خوار ہوں گے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جنگ کی جو دھمکی دی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ﴾ ''لوٹ جاؤ اُن کے پاس'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سفیر کو حکم دیا کہ تحفے لے کر واپس چلے جائیں۔

(2)﴿فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا﴾ ''پھر ہم ضرور اُن پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا ہم ایسے لشکر لے کر آئیں گے ان سے جنگ کرنا اور ان کے مقابلے پر ٹھہرنا تمہارے بس میں نہ ہوگا۔

(3)﴿وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ ''ور ہم اُنہیں لازماً وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ بہت خوار ہوں گے۔'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ہم ان کو ان کے شہروں سے ذلیل و رسوا کر کے باہر نکال دیں گے اور وہ اس کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔

﴿قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾

''سلیمان نے کہا: ''اے سردارو! تم میں سے کون اُس کا تخت میرے پاس لاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں؟'' (38)

سوال:﴿قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ ''سلیمان نے کہا: ''اے سردارو! تم

میں سے کون اُس کا تخت میرے پاس لاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کا تخت منگوانے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''سلیمان نے کہا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے یہ جانتے ہوئے کہ ملکہ مقابلہ نہیں کرے گی اس لیے اس کے آنے کے انتظامات کیے گئے۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا﴾ ''اے سردارو!'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کا تخت منگوانے کے لیے جنوں اور انسانوں کو جمع کیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا:

(3) ﴿اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ ''تم میں سے کون اُس کا تخت میرے پاس لاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تخت کو حاضر کرنے کا حکم دیا تا کہ آپ کے اور آپ کے لشکر اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھا تھا اس کی عظمت ظاہر ہو۔

(4) ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کے سامنے تخت کا حاضر ہونا سیدنا سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی دلیل بن جانا تھا تخت کی مالکہ کے پہنچنے سے پہلے اس کا محفوظ تخت حاضر کرنا جس کی حفاظت پر پہرے دار مقرر تھے ایک معجزہ تھا۔

﴿قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ﴾

''جنوں میں سے ایک دیو نے کہا: ''میں اُسے اس سے بھی پہلے لے کر آتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور یقیناً میں اس پر قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں'' (39)

سوال: ﴿قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ﴾ ''جنوں میں سے ایک دیو نے کہا: ''میں اُسے اس سے بھی پہلے لے کر آتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور یقیناً میں اس پر قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں'' ایک سرکش جن نے تخت لانے کی جو پیشکش کی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ ''جنوں میں سے ایک دیو نے کہا'' ایک شدید قوت والے طاقتور جن نے پیش کش کرتے ہوئے کہا:

(2) ﴿اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ﴾ ''میں اُسے اس سے بھی پہلے لے کر آتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں'' میں آپ کی مجلس برخواست ہونے سے پہلے تخت کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام صبح سے دوپہر تک سلطنت کے فیصلوں کے لیے وقت دیتے تھے۔

(3) ﴿وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ﴾ ''اور یقیناً میں اس پر قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں'' جن نے کہا میں طاقتور ہوں، اسے اٹھا لاؤں گا اور امانت دار ہوں اس کی پوری حفاظت کروں گا۔

﴿قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ ۟ۖ لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ ؕ وَمَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ﴾

”جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا: ”میں اُسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے چنانچہ جب اُس نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا۔“ تو کہا: ”یہ میرے رب کے فضل میں سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناوہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو یقینا میرا رب بڑا بے پروا، بڑا کرم کرنے والا ہے“ (40)

سوال 1: ﴿قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ﴾ ”جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا: ”میں اُسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے“ کتاب کا علم رکھنے والے نے تخت لانے کے لیے جو پیش کش کی کہ پلک جھپکنے سے پہلے لا دوں گا“ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ﴾ ”جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا“ اس شخص کی، کتاب کی اور اس کے علم کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ (2) کتاب کا علم رکھنے والے شخص نے کہا:

(3) ﴿اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ﴾ ”میں اُسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے“ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دوں گا۔

سوال 2: ﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ ۟ۖ لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ﴾ ”چنانچہ جب اُس نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا“ تو کہا: ”یہ میرے رب کے فضل میں سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟“ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تخت لانے کے واقعے کو اپنے لیے آزمائش قرار دیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا﴾ ”چنانچہ جب اُس نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا“ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جب تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا (2) ﴿هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ﴾ ”یہ میرے رب کے فضل میں سے ہے“ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اظہار تشکر کے طور پر فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل میں سے ہے۔ (3) کہ اس نے اقتدار عطا کیا اور کاموں کو آسان کر دیا۔

(4) ﴿لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ﴾ ”تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری“ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تخت کی آمد کو اپنے لیے آزمائش قرار دیتے ہوئے کہا کہ میرے رب نے مجھے آزمایا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔

سوال 3: ﴿وَمَنۡ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىۡ غَنِىٌّ كَرِيۡمٌ﴾ ''اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو یقیناً میرا رب بڑا بے پروا، بڑا کرم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنۡ شَكَرَ﴾ ''اور جو کوئی شکر کرے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل کا اعتراف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ شکر کا فائدہ شکر کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔

(2) ﴿وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىۡ غَنِىٌّ كَرِيۡمٌ﴾ ''اور جو کوئی ناشکری کرے تو یقیناً میرا رب بڑا بے پروا، بڑا کرم کرنے والا ہے'' یعنی جس نے ناشکری کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ اللہ تعالیٰ تو دنیا والوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے۔ وہ کریم ہے، بھلائیوں کا مالک ہے۔ جو شکر کرتا ہے وہ اس کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو وہ خود اس کے اپنے لیے زوال کا باعث بنتی ہے۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم پر غور و فکر کرنے سے بندگی کی حقیقت پالی تھی کہ شکر کرنا اپنی ذات کو نفع دینا ہے اور ناشکری کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا‌ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔'' (فصلت:46)

(5) ﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِكۡمَةَ اَنِ اشۡكُرۡ لِلّٰهِ‌ؕ وَمَنۡ يَّشۡكُرۡ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيۡدٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے۔'' (لقمان:12)

(6) ﴿وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّـكُمۡ‌ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ (٧) وَقَالَ مُوۡسٰٓى اِنۡ تَكۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَـغَنِىٌّ حَمِيۡدٌ (٨)﴾ ''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے۔'' (ابراہیم:7,8)

(7) ﴿اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ‌ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡـكُفۡرَ‌ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَـكُمۡ‌ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ‌ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (٧)﴾ ''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً وہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ (الزمر:7)

﴿قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِيۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ﴾

''سلیمان نے کہا: ''اُسے اُس کا تخت بدل کر دو، ہم دیکھتے ہیں کہ کیا وہ سمجھ پاتی ہے یا وہ اُن میں سے ہے جو ہدایت نہیں پاتے؟'' (41)

سوال: ﴿قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِيۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ ''سلیمان نے کہا: ''اُسے اُس کا تخت بدل کر دو، ہم دیکھتے ہیں کہ کیا وہ سمجھ پاتی ہے یا وہ اُن میں سے ہے جو ہدایت نہیں پاتے؟ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کی آزمائش کیسے کی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا﴾ ''سلیمان نے کہا: ''اُسے اُس کا تخت بدل کر دو'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے اردگرد والوں سے کہا: انجان طریقے سے ملکہ کو اس کا تخت دکھاؤ۔

(2) ﴿نَنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِيۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ ''ہم دیکھتے ہیں کہ کیا وہ سمجھ پاتی ہے یا وہ اُن میں سے ہے جو ہدایت نہیں پاتے؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ وہ کتنی بے دار مغز ہے؟ کیا وہ جان لیتی ہے کہ یہ اس کا تخت ہے یا وہ اس سے انکار کر دیتی ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ‌ؕ قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ‌ ۚ وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ﴾

''پھر جب ملکہ آئی تو کہا گیا: ''کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟'' اُس نے کہا: ''شاید یہ وہی ہے اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا۔ اور ہم فرماں بردار تھے'' (42)

سوال: ﴿فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ‌ؕ قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ‌ ۚ وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ﴾ ''پھر جب ملکہ آئی تو کہا گیا: ''کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟'' اُس نے کہا: ''شاید یہ وہی ہے اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا۔ اور ہم فرماں بردار تھے۔'' ملکہ کے سامنے تخت پیش کیا گیا تو اس نے کیسے بے دار مغزی کا ثبوت دیا وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَتۡ﴾ ''پھر جب ملکہ آئی تو کہا گیا:'' جب ملکہ آگئی تو اس کے سامنے تخت لایا گیا جس کو وہ اپنے علاقے میں چھوڑ کر آئی تھی۔ (2) ﴿قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ﴾ ''''کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟'' ملکہ سے پوچھا گیا کیا یہ تخت آپ کے تخت جیسا ہے۔

(3) ﴿قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ﴾ ''اُس نے کہا: ''شاید یہ وہی ہے'' ملکہ سبا نے بے دار مغزی سے ایسا جواب دیا کہ گویا وہی تخت ہو۔ تخت میں تبدیلی ہو چکی تھی اس لیے اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ یہ میرا ہے اور نفی بھی نہیں کی۔

(4) ﴿وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا﴾ ''اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا'' سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت اور عقل مندی پر حیران

ہوکر اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے، کہ اس نے اسے اس سے بھی زیادہ عقل ودانش سے نوازا ہے کہا: ﴿وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا﴾ ''اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا'' یعنی ہدایت ودانش اور حزم واحتیاط اس ملکہ سے پہلے عطا ہو چکی ہے۔(سعدی:2/1948,1949)

(5)﴿وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم فرماں بردار تھے۔'' انہوں نے کہا کہ ہم فرمابردار ہیں۔

﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾

''اور اُسے اُن چیزوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ یقیناوہ کافر قوم میں سے تھی'' (43)

سوال:﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اُسے اُن چیزوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ یقیناوہ کافر قوم میں سے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اُسے اُن چیزوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی'' رب العزت نے فرمایا اسے اسلام لانے سے جس چیز نے روک رکھا ہے وہ بتوں کی عبادت تھی۔ ملکہ ذہین تھی، حق اور باطل میں تمیز کرسکتی تھی مگر باطل عقیدہ بصیرت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(2)﴿اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ ''یقیناوہ کافر قوم میں سے تھی'' ملکہ کا کفر پر قائم رہنا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ وہ کافر قوم سے تھی اور کسی ایک شخص کا قوم سے الگ ہونا بہت بڑی خطا بن جاتی ہے۔

﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اُس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ! پھر جب اُس نے اُسے دیکھا تو اُس کو گہرا پانی خیال کیا اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا سلیمان نے کہا: ''یقینا یہ ایک محل ہے، شیشوں سے بنایا گیا ہے۔'' ملکہ نے کہا: ''اے میرے رب! یقینا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہو گئی'' (44)

سوال1:﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ﴾ ''اُس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ! پھر جب اُس نے اُسے دیکھا تو اُس کو گہرا پانی خیال کیا اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا سلیمان نے کہا: ''یقینا یہ ایک محل ہے، شیشوں سے بنایا گیا ہے۔'' ملکہ بلقیس کی عالی شان شیش محل سے کیسے آزمائش کی گئی؟

جواب:(1)﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ﴾ ''اُس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ!'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنوں نے عالی شان شیش محل تیار کیا جو پانی پر بنایا گیا تھا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنا عظیم ملک اور غلبہ دکھانے کے لیے ملکہ کو محل میں داخلے کا حکم دیا۔

(2)﴿فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾ ''پھر جب اُس نے اُسے دیکھا تو اُس کو گہرا پانی خیال کیا اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا'' ملکہ نے جب پانی کو دیکھا جو شفاف شیشے کے نیچے بہہ رہا تھا تو یہ سمجھا کہ پانی چل رہا ہے۔

(3)﴿وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾ ''اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا'' ملکہ نے محل میں داخل ہونے کے لیے پائنچے اٹھالیے کیونکہ اس نے خیال کیا تھا کہ یہ پانی ہے۔ اس کی پنڈلیاں ظاہر ہو گئیں۔ ملکہ کو یقین تھا کہ وہ پانی ہے۔

(4)﴿قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ﴾ ''سلیمان نے کہا: ''یقیناً یہ ایک محل ہے، شیشوں سے بنایا گیا ہے'' اسے بتایا گیا کہ یہ شیشے کا محل ہے۔ جسے پانی پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس لیے آپ کو پنڈلیوں سے کپڑا اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال2:﴿قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ملکہ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہو گئی'' ملکہ کیسے ایمان لے آئیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1)﴿قَالَتْ﴾ ''ملکہ نے کہا:''

(2)﴿رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ملکہ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہو گئی'' میں نے شرک کر کے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ نبوت اور رسالت کے علم کے بعد اس نے کفر چھوڑ دیا اور کہا:

(3)﴿وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہو گئی'' ملکہ نے کہا میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ رب العالمین پر ایمان لے آئی میں نے کائنات کے رب کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

رکوع نمبر:19

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

''اور ہم نے ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو یکایک وہ دو فریق تھے کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے'' (45)

سوال:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے ثمود کی

طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو یکا یک وہ دو فریق تھے کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے‘‘ قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام سے جو جھگڑا کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ ’’اور ہم نے ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا۔‘‘ اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔

(2)﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ’’یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو‘‘ سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا۔ اور بتوں کی عبادت ترک کرنے کا حکم دیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ ’’اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا: ’’اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے تمہیں زمین میں سے پیدا کیا اور اس نے تمہیں آباد کیا، چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو پھر اسی کی جانب رجوع کرو، یقیناً میرا رب بہت قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔‘‘ (ہود:61)

(3)﴿فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ’’وہ دو فریق تھے کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے‘‘ سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت پر لوگ دو فریق بن گئے مومن اور کافر اور جھگڑا اس بات پر کرنے لگے کہ کون حق پر ہے۔ ان میں سے ایک مومنوں کا گروہ تھا اور دوسرا کافروں کا جو بہت بڑا تھا۔

(4)﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (۷۵) قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۷۶)﴾ اس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لیے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟‘‘ انہوں نے جواب دیا: ’’یقیناً ہم اس پر بھی ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔‘‘ ان لوگوں نے کہا جو بڑے بنے ہوئے تھے: ’’بلاشبہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔‘‘ (الاعراف:75،76)

﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

’’صالح نے کہا: ’’اے میری قوم! تم لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لیے جلدی کیوں کرتے ہو؟ کیوں نہیں تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟‘‘ (46)

سوال: ﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ’’صالح

نے کہا: ''اے میری قوم! تم لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے جلدی کیوں کرتے ہو؟ کیوں نہیں تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟'' سیدنا صالح علیہ السلام نے عذاب کے لیے جلدی مچانے سے روک کر استغفار سے اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرنے کا جو حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ ''صالح نے کہا: ''اے میری قوم! تم لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے جلدی کیوں کرتے ہو؟'' سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم سے سوال کیا کہ تم بھلائی سے پہلے برائی کے ارتکاب میں جلدی کیوں کرتے ہو؟ نیکی کو چھوڑ کر برائی کی حرص کیوں رکھتے۔

(2) ﴿السَّيِّئَةِ﴾ سے مراد عذاب اور الحسنة سے مراد رحمت ہے۔ سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ عافیت سے پہلے عذاب کیوں مانگتے ہو؟ (جامع البیان 170/19)

(3) ﴿لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''کیوں نہیں تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟'' یعنی تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کیوں نہیں مانگتے؟ تاکہ وہ تمہاری نافرمانیوں اور شرک سے توبہ کرنے پر تمہیں بخش دے۔

(4) ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' یعنی تمہارے معافی مانگنے پر وہ تم پر مہربان ہو جائے اور تم اس کی رحمت سے برکتیں پاؤ۔

(5) جو گناہوں سے معافی مانگتا ہے اس کا شمار نیک لوگوں میں ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہوتی ہے۔

﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو'' (47)

سوال: ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو'' قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام کو منحوس قرار دیا تو سیدنا صالح علیہ السلام نے جو جواب دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں'' قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام سے کہا کہ ہم تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے چہروں پر بھلائی کے آثار نہیں دیکھتے۔ ان چہروں سے نعوذ باللہ نحوست ٹپکتی ہے۔

(2) قوم ثمود پر جو مصیبت آتی وہ اس کا ذمہ دار سیدنا صالح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو قرار دیتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْٓا اِنَّآ

تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ ''بستی والوں نے کہا: ''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور یقیناً ضرور ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔'' انہوں نے کہا: تمہاری نحوست تمہارے ہی ساتھ ہے، اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔'' (یسین:18,19)

(3) ﴿قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے مصائب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ (ابن ابی حاتم:2899/9)

(4) اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب سے تم نے اپنی نبوت کا ڈھونگ رچایا ہے۔ اس وقت سے ہم پر کوئی نہ کوئی افتاد پڑی ہی رہتی ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم سب ایک ہی قوم تھے۔ تم نے ہم میں آ کر پھوٹ ڈال دی ہے اور ہماری زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ اور یہ سب تمہاری ہی نحوست ہے اور یہی اعتراض کفار مکہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔ (تیسیر القرآن:392/3)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔'' (ابوداود:3910)

(6) سیدنا قطن بن قبیصہ رحمہ اللہ اپنے باپ قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شگون لینے کے لیے جانور اڑانا، فال نکالنے کے لیے کچھ ڈالنا اور بدشگونی کفر میں سے ہے۔'' (ابوداود:3907)

(7) ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ''بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو'' یعنی تم لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے کہ تم اطاعت کرتے ہو یا نافرمانی۔ رب العزت کی ڈھیل نے تمہیں فتنے میں ڈال رکھا ہے۔

﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾

''اُس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے'' (48)

سوال: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''اُس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ﴾ ''اُس شہر میں نو جتھے دار تھے'' رب العزت نے قوم ثمود کے سرغنہ لوگوں کی سرکشی کی خبر دی ہے کہ حجر شہر میں نو جتھے دار تھے جو قوم کو گمراہی کی طرف بلاتے تھے اور سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلاتے تھے۔

(2) ﴿يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے'' وہ اپنے کفر اور

نافرمانیوں سے ستاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر ڈالا اور سیدنا صالح علیہ السلام کے قتل کا بھی ارادہ کر لیا۔

﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''تم لوگ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ، ہم اُس پر اور اُس کے گھر والوں پر ضرور شب خون ماریں گے، پھر ہم ضرور اُس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اُس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے اور ہم بلاشبہ سچے ہیں'' (49)

سوال: ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''تم لوگ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ، ہم اُس پر اور اُس کے گھر والوں پر ضرور شب خون ماریں گے، پھر ہم ضرور اُس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اُس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے اور ہم بلاشبہ سچے ہیں'' سیدنا صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''تم لوگ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ'' یہ قسمیں اُنہوں نے تب کھائی تھیں جب اُونٹنی کے قتل کے بعد سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا تھا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آجائے گا تو اُنہوں نے کہا اس سے پہلے ہی ہم صالح اور اس کے گھر والوں کا قصہ پاک کر دیں گے۔ (2) ﴿لَنُبَيِّتَنَّهٗ﴾ ''ہم اُس پر ضرور شب خون ماریں گے'' یعنی ہم صالح علیہ السلام پر ضرور شب خون ماریں گے۔

(3) ﴿وَاَهْلَهٗ﴾ ''اور اُس کے گھر والوں پر'' اور اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے۔

(4) ﴿ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ﴾ ''پھر ہم ضرور اُس کے وارث سے کہہ دیں گے'' یعنی جب صالح علیہ السلام کے خون کے لیے اس کے اقرباء میں سے اس کا ولی کھڑا ہوگا اور ہمارے خلاف قتل کا دعویٰ کرے گا تو ہم قسم کھا کر انکار کر دیں گے اور کہیں گے۔

(5) ﴿مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ﴾ ''ہم اُس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے'' یعنی انہوں نے اس پر ایکا کر لیا کہ ہم تو صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود ہی نہ تھے۔

(6) ﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور ہم بلاشبہ سچے ہیں'' یعنی ہم مل کر اپنی سچائی کو ثابت کریں گے۔

(7) اہل مکہ بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہی پروگرام بنائے ہوئے تھے کہ ہر قبیلے کا ایک ایک فرد مل کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کر کے خود کو بری الذمہ ثابت کر دیں گے۔ اس طرح اہل مکہ کو سیدنا صالح علیہ السلام کے واقعے سے آئینہ دکھایا گیا۔

﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے'' (50)

سوال: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے''قتل کی سازش کا وبال ان پر کیسے آپڑا، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا﴾ ''اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی'' نو جھتے داروں نے آپس میں خفیہ مشورہ کر کے صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو قتل کرنے کی سازش تیار کر لی۔ اور اس بات کو اپنی قوم سے چھپائے رکھا۔

(2) ﴿وَّمَكَرْنَا مَكْرًا﴾ ''اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی'' رب العزت نے سیدنا صالح علیہ السلام کی مدد کی اور سازش کا وبال ان پر ہی ڈال دیا۔ ابھی وہ عہد کر رہے تھے کہ ان پر ایک چٹان آگری اور ان کے دماغوں کا بھر کس نکل گیا۔

(3) ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے'' وہ اپنی ہلاکت کے بارے میں کوئی خبر نہیں رکھتے تھے۔ ان کے بعد ان کی قوم کو ایک چنگھاڑ سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ (ایسر التفاسیر:1082)

﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''پھر آپ دیکھیں اُن کی خفیہ تدبیر کا انجام کیسا ہوا! یقیناً ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا'' (51)

سوال: ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''پھر آپ دیکھیں اُن کی خفیہ تدبیر کا انجام کیسا ہوا! یقیناً ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا'' ناپاک سازش کو عملی جامہ پہنانے کا کیا انجام ہوا؟

جواب: (1) ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ﴾ ''پھر آپ دیکھیں اُن کی خفیہ تدبیر کا انجام کیسا ہوا!'' رب العزت نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے ہمارے رسول دیکھو ان کی ناپاک سازش کا کیا انجام ہوا! کیا انہوں نے اس سازش سے کچھ حاصل کر لیا؟

(2) ﴿اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا'' رب العزت نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ وہ سازش کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ نو جھتے دار پہلے مار دیئے گئے اور پوری قوم کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے پڑے تھے۔

﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

''پھر یہ رہے اُن کے گھر ویران پڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا، یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اُن کے لیے جو جانتے ہیں'' (52)

سوال: ﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر یہ رہے اُن کے گھر ویران پڑے ہیں اس

وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا، یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اُن کے لیے جو جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا﴾ ''پھر یہ رہے اُن کے گھر ویران پڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا'' یعنی ان کے گھر اجاڑ اور خالی ہیں۔ان کی چھتیں گر گئیں اور رہنے والا کوئی باقی نہ بچا۔

(2)﴿بِمَا ظَلَمُوا﴾ ''اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا'' یعنی ان کی تباہی کا سبب ان کا ظلم، ان کا شرک، ان کی سرکشی تھی۔

(3)﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اُن کے لیے جو جانتے ہیں'' تو جھتے داروں اور قوم ثمود کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور اس کے حسن تدبیر کی نشانی ہے۔ان لوگوں کے لیے جو اس کی نشانیوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔

(4) یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی اپنے دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں سنت پر غور و فکر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نجات عطا کرتے ہیں اور ظالموں کو ہلاک کرتے ہیں۔

﴿وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾

''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے''(53)

سوال:﴿وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ ''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نجات دیتے ہیں جو اس پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔

(2)﴿وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' اور جو شرک سے بچتے ہیں۔

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ﴾

''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو اور حالانکہ تم دیکھتے ہو''(54)

سوال:﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ﴾ ''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو اور حالانکہ تم دیکھتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام کے بصیرت افروز وعظ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ﴾ ''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا'' سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم عموریہ اور سدوم کی بستیوں میں آباد تھی۔(2) رب العزت نے اپنے بندے اور رسول لوط علیہ السلام کی خبر دی ہے۔اور فرمایا کہ لوط علیہ السلام کا ذکر کریں ان کے واقعات کی خبر دیں جب انہوں نے اپنی قوم کو بے حیائی پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

(3)﴿اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ﴾ ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو'' یعنی تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جسے عقل، فطرت اور شریعت برا جانتی ہے۔

(4)﴿وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''اور حالانکہ تم دیکھتے ہو'' تم بے حیائی کرتے ہو اور مزید ظلم یہ کہ تم اس شرم ناک حالت میں ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہو۔ (مختصر ابن کثیر:1436/2)

﴿اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ﴾

''کیا تم عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ بلکہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' (55)

سوال:﴿اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ﴾ ''کیا تم عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ بلکہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کی ایجاد کردہ بے حیائی کی قباحت کو کیسے ان پر واضح کیا، کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ﴾ ''کیا تم عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو'' یعنی تم اس حالت کو کیسے پہنچ گئے کہ تم اپنی شہوت مردوں سے پوری کرتے ہو جبکہ ان کی پیٹھیں غلاظت، گندگی اور خباثت کا مقام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو عورتیں اور ان کی پاکیزگی چیزیں پیدا کیں، تم نے ان کو چھوڑ دیا جن کی طرف میلان نفوس کی جبلت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ تمہارا معاملہ بالکل الٹ ہو گیا تم نے برے کو اچھا اور اچھے کو برا بنا دیا۔ (تفسیر سعدی:1953,1954/2)

(2)﴿بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ﴾ ''بلکہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب اور اس کے نتیجے میں ملنے والی سزا اور اس کے عذاب سے بھی جاہل ہو۔ اور اس بے حیائی کے کام کے نتیجے میں جو خطرناک بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ (۲۸) اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ ۙ وَتَاۡتُوۡنَ فِىۡ نَادِيۡكُمُ الۡمُنۡكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ (۲۹)﴾ ''اور لوط (کو بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً تم واقعی اس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی؟ یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو؟'' تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔'' (العنکبوت:29،28)

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡۤا اٰلَ لُوۡطٍ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ﴾

''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔

یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں'' (56)

سوال:﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ ''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔ یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔'' سیدنا لوط علیہ السلام ''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔ یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔'' سیدنا لوط علیہ السلام کو ان کی قوم نے جو جواب دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا﴾ ''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا۔'' ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگ اپنی پاکیزگی ثابت کرتے ہیں۔ اور تمہارے افعال کو گندہ اور بے حیائی کا کام قرار دیتے ہیں۔

(2)﴿اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ﴾ ''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو'' ان کا جواب لوط علیہ السلام سے دشمنی اور عناد پر مبنی تھا۔ انہوں نے امانت دار رسول کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دی۔

(3)﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ ''یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں'' قوم نے لوط علیہ السلام کے گھرانے سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ بدفعلی سے بچتے ہیں۔ برے افعال سے خود کو بچا کر رکھتے ہیں۔ یہ تھی وہ چارج شیٹ جو قوم نے لوط کے خلاف دی۔

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی، سوائے اُس کی بیوی کے جس کے لیے ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی'' (57)

سوال:﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی، سوائے اُس کی بیوی کے جس کے لیے ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی'' لوط کی بیوی ان کی قوم کے ساتھ ہلاک کی گئی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ ''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی، سوائے اُس کی بیوی کے'' رب العزت نے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو عذاب سے بچا لیا۔ سوائے ان کی بیوی کے۔

(2)﴿قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''جس کے لیے ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی'' یعنی ان کی بیوی کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے شرمناک کاموں سے خوش تھی اور لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں قوم کو خبر دینے والی بھی یہی تھی۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش سوڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی'' (58)

سوال:﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش سوڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی''لوطیوں کو کیسے رجم کیا گیا، کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا﴾''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش'' قوم لوط پر خاص قسم کی بارش برسائی گئی۔ یہ تہ بہ تہ نشان زدہ کنکر یلے پتھر آسمان سے برسائے گئے جن پر ان کے تمام نام لکھے ہوئے تھے جو پتھر جس پر لگتا اس کا کام ہی تمام کر دیتا۔

(2)﴿فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾''سوڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی'' یعنی ڈرائے گئے لوگوں پر بڑی بری بارش برسائی گئی۔ ان پر حجت قائم کردی گئی تھی۔ ان کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جھٹلا دیا تو ان پر سخت عذاب نازل کر دیا گیا۔

آخری آیت

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک بناتے ہیں؟'' (59)

سوال:﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک بناتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسولوں پر سلام بھیجنے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے'' رب العزت نے محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کی حمد بیان کریں۔ یہ حمد اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

(2) یعنی کہہ دیجئے﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ جو اپنے کمال اوصاف، اپنے جمال عطا و بخشش، اہل تکذیب کو سزا دینے اور ظالموں کو عذاب دینے میں عدل و حکمت کی بنا پر کامل حمد و ستائش اور مدح و ثناء کا مستحق ہے۔(سعدی:1955/2)

(3)﴿وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾''اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں پر سلام بھیجیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (١٨٠) وَسَلٰمٌ عَلٰى

الْمُرْسَلِيْنَ (۱۸۱) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۸۲)﴾ ''پاک ہے اُن باتوں سے آپ کا رب، عزت کا رب، جو لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہے رسولوں پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الصّٰفّٰت:180,182)

(4) اللہ تعالیٰ کے سارے رسول شر اور گندگی سے پاک ہیں اس لیے ان پر سلام بھیجنے کا حکم دیا۔

(5) ﴿آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک بناتے ہیں؟'' مشرکوں کی تردید اور مذمت کرتے ہوئے سوال کیا ہے کہ کیا اللہ رب عظیم بہتر ہے یا یہ بت جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں۔ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

(6) اللہ تعالیٰ ان ہستیوں سے بہتر ہے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔